

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الحمد لله ولحمده  
الكتاب الاجواب

سوانح عمری

رسول مقبول

مصنف  
مولانا مولوی محمد صلح صاحب صوفی

باہتمام  
ملک دین محمد صاحب کتب کشمیری بازار لاہور

۱۳۴۳ ہجری

مالک

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الحمد لله ولحمده  
الكتاب الاجواب

مرکز شاپل پریس لاہور میں باہتمام مولانا نظام الدین پورٹریٹ چھاپا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُحْرًا وَنُصْرًا عَلَى رَسُولِ الْكَرِيمِ

دیباچہ

حمدِ باری تعالیٰ

خدا یا تیری حمد و ثناء اور یہ ہیچمدان پریدہ زبان تو ہی فرماتا ہے

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدًّا لَكَلَّمْتُ رَبِّي لَنْفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ

أَنْ تَنْفِدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جُنَّ بِمِثْلِهِ مَدًّا (سورہ کہف)

یعنی کہدے کہ اگر دریا سیاہی ہوں میرے پروردگار کی باتیں

لکھنے کو تو ضرور دریا ختم ہو جائیں۔ اس سے قبل تمام ہو جاویں

میرے پروردگار کی باتیں اگرچہ دیباہی اور دریا ہم مدد کو لائیں وَلَنْتَمَّ مَا قِيلَ -

تو ان در بلاغت سبحان سید نہ در کتہ نیچوں سبحان سید

ایک سے بڑھ کر نبی اور ولی بخوش اور قطب۔ عالم اور  
دانا پیدا ہوئے۔ مگر تیری حمد و ثناء کے لوق و دوق صحرا کو طے نہ کر سکے

## نعت سرور کائنات

بار خدا یا تیرے اس احسان کے قربان اور تیری اس بے بہا  
نعمت کے صدقے کہ تو نے اپنے فضل و انعام سے صاحب لولاک  
مند نشین تختِ لی مع اللہ معلم فأعلم الله لا اله الا الله گنجینہ علوم  
عرفان باعث کن فکان مورد الطاف و لسوف یعطیک ربک  
فتَرْضی مقرب بارگاہ قاب قوسین اودائی

خاکِ براج عرش منزل اُمی و کتاب خانہ درود

چابک قدم و بیضا فلاک والاگر و محیط لولاک

مقصود تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض بكم بتكريم كفى بالله

شهيده اوصوف بوصف و رفعتك ذكرك مخاطب بآية يا ايها المرسل

ويا ايها المدثر قائم مقام فانذير محمود برائك لعل خلق عظيم

احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ کو ہمارا پیشوا اور رہنما بنا کر بھیجا جسکے علم و حکمت

نے ہم کو تضلالت سے نکال کر اوج تہدایت آن کی آن میں پہنچا

دیاعبادت وہ سکھائی کہ تنھی عن الفحشاء و المنکر۔ تعلیم الہی می

کہ جس سے روحانی زندگی پائی حکمت وہ بتلائی کہ حکمائے زمانہ  
ششدر رہے شفقت و مروت بھی ایسی کہ جسکی مثال دنیا میں  
نہیں کیوں نہ ہو

نبی کے نور سے سب کچھ ہوا زیر و زبر پیدا  
کہیں جن و بشر پیدا کہیں شمس و قمر پیدا

وجود سرور دیں سے وجود ملک ہستی ہے

محمد سے ہوئے ہیں نکر و برا و خشک و تر پیدا

خدا کے بندے چتنے خاکسارانِ محمد ہیں

وہ کر لیتے ہیں خاکستر سے گنج سیم و زر پیدا

نہ تھا پہلے نہ اب، اور نہ ہوگا حشر کے دن تک

جہاں میں ثانی خیر البشر کوئی بشر پیدا

زمین و آسماں پر نور حق سے روشنی پھیلی

جب ایسا ہو گیا اوج شرافت پر قمر پیدا

بہ پروازِ محبت اڑ کے جا پہنچوں مدینے تک

میرے اس مرغِ بے پر کے اگر ہوں بال پر پیدا

غبارِ دیدہ تار یک باطن جس سے جاتا ہے

بجز شرب نہیں ہوتا ہے یہ کحل البصر پیدا



جہاں اللہ نے چاہا۔ اس وقت نہ تختی تھی نہ قلم۔ نہ باغ نہ آگ نہ کوئی  
 فرشتہ نہ آسمان نہ زمین نہ سورج۔ نہ چاند۔ نہ جن اور نہ کوئی انسان تھا  
 پھر جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ مخلوق کو پیدا کرے۔ تو اس نور کے چار  
 حصے کئے پہلے حصے سے قلم بنایا۔ دوسرے سے تختی تیسرے سے عرش  
 کو۔ پھر چوتھے حصے کے چار حصے کئے پہلے سے عرش کے اٹھانیواں  
 کو پیدا کیا۔ دوسرے سے کرسی کو تیسرے سے باقی فرشتوں کو۔ پھر  
 چوتھے کے چار حصے کئے۔ پہلے سے آسمانوں کو بنایا۔ دوسرے سے  
 زمینوں کو تیسرے سے باغ اور آگ۔ پھر چوتھے کے چار حصے کئے  
 پہلے سے ایمان والوں کی نگاہوں کا نور بنایا دوسرے سے انکے  
 دلوں کا نور بنایا۔ اور یہ اللہ کی پہچان ہے تیسرے سے ان کی  
 زبانوں کا نور بنایا۔ اور وہی اللہ کا اکیلا جاننا ہے۔

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے  
 محمد رسول اللہ علیہ السلام کا نور اپنے نور سے بنانیکا مطلب یہ ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا سایہ پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا نور جیسا تھا ویسا  
 ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ کا نور گھٹ نہیں گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی  
 صفت کا نمونہ انسان میں بھی رکھا ہے۔ انسان کا سایہ اور عکس  
 آئینہ میں ظاہر ہوتا ہے اور اس کا ایک بال بھی گھٹ نہیں جاتا

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کا پہلا سایہ ہے۔ یہ  
سایہ پہلے نہ تھا۔ فقط اللہ تعالیٰ ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سایہ کو  
پیدا کیا۔ پھر اسی سایہ یعنی نور محمدی سے قلم تختی۔ عرش اور  
گرسی وغیرہ کو پیدا کیا۔

طفیل سرورِ عالم ہوا سارا جہاں پیدا زمین و آسمان پیدا اکیس پیدا مکان پیدا  
نہ ہوتا اگر فروغ نور پاک رحمتِ عالم نہ ہوتی خلقتِ آدم نہ کلز ارجنان پیدا  
شہ لولاک کے باعث حبیب پاک کے باعث جناب حق تعالیٰ نے کئے کون مکان پیدا  
انہیں کے واسطے آدم انہیں کے واسطے حوا انہیں کے واسطے کافی کئے سب انس جان پیدا

پھر جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ دنیا میں اپنا ایک خلیفہ بنائے چنانچہ  
پہلے سیپاے میں ارشاد فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اَوْ زَمِیْنٌ کُو  
اُس سے آباد کرے اور نور محمدی کی روشنی دنیا میں پھیلانے تو اللہ تعالیٰ  
نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اور نور محمدی کو انکی پیشانی میں رکھا۔ پھر  
وہ منتقل ہو کر شیت علیہ السلام کی پیشانی میں جا چکا۔ پھر نوح علیہ السلام  
پھر ابراہیم علیہ السلام۔ پھر اسمعیل علیہ السلام وغیرہ اصلاطیہ  
اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتا ہوا عبدالمطلب کی پیشانی جو حضو  
کے جد امجد ہیں۔ اہلال کی طرح گول درخشاں ہوا۔ انہیں نوب  
اصحابِ فیصل کا واقعہ ہوا۔

## قصہ اصحاب فیل

نجاشی بادشاہ حبشہ کا ایک صوبہ تھا۔ مین میں ابرہہ وہ خانہ کعبہ کی طرف اہل مین اور تمام خلقت کا رجوع دیکھ کر حسد کیا کرتا تھا۔ اس نے خانہ کعبہ کے مقابلے میں اپنے پایہ تخت شہر صنوان میں نہایت خوش رنگ عالی شان مرصع گرجا تیار کر کے عام لوگوں سے اسکا طواف کرانا چاہا۔ اہل مکہ پر یہ سُکی حرکت شاق گذری۔ ایک قریشی شخص رفتہ رفتہ ابرہہ سے رسوخ پیدا کر کے شب کے وقت اُس گرجا کو جگہ جگہ بجس بنا کر چل دیا۔ اہل مکہ کا ایک قافلہ بھی اُن دنوں وہیں ٹھہرا ہوا تھا۔ اتفاقاً آگ سلگائی اور چونکہ ہوا تیز چل رہی تھی۔ اُسکی لپٹ نے کلیسیا کے بتوں اور تمام جواہرات کو بھسم کر دیا۔ غرض نتیجہ یہ ہوا کہ ابرہہ خانہ کعبہ گرا دینے کے ارادے سے لشکر چڑھا لایا۔ اہل مکہ نے ڈر کر پہاڑوں میں جائے پناہ لی صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب مکہ معظمہ میں حیران و پریشان رہ گئے جسوقت ابرہہ کا لشکر مکہ معظمہ کے قریب آیا تو اسکے ہاتھیوں میں سے بڑا ہاتھی جسکا نام محمود تھا گھٹنے زمین پر ٹیک کر حرم کے ادب کی وجہ سے بیٹھ گیا غصہ کے ساتھ مار کر اٹھایا گیا۔ ناگاہ جدہ کی طرف سے ستر چڑیاں جنگی چونچ اور دونوں پہنچوں میں تین تین کنکریاں تھیں نمودار ہوئیں۔



وہ عذاب کی کنکریاں سارا لشکرِ اعداء تباہ کر نیکی بعد ایک عرصہ تک  
قریش کے پاس رہیں۔ اس واقعہ کے پچپن روز بعد رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم تولد ہوئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ فیل میں مختصر  
طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ

شروع ساتھ نام اللہ کے جو نہایت مہربان رحم والا ہے تو نے دیکھا نہیں کیا برتاؤ کیا رب تیرے نے ہاتھی والوں

الْفِیْلِ ۝ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَهُمْ فِی تَضَلُّیْلٍ وَّ اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا

کے ساتھ کیا اُس نے انکا داڑ غلط نہیں کر دیا اور اُن پر بھیجے پرندے

اَبَابِیْلَ ۝ اَلَمْ یَمِیْرِهِمْ بِجَارِةٍ مِّنْ سِجِّیْلِ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّا کُوِّلُ ۝

غول غول جو اُن پر پھیلتے تھے پتھر کی کنکریاں تو اُنکو ایسا کر ڈالا جیسے بھوسہ کھایا ہوا ہے

## عبدالمطلب کی پیشانی میں نور محمدی کی چمک

حافظ ابو سعید نیشاپوری نے رابی بکر بن ابی مریم سے، اور انہوں نے  
سعید بن عمرو نصاری سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے  
کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کا نور مبارک جب عبدالمطلب میں منتقل ہوا۔ اور وہ جوان ہو گئے۔ تو  
ایک دن حطیم میں سو گئے۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا

ہے سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب بدن ہے انکو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ معلوم نہیں۔ یہ کس نے کیا ہے۔ انکے والد انکا ہاتھ پکڑ کر کاہنان قریش کے پاس لیگئے اور تمام واقعہ بیان کیا انہوں نے جواب دیا کہ معلوم کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اول قبیلہ سے نکاح کیا۔ اور انکی وفات کے بعد امینہ سے نکاح کیا۔ اور وہ عبد اللہ آپکے والد ماجد سے حاملہ ہو گئیں۔ پھر وہ نور کی چمک جاتی رہی۔

عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک انکی پیشانی میں چمکتا تھا۔ جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل شہیر کی طرف جاتے تھے۔ اور انکے ذریعہ سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ ببرکت نور محمدی کے باران عظیم مرحمت فرماتے (مواہب لدنیہ)

## چاہ زمزم اور عبد اللہ کا بیج ہونا

چاہ زمزم کی اصل تو حضرت اسمعیل علیہ السلام سے ہے جبکہ انکی ماں ہاجرہ اور انکو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بقعہ و دوق جنگل میں جہاں آب دانہ کا نام و نشان نہ تھا۔ بحکم خدا چھوڑ گئے تھے۔ پانی ایک مشک اور تھوڑے

چھوہارے دیکھے تھے۔ پانی کے ختم ہو جانیکے بعد جب حضرت اسمعیل علیہ السلام بیقرار ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پرمانے سے یہ پانی بھلا۔ اور حضرت ہاجرہ نے اُسکو گھیر دیا۔ اور وہ کنوئیں کی صورت ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ہاجرہ اس پانی کو نہ گھیر دیتیں تو تمام جہان اُسکا پانی پیتا۔ حضرت اسمعیل علیہ السلام کے عہد میں ایک مدت تک کنواں رہا۔ پھر وہ مٹی وغیرہ سے بھر گیا تھا اور اُسکی جگہ معلوم نہ تھی۔ عبدالمطلب نے خواب میں وہ جگہ دیکھ کے کھودنے کا ارادہ کیا۔ قریش مانع ہوئے اور لڑنے کو تیار ہوئے۔ عبدالمطلب کا کوئی معین نہ دیکھا۔ انکی اولاد بھی ایسی نہ تھی۔ جو کام آئے۔ صرف ایک بیٹا انکے ہاں تھا۔ وہ عبدالمطلب قریش سے لڑے اور بفضلہ تعالیٰ غالب آئے اور چاہہ زمزم کھودنا شروع کیا۔ قریش چاہہ زمزم کے صاف کرنے سے اس واسطے مانع ہوئے۔ کہ مقام زمزم کے قریب دو بت اسٹاں اور نائلہ رکھے ہوئے تھے۔

غرض اس دن اولاد کے زیادہ نہ ہونیکے سبب عبدالمطلب کو رنج ہوا، تب انہوں نے نذرمانی کہ اگر میرے دس بیٹے ہوں اور چاہہ زمزم میں کھود کر نکال لوں۔ تو ایک بیٹے کو قربانی کروں۔ اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کی یہ دعا قبول کی۔ اور دس بیٹے عطا کئے۔ پھر چاہہ زمزم

بھی کھودنے سے نکل آیا تب انہوں نے چاہا کہ ایک بیٹے کو قربانی کریں  
 تعین کے لئے قرعہ ڈالا عبد اللہ کا نام نکلا عبد المطلب عبد اللہ کا ہاتھ  
 پکڑ کر قربانی کی جگہ لائے۔ اور چاہا کہ قربان کریں۔ تمام قریش مانع ہوئے  
 عبد اللہ میں نور محمدی چمکتا تھا جس سے وہ بہت خوبصورت معلوم  
 ہوتے تھے۔ سب انہیں چاہتے تھے۔ حتیٰ کہ بھائی بھی نہیں چاہتے تھے  
 کہ عبد اللہ ذبح ہوں۔ آخر دو کد کے بعد سجاح نامی کاہنہ کے پاس  
 اس جھگڑے کو لیگئے۔ اُس نے کہا کہ تمہارے ہاں آدمی کی دیت دس اونٹ  
 ہیں۔ سو تم قرعہ اس طرح ڈالو کہ ایک طرف دس اونٹوں کا نام لکھو اور  
 دوسری طرف عبد اللہ کا نام۔ اگر اونٹوں کا نام نہ نکلے تو دس اونٹ اور  
 بڑھاؤ۔ اگر پھر بھی نہ نکلے تو اور بڑھاتے جاؤ۔ یہاں تک کہ اونٹوں کے نام  
 پر قرعہ نکلے عبد المطلب نے ایسا ہی کیا۔ ہر بار عبد اللہ کا نام قرعہ میں نکلتا  
 تھا۔ یہاں تک کہ سو اونٹوں کی نوبت پہنچی۔ تب اونٹوں کا نام نکلا۔ پھر  
 عبد المطلب اونٹوں کو قربان کر کے نذر سے فارغ ہوئے۔

اسی سب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اِنَّكَ الَّذِي بَيَّعْتَ  
 یعنی میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ ایک ذبیح سے آپ کے جد امجد حضرت اسمعیل  
 مراد ہیں۔ اور دوسرے سے آپ کے والد ماجد عبد اللہ بن عبد المطلب۔  
 ناظرین و شائقین کے توسیع خیالات کیلئے ذبیح اسمعیل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

## حضرت اسمعیل علیہ السلام کے ذبح ہو چکا ذکر

ابراہیم علیہ السلام کو خواب آیا کہ کوئی غیبی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اے ابراہیم اللہ کے نام پر اپنے بیٹے اسمعیل کو ذبح کر دو جب آنکھیں کھلیں۔ تو طبیعت میں بہاقتضائے بشریت گونہ پریشانی اور فکر کا اثر موجود پایا۔ یہ صبح اٹھویں ذی الحجہ کی صبح تھی اور شام تک قلب کا یہ حال رہا کہ ایک خیال جاتا اور دوسرا آتا تھا۔ کبھی دوسو سوہ ہوتا تھا۔ کہ یہ خواب کوئی شیطانی خیال ہے۔ اور کبھی خیال گذرتا تھا کہ منجانب اللہ روپائے صادقہ ہے جسکی تعمیل مجھے کرنی چاہیے۔ چنانچہ تمام دن اسی شک کی حالت میں گذر گیا اور کسی ایک خیال کو غلبہ نہ ہوا۔ اسلئے اس تاریخ کا نام یوم الترویہ (شک کا دن) ہے۔

نویں ذی الحجہ کی شب تھی کہ پھر وہی خواب نظر آیا جس نے گذشتہ شب اضطراب میں ڈالا تھا جب صبح ہوئی تو ابراہیم علیہ السلام کا وہ شک بالکل رفع ہو چکا تھا۔ اور اس دوسری خواب نے بتلادیا تھا کہ وحی ربانی کو دوسو سوہ شیطانی سمجھنا اللہ کے تابع دار بندے کی شان سے بعید ہے اسی وجہ سے اس دن کو عرفہ (علم و عرفان کا روز) کہتے ہیں۔

یہ تمام دن فرمان خداوندی کی تعمیل کے اہتمام میں غریح ہوا اور دسویں

کی شب میں تیسری بار پھر وہی خواب نظر آیا۔ اور اگلے روز جس کا نام یوم النحر (قربانی کا دن) ہے، اسکے لئے تجویز ہو گیا۔ کہ آج پیارا بیٹا اسمعیل باپ کے ہاتھ سے اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔

عالم کو منور کرنا والا آفتاب افق مشرق سے برآمد ہوا۔ اور سورج کی لمبی لمبی کرنیں عرب کے اونچے پہاڑ اور ٹیلوں سے نکلنے سے نکلنے لگیں۔ حجازی ریگستان کے ذرے اپنی چمک اور جھلک دکھلا چکے تھے کہ حضرت خلیل اللہ اس میدان میں آمو جو دو ہوئے جہاں بارہ برس ہوئے اپنے شیرخوار بچہ کو بکسوں کی گود کے گموائے میں لیٹا ہوا چھوڑ گئے اور قدرے پانی کے ساتھ کچھ چھوہاروں کا توشہ دیکر رخصت ہوئے تھے۔

اسمعیل علیہ السلام نے باپ کو دیکھا اور اسے تعظیم ادا کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے اسمعیل چھری اور رتی لے آؤ۔ اور چلو جنگل سے لکڑیاں کاٹ لائیں۔ اسمعیل علیہ السلام فوراً گھر میں گئے اور تیز چھری اور لمبی رسی لیکر باپ کے ہمراہ اس جنگل کی جانب ہوئے جو کہ بئیرہ کے شیب میں واقع ہے۔ وہاں پہنچ کر ابراہیم علیہ السلام نے اپنی سخی خواب کا ماجرا کہہ سنایا۔ اور فرمایا کہ اسمعیل اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے اور تم اپنی جان اللہ کے نام پر قربان کے لئے کمانتک تیار ہو۔

اسمعیل علیہ السلام نے گردن جھکالی اور عرض کیا کہ درکار خیر حاجت

بیچ استخارہ نیت۔ ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادہ سے ایسے امر میں جسکو حکم الہی سمجھ چکے تھے مشورہ لینا ظاہر ہے۔ اس نیت سے نہ تھا کہ تعمیل حکم الہی میں پس پیش تھا۔ بلکہ اس میں خاندان نبوت کے لوہمال کی آزمائش مقصود تھی۔ کہ دیکھوں سمعیل میرے کام میں مدد دینے کو کہاں تک آمادہ ہیں۔ چنانچہ آپکا خیال پورا ہوا۔ اور اسمعیل علیہ السلام نے اپنے باپ کی زبان سے اپنے ذبح کئے جانیکا مشورہ سُن کر تسلیم خم کیا۔ اور کہا کہ آبا جان جو کچھ آپکو حکم ہوا ہے اسی تعمیل جلد کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ مجھ کو آپ متحمل اور صابر پائیں گے۔

ابراہیم علیہ السلام اسمعیل علیہ السلام کی زبان سے یہ کلمات سُن کر نہایت خوش ہوئے۔ اور اپنے فرمانبردار تخت جگر کو اُس پتھر کے قریب لائے جو مٹی کی پہاڑی پر واقع ہے اور اب تک زیارتگاہ بنا ہوا ہے۔ عالمتاب آفتاب ایک نیزہ پر چڑھ چکا۔ اور ابراہیم علیہ السلام خوشی خوشی چھری کو پتھر پر رگڑ کر تیز کر رہے تھے۔ فرشتوں میں ایک کھلبلی پڑی ہوئی تھی اور املاء اعلیٰ میں تحیر کا عالم۔ یہ ایسا عجیب منظر تھا جسکی کوئی مثال عالم میں اب تک نہ گذری تھی نہ خلیل اللہ کے چہرہ پر کوئی پریشانی یا رنج کا اثر تھا۔ نہ اسمعیل علیہ السلام کی صورت پر یا یوسی یا فکر کا کوئی نشان نظر آتا تھا۔ چھری تیز ہو چکی اور ابراہیم علیہ السلام نے

جوان بیٹے کو ذبح ہونیوالی بکری کی طرح زمین پر لا ڈالا غیبی مخلوق میں ایک کھرام مچگیا لیکن کس کی طاقت تھی کہ جبروتی بارگاہ میں سوال کر سکے کہ یہ جگر دوز سا نسخہ کس مصلحت سے ہو رہا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام پیارے بیٹے کو ذبح کیلئے لٹا چکے تو اسمعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آبا جان مناسب ہو گا کہ اپنے مقدس کپڑے سمیٹ کر اور مجھے رستی سے باندھ کر ذبح فرمائیں کہ تڑپنے کی وجہ سے خون کی چھنٹیں آپکے کپڑوں پر نہ جائیں۔ اور چھری کو خوب تیز کر کے یکبارگی سرعت کے ساتھ حلق پر چلائیں۔ تاکہ مجھ پر جان کا نکلنا سہل ہو۔ اور کام سے فارغ ہو کر میری ماؤ مشفقہ کے پاس جائیں تو میرا سلام پہنچا دیں اور میرے بدن کا کڑتہ اُنکے حوالے فرمائیں تاکہ اُنکو اپنے اکلوتے بیٹے کی مفارقت پر سکون کا سبب بنے۔ اور یادگار نشانی اُنکی تسلی کرتی ہے۔ یہ کلمات سن کر ابراہیم علیہ السلام نے صاحبزادے کے منہ پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کیسا مددگار بیٹا ہوا مسرور ہو کر اپنا کام شروع کیا۔

خلیل اللہ کے قلب میں ایک قدرتی جوش تھا کہ نورِ نظر ذبح کرنے کے لئے حلق پر چھری چلا دی اور جب دو تین بار تیز کرنے پر بھی چھری نے کام نہ دیا تو دوبارہ بیٹے نے درخواست کی کہ آبا جان



مجھ کو منہ کے بل لٹا کر ذبح کیجئے تاکہ آپ ذبح ہوتے وقت مجھے نہ دیکھ  
 سکیں اور میری نظر چھری پر نہ پڑے مبادا آپ کے دل میں شفقت پوری  
 محبت جوش کرے۔ اور میرے دل میں خوف یا پریشانی لاحق ہو۔ اور یہ  
 ہر دو امر تعمیل حکم خداوندی کیلئے مانع اور ہماری پاک نیتوں میں تکرر پیدا  
 کر دینے کا سبب ہو جائیں۔ چنانچہ خلیل اللہ نے ایسا ہی کیا۔ اور  
 ہر دو شانے کے مابین مکر پر بیٹھ گئے اور ایک بلند آواز سے بسم اللہ  
 کہہ کر تلوار جیسی تیز اور آبدار چھری اسمعیل علیہ السلام کی گدی پر چلا دی  
 اور گلستان نبوت کے باغبان نے باغ رسالت کے نازک پھول  
 پر چھری چلائی اور ادھر عالم قدسی میں ایک شور برپا ہوا۔ جبریل امین  
 بے اختیار پکار اٹھے اللہ اکبر اللہ اکبر جسکے جواب میں ذبح  
 ہوئی والے اسمعیل نے بڑے جوش مسرت سے جواب دیا لا الہ الا اللہ واللہ  
 اکبر اور حضرت خلیل اللہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد ہی  
 مقدس اور پر جوش کلمات کا مجموعہ سنت ابراہیمی ہو کر اب تک ہر سال کے  
 یوم النحر یعنی عید قربانی کے دن بلکہ ادھر ادھر کے چار یوم ملا کر نویں الحجہ  
 سے تیرھویں ذی الحجہ تک ایام شریف میں ہر فرض نماز کے بعد پکارے  
 جاتے ہیں۔

دیکھئے فرمانبردار لاڈلے لیکن بہادر بیٹے کی نازک طبیعت کو کس

قدرتی صبر نے ایسا سکون دے رکھا ہے کہ عجیب استقلال کے ساتھ سجدہ میں پڑا ہوا گردن کٹوا رہا ہے۔ گویا ذبیح اللہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اس فنا ہونیوالی جان کا خالق کے نام پر قربان کرنا میری سعادت مندی اور فخر کا باعث ہے۔ جو دنیا میں حاصل ہونا خوش قسمتی پر دلالت کر رہا ہے اسلئے کوشش ہے کہ کہیں تیز چھری جلد اپنا پورا کام کرے اور خون بہنے کی سرسراہٹ جلد وہ نئی خوشی پیدا کرے جس کا گھنڈہ بھرے انتظار ہو رہا ہے لیکن خدا جانے اس چھری کو کیا ہو گیا۔ کہ خلیل اللہ کو دلی کوشش میں کامیاب نہیں ہونے دیتی کچھ ایسی کُنڈ اور بیکار ہو گئی ہے کہ ریشمی کھال بھی قطع نہیں کر سکتی۔

ابراہیم علیہ السلام نے جب چھری کو گدی پر رکھا اور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر زور سے چلایا۔ تو غیب سے آواز آئی کہ بس بس اے ابراہیم تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ اطاعت کا یہی منشا ہے جو تم سے ظاہر ہوا۔ اور فرمانبرداری اسی کا نام ہے۔ جو تم نے کر دکھائی۔

ابراہیم علیہ السلام اپنا کام پورا کر چکے تھے لیکن اللہ پاک کو جو صرف خلوص نیت کا دیکھنے والا ہے یہ مقصود نہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کی تیز کی ہوئی چھری سے اسمعیل علیہ السلام کا حلق کٹے۔ اسلئے آسمانی مخلوق کی وساطت سے ایک آن میں اسمعیل علیہ السلام کی جگہ ایک مینڈھا ڈالا گیا۔ جو

ذبیح اللہ کا فدیہ ہو کر خلیل اللہ کے ہاتھ سے ذبح ہوا۔ اور نسبت  
ابراہیمی بنکر امت محمدیہ میں ہمیشہ کیلئے رائج و شایع ہوا۔ القصہ ابراہیمؑ  
اٹھے اور فرحان و شاداں بیٹے کا ہاتھ پکڑے واپس آئے۔ اب میں  
پھر اصلی قصہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

## عبدالمطلب کی اولاد

عبدالمطلب کے تیرہ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں جنکے نام بتفصیل ذیل ہیں

بیٹے ابولہب۔ عباسؑ۔ قثمؑ۔ غیداقؑ۔ یاغیثؑ۔ یا مغلؑ۔ عبدالمطلبؑ  
ابوطالبؑ۔ ضارؑ یا ابوطائرؑ مقوم حمزہؑ عبد اللہؑ حرثؑ حجلؑ۔ زبیرؑ۔

بیٹیاں عاتکہ صفیہؑ بیضا یا ام حکیمؑ۔ امیمہؑ یا عمیرہؑ۔ برہ یا بریہؑ۔ اروےؑ  
ان میں سے تین بیٹے زبیرؑ۔ ابوطالبؑ۔ عبد اللہؑ اور چار بیٹیاں

امیمہ۔ برہ۔ بیضا۔ اروے ایک ہی بیوی فاطمہ کے لطن سے تھیں  
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وادی کا نام ہے۔

## عبدالمطلب کے بیٹوں کی اولاد

عبدالمطلب کے تیرہ بیٹوں کی اولاد بتفصیل ذیل ہے۔

(۱)۔ ابولہب کی اولاد۔ عتبہؑ۔ عقیبہؑ۔ خالدؑ۔ زبیرہؑ۔

(۲) - عباس کی - عبداللہ - فضل - کثیر - امینہ - صفیہ - ام حبیبہ

صبح مسہر - عبید اللہ - تمام حرث - قثم - معبد - عبدالرحمن -

(۳) - ابو طالب کی اولاد علی - طالب - عقیل - جعفر - ام ہانی - طلہون - حبانہ -

(۴) - مقوم کی اولاد - ہندہ -

(۵) - حمزہ کی اولاد - عمارہ - فاطمہ یا ام المہاد -

(۶) - عبداللہ کی اولاد - محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۷) - حبل کی اولاد - مرہ -

(۸) - زبیر کی اولاد - عبداللہ - ام الحکیم - ضباعہ - طاہرہ -

اَلْکَرَمُ بِہٖ نَسَبًا طَابَتْ عَنَاصِرُہٗ اَصْلًا وَفِرْعَاوَقَدْ سَادَتْ بِہِ الْبَشَرُ

مُطَهَّرٌ مِّنْ سَفَاہِ الْجَاہِلِیَّةِ لَا یَشُوْبُہٗ قَطُّ اِلَّا نَقْصًا وَلَا کَدًّا

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ مَن ذَا نَتَّ بِہِ الْعَصْرُ

## ولادت باسعادت

ملک عرب جہالت کی جس تاریکی میں پڑا ہوا تھا۔ اور اسکی روحانی

کھیتی جسطرح خشک پڑی تھی۔ اسکا نقشہ مختصر طور پر یہ ہے کہ توحید باری کا

نقشہ انکے صفحہ دل سے بالکل مٹ گیا تھا۔ اور اسکی بجائے طرح طرح کے

فاسد عقائد اور بیہودہ توہمات اور باطل عبادتیں کا نقشہ فی الجبر ہو ہی

تھیں۔ آپ رسالت کے مدت تک بند رہنے سے انکی روحانی زمین اور اخلاقی کھیتی ایسی اجاڑ پڑی تھی۔ کہ خدا پرستی اور حقوق شناسی کی نام کو بھی نظر نہ آتی تھی۔ ایک آگ کا پروانہ تھا۔ تو دوسرا بتوں کا دیوانہ۔ کوئی اجرام فلکیہ کی پرستش کرتا تھا۔ اور کوئی سکبان فلک کو نبات اللہ یعنی خدا کی بیٹیاں خیال کر کے انکی عبادت کرتا تھا۔ کوئی جھیلوں اور دریاؤں کی محبت میں غرقاب تھا۔ اور کوئی پتھروں اور پہاڑوں سے سر ٹکراتا تھا۔ کوئی نیچر ہی کو خدا ماننے ہوئے تھا۔ اور کوئی خالق نیچر سے ہی اصلاً بنجبر اور بانکل منکر تھا۔ غرض بیدینی کی جو رسم متصور ہو سکے وہ سب ادا کرتے اور فواجش کی جو صورت وہم میں آسکے وہ سب بجالاتے شب روز منکرات میں بسر کرتے اور فرائض و حقوق اللہ کی ہرگز پروا نہ کرتے انکی اس بہائم سے بدتر اور انعام سے خراب تر حالت میں رحمت رحمانی جوش زن ہوئی اور فیض ربانی انکے متوجہ حال ہوا۔ صبح صادق روشن ہوئی اور نیر عظیم کی آمد آد لگی اور رحمت چھایا اور مبارک مہینے کی اُسیدیں ہوئیں

## حضور علیہ السلام کا نسب نامہ

صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ اس طرح مرقوم ہے کہ محمد بیٹے عبد اللہ کے وہ عبد المطلب کے وہ ہاشم کے وہ عبد مناف کے

وہ قصی کے۔ وہ کلاب کے۔ وہ مرہ کے۔ وہ کعب کے۔ وہ لوی کے۔ وہ غالب کے۔  
 وہ فہر کے۔ وہ مالک کے۔ وہ کنانہ کے۔ وہ خزیمہ کے۔ وہ مدکر کے۔ وہ  
 مضر کے۔ وہ نزار کے۔ وہ معد کے۔ وہ عدنان کے تھے۔ یہاں تک تو تمام  
 مؤرخین کا اتفاق ہے۔ اسکے بعد حضرت آدم علیہ السلام تک بہت اختلاف  
 ہے۔ مگر اسمیں شک نہیں ہے کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام۔ ابراہیم علیہ السلام  
 نوح علیہ السلام۔ اور یس علیہ السلام اور شیت علیہ السلام وغیرہ انبیاء آپ کے  
 اجداد میں داخل ہیں \*

## حضور علیہ السلام کا خاندان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے اعلیٰ اور چیدہ خاندان میں سے  
 ہوئے چنانچہ صحیح مسلم میں داخلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو حضرت اسمعیل علیہ السلام  
 کی اولاد سے چن لیا۔ اور قریش کو کنانہ کی اولاد سے اور ہاشم کو قریش کی اولاد سے  
 اور مجھ کو ہاشم کی اولاد سے چن لیا۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عرب کے  
 بہترین خاندان اور شریف گھرانے میں پیدا ہوئے۔

مَا قِيلَ إِلَّا هُمْ قَدْ سَمِعُوا أَوْ سَيِّدٌ نَحْوُ فِعْلِ الْخَيْرِ مَبْتَدَأٌ

آپ کے سلسلہ نسب ہی بڑے ہی بڑے ہیں۔ ایا ایسے سردار ہیں کہ محل خیر کی طرف  
 جو عظمت میں عالیشان رکھتے ہیں۔ اسبقت کرنے والے ہیں۔

## عبداللہ کا نکاح

عبداللہ چونکہ بچپن سے عالی ہمت لیر اور شکار کے شوقین تھے۔ اسلئے وقت کا اکثر حصہ جنگل کی جھاڑیوں اور ریگستانی لقم و ق میدانوں میں گزارتا تھا۔ روضۃ الاحباب میں مروی ہے کہ ایک بار چند حاسد یہودیوں نے مشورہ کیا کہ جس طرح بن پڑے عبداللہ کو قتل کر ڈالو۔ اور بہتر ہو کہ عبداللہ کا خون کسی ریگستان میں اُس وقت بہایا جائے جبکہ وہ شکار کھیلنے تنہا کسی جنگل کو قطع کر رہے ہوں۔ تاکہ قاتل کا پتہ نہ چلنے پر قصاص کا کوئی مدعا علیہ نہ بن سکے۔ چنانچہ عین اس وقت جبکہ عبداللہ تنہا جنگل میں شکار کھیل رہے تھے دفعتاً چند یہودی تلواریں لٹکائے ہوئے شکار گاہ میں آہنچے اتفاق سے وہب بن مناف بھی اس جنگل میں آئے ہوئے تھے۔ اُس نے آگے بڑھ کے اُن سے پوچھا کہ کہاں جاؤ گے اور کس کام کو آئے ہو۔ انہوں نے کہا عبداللہ کو مارنے آئے ہیں۔ بتلا وہ کہاں ملیگا۔ وہب نے کہا کہ اُسکا کیا گناہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ گناہ تو کچھ نہیں لیکن اُسکی پشت سے ایسا فرزند پیدا ہوگا کہ اُسکا دین تمام دینوں کو موقوف کر دیکے اسلئے ہم نے چاہا کہ عبداللہ کو مار ڈالیں تاکہ وہ شخص پیدا نہ ہو تب وہب نے کہا تم سب کے سب بڑے بیوقوف اور احمق معلوم ہوتے ہو۔ اتنا نہیں جانتے کہ اگر اُسکا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہے

تو تم کس طرح مار سکو گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں تو تم نے ناحق خون پر کمر  
 باندھی ہے۔ اتنے ہی میں کیا دیکھتے ہیں کہ یکا یک کئی سوار غیب سے ظاہر ہوئے  
 اور ان یہودیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ایک دم سب کا صفایا کر دیا  
 وہب بن مناف یہ حیرت انگیز معاملہ دیکھ کر گھبرائے اور اپنی بیوی سے یہ  
 قصہ بیان کیا۔ اور یہ بھی کہہ دیا کہ میرے خیال میں پیاری بیٹی آمنہ کو عبد اللہ  
 سے بہتر شوہر نہیں مل سکتا۔ اسلئے اگر عبد المطلب راضی ہو جائے تو میں  
 بیشک عبد اللہ کے ساتھ نکاح کر دوں گا۔ آمنہ بنت وہب شرف  
 حسب و نسب میں ممتاز تھی۔ فوراً ہی ایک عورت کی وساطت سے  
 عبد المطلب کو آمنہ کے پیغام دینے کی بابت رائے دی گئی۔  
 عبد المطلب بھی آمنہ کے محمودہ خصائل اور شرافت و حسن جمال کا  
 شہرہ سُن چکے تھے اسلئے بلا تاخیر عبد اللہ کے نکاح کا پیام وہب بن  
 مناف کو دیدیا۔ اور جانبین سے بات پختہ ہونے پر ساعت سعید میں  
 عبد اللہ بن عبد المطلب کا آمنہ بنت وہب سے نکاح ہو گیا (رواہ حاکم)  
 کتاب آمنہ تھیں تو عبد اللہ آفتاب بيشل وہ اگر تھیں تو یہ بھی تھے لاجواب  
 جوڑا عجیب حق نے بنایا تھا اسلئے فرزند انکا ہوگا اک عالم کا انتخاب  
 اب اسکا بیان کرنا چنداں ضروری نہیں کہ ان عورتوں کا کیا حال ہوا  
 جو عبد اللہ کے وصال کی عرصہ سے خواہشمند تھیں اور جب نور محمدی صلب



عبداللہ سے منتقل ہو کر رحم آمنہ میں پہنچ گیا تو ان پر کیا گزری مہوڑ خین  
 نے لکھا ہے کہ دو سو عورتیں اس رشکِ افسوس میں دنیا سے انتقال کر  
 گئیں۔ منجملہ انکے ایک واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ انوارِ محمدیہ میں مرقوم  
 ہے کہ جب نور محمدی صلب عبداللہ سے منتقل ہو کر رحم آمنہ میں پہنچ گیا  
 تو ان میں وہ نور ربانی جو انکی پیشانی میں چمکا کرتا تھا۔ معدوم ہو گیا۔ اس  
 حالت میں ایک دن وہ اس یہودی کاہنہ سے کہیں جاتے ہوئے راستے  
 میں ملائی ہوئے۔ جو نکاح سے پیشتر عاشق و شیدا تھی۔ اس نے  
 آپکی طرف کچھ التفات نہ کیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ اب تجھ میں  
 وہ پہلی سی محبت و الفت نہیں رہی۔ اس کا کیا سبب ہے اس نے  
 نہایت حسرت بھری نگاہ سے دیکھ کر کہا۔

گیا اے ماہِ تاباں تو کدھر تھا وہ جلوہ اب نہیں جو پیشتر تھا  
 بتا وہ نور ربانی کہاں ہے جو پیشانی میں تیرے جلوہ گر تھا  
 کہاں وہ چاند پہنچا جسکے غم میں کتاں کی طرح چاک اپنا جگر تھا  
 نہ تھی کچھ وصل کی تیری تمنا میرا دل مبتلا اس نور پر تھا  
 مقدر میں تھا بی بی آمنہ کے میری قسمت میں کب یہ گنج و زر تھا

عجبت اس کاہنہ کا غم تھا بیدل

ہوا وہ حق کو جو بد نظر تھا

## آپ کا شکم مادر میں آنا

محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میلاد میں ارقام فرماتے ہیں کہ جب نور محمدی آمنہ خاتون میں آیا تو غیب سے ایک پکار نیوا زمین و آسمان کی بزرگترین چیزوں کو یوں خطاب کرتا ہے۔ اے عرش! نور کے برقعے پہن لے اے کرسی فخر کی چادریں اوڑھ لے اے حور و دریاچہ ہائے جنت میں آراستہ ہو بیٹھو اے فرشتوں اور کے شکے باندھ لو اور عرش کے گرد کھڑے ہو جاؤ۔ اے داروغہ بہشت جنتوں کے دروازے کھول دے۔ اے مالک دوزخ جہنم کے دروازے بند کر دے کیونکہ آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماں کے شکم میں رونق افروز ہوئے ہیں سیرت ابن ہشام میں مروی ہے کہ آپکی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میں کسی عورت کا کوئی حمل نہیں دیکھا جو مجھ سے زیادہ سبک اور سہل ہو پھر فرماتی ہیں کہ جوں جوں ولادت کا زمانہ قریب آتا تھا۔ آثار سرور و فرحت زیادہ ہوتے تھے اور طبیعت کو شگفتگی اور تفریح ہتی اور سب سے زیادہ میری عزت اور توقیر یہ تھی کہ ہر مہینے میں ایک ایک پیغمبر آکر مجھے خوشخبری سناتے اور حضو کے طرح طرح کے فضائل و بزرگی کا بیان کرتے تھے پھر فرماتی ہیں کہ جب آپ حمل میں آئے تو انکو خواب میں بشارت دیکھی۔ کہ تم اس

امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو۔ جب وہ پیدا ہوں تو یوں  
 کتنا اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد اور انکا نام محمد رکھنا  
 ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور کی ولادت کا وقت  
 قریب آیا تو آپکی والدہ ماجدہ کو غیب سے کوئی شخص کتا تھا  
 تیرے شکم میں نور رسالت پناہ ہے سرتاج انبیا کا حبیب الہ ہے  
 اب مثل تیرے کون سے عز و وقار میں تو فخر روزگار ہوئی روزگار میں  
 اب عنقریب وقت ظہور رسول ہے اور تیری ذات مطلع نور رسول ہے  
 ہنگام اب ظہور کا اسکے قریب ہے جو خاتم الرسل ہے خدا کا حبیب ہے  
 ہے آج دن ظہور رسالت پناہ کا ہر جا ہے شور اشد ان لا الہ کا

## حضور کے والد عبد اللہ کی وفات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی لطن باد میں ہی تھے کہ آپکے دادا عبد اللہ نے  
 آپکے والد عبد اللہ کو بغرض تجارت ملک شام کی جانب روانہ کیا لیکن افسوس  
 کہ عبد اللہ نے مدینہ طیبہ میں پہنچتے ہی پچھن برس اور کئی ماہ کی عین شباب خیز  
 عمر میں انتقال کیا۔ اور اس احاطہ میں مدفون ہوئے جہاں آپکے ننھیال کے لوگ  
 مدفون تھے۔ اور یوں آپ ہمیشہ کیلئے سایہ عاطفت پدری سے محروم ہو گئے۔  
 ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے والد نے انتقال کیا۔ تو تمام فرشتوں نے بدرگاہ رب العالمین عرض کی کہ یا ایاہ العالمین تیرا حبیب یتیم ہو گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے مقرب فرشتوں میں خود اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نگہبان اور مددگار ہوں۔ چنانچہ سورہ داعی میں ارشاد فرمایا اَلَمْ نَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاوَىٰ  
یعنی (اے محمد) کیا اُس نے تجھے یتیم نہیں پایا پھر تجھے جگہ دی۔

## تاریخ پیدائش

سب کا اتفاق ہے کہ یومِ دو شنبہ پیرا تھا۔ وقت بعض نے شب لکھا ہے بعض نے دن بعض طلوع فجر۔ مگر تاریخ میں اختلاف ہے۔ آٹھویں یا بارھویں ماہ سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا۔ سن سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل تھا یعنی جس سال صحابہ فیل ہلاک کئے گئے بقول بعض اس قصبے سے پچاس دن یا بروایت پچپن دن بعد ہوئے۔ مکان بعض کے نزدیک مکہ میں بعض کے نزدیک شہ میں بعض کے نزدیک روم میں بعض کے نزدیک عسفان میں بعض کے نزدیک سر اے محمد ابن یوسف نزار میں۔ (مواہب لدنیہ وغیرہ) خلاصہ یہ کہ حضور بارہ ربیع الاول مطابق ۲۹ اگست ۵۷۰ء کو دو شنبہ کے دن بوقت صبح پیدا ہوئے۔

## جموعہ یاسی اور متبرک دن کو پیدا نہ ہونے کی حکمت

آپ کے جموعہ کے دن یا ماہ رمضان یا کسی اور دن میں جو متبرک مشہور ہیں پیدا نہ ہونے میں یہ حکمت اور سرار مخفی ہے کہ کوئی شخص یہ بات نہ کہنے پائے کہ آپ کو دن اور مہینے سے یہ برکت حاصل ہوئی ہے۔ بلکہ آپ ایسے دن اور مہینے میں پیدا ہوئے۔ کہ اسکو آپ کے سبب سے برکت حاصل ہوئی ہے۔ گویا ماہ ربیع الاول پیر کے دن کو آپ کے سبب سے شرفِ عظیم حاصل ہوا۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فتح العزیز میں ایک روایت لکھتے ہیں کہ علمائے محققین کے نزدیک اس رات کو جسکی صبح کو حضور پیدا ہوئے۔ لیلۃ القدر سے زیادہ فضیلت ہے۔ کیونکہ لیلۃ القدر کی فضیلت تو نزول ملائکہ کے سبب سے ہے مگر شبِ ولادت میں حضور خود شریف لائے۔ جو تمام ملائکہ اور جن انس سے بڑھ کر ہیں۔ محمد شہ و حدت ہے کوئی مزاحی کیا جائے شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

## پیدائش کے وقت آپ کا آلائش سے پاک ہونا

انوارِ محمدی میں ابن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو آپ کے ساتھ آلائش نہ نکلی۔ جیسے اور

بچوں کے ساتھ بوقت پیدائش نکلتی ہے۔

## پیدائش کے وقت آپ کا امّی امّی کہنا

مدارج النبوة میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو اسی وقت آپ نے سجدہ کیا۔ اور آہستہ آہستہ فرمایا یارب اغفر اُمّتی اُمّتی علاوہ ازیں آپ جنت سے غسل یافتہ پیدا ہوئے:-

مسلمانو! واقعی خوش ہونی کا مقام ہے اور تصدیق ہو جانے کی جگہ ہے کہ ہم کو ایسا رفیق رحیم و کریم اور شفیق رسول ملا ہے۔ جس نے آتے ہی ہماری بخشش کی فکر فرمائی۔

ایسے رسول پاک ہمیں پیشوا ملے ہم سے خطا شعاروں کو یہ مقتدا ملے  
تھی رات دن جس کو امت کی گفتگو اور ہم سیاہ کاروں کی بخشش کی جستجو کرتے تھے روز و شب یہی خالق سے التجا کرتے تھے  
محشر میں جبکہ جمع ہو سب خلق الہ ایمان پہوئے خاتمہ ان سب کا اے کریم  
اپنے عذاب سے میری امت کو بے پناہ چھوٹے نہ ان سے حشر تک راہ مستقیم

دنیا میں سب عذابوں سے انکو ملے اماں  
عقبی میں اپنے فضل سے دے گلشن جنان

## آپ کا پیدائشی ختنہ کیا ہوا اور ناکٹا ہوا پید ہونا

طبرانی اور ابو نعیم کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ کئے ہوئے پیدا ہوئے اور کسی نے آپ کی شرمگاہ کو بھی نہیں دیکھا۔

برہنہ نہ ہوتا بدن آپ کا جو ہوتا تو دیتے فرشتے چھپا  
جھلاتے تھے جھولا فرشتے مدام کیا کرتا تھا چاندان سے کلام  
جدھر کو اشارہ تھے کرتے نبی اسی طرف کو چاند جھکتا بھی

## بوقت ولادت حضور عجائبات و خوارق کا ظہور

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو بہت سے عجائبات اور خوارق عادات ظہور میں آئے منجملہ انکے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) عطاء اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آمنہ بنت وہب کہتی ہیں کہ جب آپ میرے لہن سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جسکے سبب سے مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا پھر آپ زمین پر آئے اور دونوں ہاتھوں پر سہارا دئے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے خاک کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا (مواہب لدنیہ)

(۲) فاطمہ بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ کی

ولادت کا وقت آیا تو آپ کے تولد کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آگئے ہیں کہ جھکو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑینگے (مواہب لدنیہ)

(۳) مواہب لدنیہ میں مروی ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت کسریٰ کے محل میں زلزلہ پڑ گیا۔ اور اُس کے چوٹ کنگرے گر پڑے۔ بحیرہ طبریہ نعتاً خشک ہو گیا۔ اور فارس کا آتشکدہ بجھ گیا۔ جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا

(۴) سیرت واقدی اور مواہب لدنیہ میں مروی ہے کہ آپ نے ولادت کے وقت کلام فرمایا:

## حضور کی شیرخوارگی

شیخ عبدالحق صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوة میں ارقام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کا دودھ صرف سات یا نو روز تک پیا۔ پھر ثویبہ نے آٹھ دن تک پلایا۔ یہ ثویبہ ہی ہے جس نے حضور کے پیدا ہونے کی بشارت آپ کے چچا ابولہب کو سنائی تھی۔ کہ تیرے بھائی عبد اللہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ ابولہب نے اسی وقت اُسکو اس بشارت کے صلہ میں آزاد کر کے کہا کہ تُو جا کر اُس نو مولود کو دودھ پلا۔ ثویبہ ہی نے آپ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ گویا وہ بھی آپ کے رضاعی بھائی تھے۔



مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ابولہب کو  
اُسکے مرنیکے بعد خواب میں دیکھا۔ اور اس سے حال دریافت کیا۔ اس نے  
کہا کہ میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں مگر ہاں سپر کی رات کو عذاب میں  
قدرے تخفیف ہو جاتی ہے (یعنی شہادت اور وسطی انگلیوں کے درمیان  
سے کچھ پانی چوسنے کو مل جاتا ہے۔ جسکے باعث عذاب میں قدرے  
تخفیف ہوتی ہے) ان انگلیوں کے اشک سے میں نے اپنی  
لوٹھی ٹوہرہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پہنچانے کے سبب اُنکے  
دودھ پلانیکے واسطے آزاد کیا تھا۔ (ما ثبت بالسنتہ)

مدارج النبوة میں شیخ عبدالحق صاحب محدث ہلوی رحمۃ اللہ علیہ  
فرماتے ہیں کہ اس روایت سے مولود کرینکی سند ملتی ہے۔ منکرین اس  
روایت صحیحہ پر غور کریں۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب ابولہب جیسے کافر کو  
جسکی مذمت میں قرآن شریف کی متعدد آیات نازل ہوئیں جہنم میں اس  
بات کا معاوضہ دیا گیا۔ تو بھلا مسلمان مولود خوانوں کو بہشت میں  
کیا کیا نعمتیں عطا ہونگی۔

بعد ازاں خولہ بنت المنذر نے اور پھر حلیمہ کے علاوہ ایک دوسری  
عورت نے جو قبیلہ بنی سعد میں سے تھیں۔ اور اسکے بعد تین اور عورتوں نے

آپکو دودھ پلایا۔ غرض جب آپکی عمر قریباً ایک ماہ کی تھی۔ تو آپ  
دانی حلیمہ کی تحویل میں گئے۔

## حلیمہ سعدیہ

ثویبہ کے بعد حلیمہ سعدیہ نے آپکو دودھ پلایا۔ قریش کا دستور  
تھا کہ لڑکوں کو دودھ پلانے والیوں کو اجرت دیدیا کرتے تھے۔ وہ  
اپنے گھر میں لیجا کے دودھ پلایا کرتی تھیں۔ اور بعد ختم ایام رضاعت  
کے انکے پاس واپس پہنچا دیتی تھیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے تو ان دنوں  
بھی حسب دستور بہت سی دودھ پلانیوالی عورتیں مکہ کی طرف آئیں جن میں  
حلیمہ سعدیہ بھی تھی۔ حلیمہ فرماتی ہیں چونکہ میری سواری نہایت ڈبلی پتلی  
تھی۔ اس لئے سب کے بعد پہنچی۔ مجھ سے پہلے ہی سب عورتوں نے  
قریش کے سرداروں اور بالداروں کے بچے لے لئے۔

حلیمہ کو معلوم ہوا کہ سردار مکہ عبدالمطلب کے پوتے محمد بن عبد اللہ کو بھی دایہ  
کی ضرورت ہے۔ لیکن بچہ یتیم ہے۔ اور باپ کا سایہ سر سے اٹھے ہوئے  
کئی مہینے ہو چکے ہیں۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی پتہ لگا کہ کوئی دایہ ایسی نہ تھی۔  
جس کے آپ پیش نہ کئے گئے ہوں مگر آپکی بہتی کے سبب کسی نے آپکو

قبول نہیں کیا۔ حلیمہ حیران تھیں کہ کیا کروں۔ خالی ہاتھ واپس ہوئی بہت  
 بھی نہیں ہے۔ نہ ہی یتیم بچہ کو لینے کی رغبت ہے مگر اُسے کیا خبر تھی۔ کہ  
 سلطنت دنیا کو حقیر بنانے والی نعمت اور ہر قسم کی دینی دنیوی برکات کا  
 بھرپور خزانہ کا تپا زل نے اُنکی تقدیر میں ہی لکھا ہے جسکو بادل ناخواستہ  
 بھی نہیں منظور کرنا پڑیگا۔ اسلئے حلیمہ نے اپنے شوہر سے مشورہ لیا  
 اور آخر کار کچھ پس و پیش کے بعد آمنہ کے گھر روانہ ہوئیں۔ یہاں آکر  
 دیکھا کہ یتیم بچہ خوابِ استراحت میں ہے۔ اور چکدار پیشانی سے ایسا  
 نور جلوہ گر ہے۔ جو ہر واقعہ ناواقف کے دل میں آپکی محبت پیدا کرتا ہے  
 آپکے خدا و احسن نے حلیمہ کو بھی متحیر بنا دیا۔ اور بے اختیار انہوں نے نہایت  
 محبت کے ساتھ آپکو گدگد کر اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور داہنی چھاتی آپکے  
 منہ مبارک میں دمی آنے دودھ پیا۔ پھر حلیمہ نے چاہا کہ بائیں چھاتی منہ میں  
 دوں۔ اُسکو آپ نے منہ میں نہ لیا۔ گویا بائیں چھاتی اپنے رضاعی بھائی حلیمہ کے  
 بیٹے کے واسطے چھوڑ دی۔ سبحان اللہ انصاف اسی کا نام ہے! اللہ تعالیٰ  
 نے آپکو بچپن میں ہی ایسا عادل اور منصف بنایا تھا کہ جسکی نظیر دنیا میں  
 نہیں ملتی۔ غرض آپ ہمیشہ داہنی چھاتی کا دودھ پیتے رہے۔  
 حلیمہ تین دن تک تو مکہ میں ہی۔ بعدہ آمنہ خاتون کی اجازت لیکر  
 وہاں سے رخصت ہوئیں حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب ہمارا قافلہ مکہ سے روانہ

ہوا تو میں بھی حضور کو اپنی سواری پر آگے بٹھلا کر چل پڑی۔ یہی وہ سواری تھی جو آج سے چند روز پہلے چابک کھالی اور مار مار کر ہنکائی جاتی تھی۔ اور آج اُسکی صبارفتاری کا یہ عالم تھا کہ لوگ پیچھے چنچ رہے ہیں۔ کہ حلیمہ ذرا آہستہ چلو آہستہ چلو۔ اور یہ ٹھیرنا نہیں جانتی لیکن اس وقت تو وہ نبی کی سواری بنی ہوئی تھی اور کسی دوسرے ہی سہارے پر جا رہی تھی۔ انسان سے کب رک سکتی۔ غرض حلیمہ اپنے قبیلہ کی تمام بدوی عورتوں سے پہلے اپنی جائے سکونت میں پہنچ گئیں۔

انہیں دنوں میں وہ قحط بھی رُفح ہو گیا جس نے عورتوں کو اپنے پیارے بچوں کے کھانے تک مجبور کر دیا تھا۔ حلیمہ کے مال اور مویشی میں وہ برکت ہوئی کہ تمام قبیلہ حیران تھا۔ ہر صاحب مویشی اپنے چرواہے کو تاکید کیا کرتا تھا کہ اسی جنگل میں چراؤ جس میں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ صبح کو خالی پیٹ جاتیں اور شام کو پیٹ بھری دودھ سے لبریز ہو کر واپس آتی ہیں۔

چاند کے سامنے کیا تاب کہ ظلمت آئے  
رحمت آئے تو وہاں کیوں نہ فرغت آئے  
ہوئے سرسبز درختوں کی طراوت آئے  
پھر تو کیا تاب کہ اس دلمیں شقاوت آئے

جس جگہ جاوے نبی کیونکر خواست آئے  
رحمت عالم کا کیا حق نے نبی کو اپنے  
ابر رحمت کا جہاں بسے ہاں کیوں نہ زمین  
چسکے دلمیں ہو پیغمبری کی محبت کا نشان

ذکر ہو رحمتِ عالم کا جہاں جس گھر میں مشکل آسان ہو اللہ کی رحمت آئے  
 حلیمہ فرماتی ہیں کہ حضور کے باعث میرے گھر میں یہ بھی برکت تھی کہ  
 جب سے آپ کے قدم مبارک میرے گھر میں آئے۔ مجھے چراغ کی حاجت کسی  
 رات کو نہ ہوئی تھی۔ تمام مکان آپ کے چہرے کے نور سے ہمیشہ روشن  
 و رخشاں رہتا تھا جب مجھے اندر جانے کی ضرورت ہوتی تو اندھیری  
 کوٹھڑی آپ کے چہرے کے نور سے روشن ہو جاتی۔ اور جو چیز مجھ کو درکار  
 ہوتی بے تکلف اس روشنی میں سے لے لیتی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نشوونما دوسرے بچوں کی طرح نہ تھا بلکہ  
 جو بالیدگی اطفال کو ایک برس میں ہوتی تھی۔ اُس قدر آپ کو ایک دن  
 میں ہوتی تھی۔ آپ دوسرے مہینے اشارہ کرنے اور تیسرے مہینے  
 گھٹنوں چلنے لگے۔ چوتھے مہینے اٹھ کر اپنے پاؤں سے کھڑے ہوئے  
 اور پانچویں مہینے ہاتھ دیوار پر ٹیک کر ایک دو قدم چل لیتے تھے۔ چھٹے  
 اور ساتویں مہینے تیز رفتاری بھی پیدا ہو گئی۔ آٹھویں مہینے دوڑنے  
 لگے۔ نویں مہینے استعداد گفتار پیدا ہو گئی۔ دسویں مہینے فصیح اور دل آویز  
 گفتگو کرنے لگے۔ گیارہویں مہینے باتوں کا دانشمندانہ جواب دینے  
 اور تیر و کمان لیکر جنگل میں بچوں کے ساتھ جانے لگے۔  
 جس وقت سے آپ میں طاقتِ گفتار پیدا ہوئی کوئی چیز آپ نے بسم اللہ

کہے بغیر ہاتھ میں نہ لی۔ آپ کو کبھی لہتر پر پول و براز کا اتفاق نہیں ہوا اور نہ کبھی بچوں کے ساتھ کھیل کو میں مشغول ہوئے۔  
 ابن سعد اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ کہ حلیمہ آپ کو کمیس دور نہ جانے دیا کرتیں۔ ایک بار انکو کچھ خبر نہ ہوئی۔ آپ اپنی رضاعی بہن کے ساتھ عین دوپہر کے وقت چراگاہ کی طرف چلے گئے۔ حلیمہ آپ کی تلاش میں نکلیں۔ یہاں تک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا۔ کہنے لگیں کہ اس گرمی میں انکو لائی ہو بہن نے کہا کہ اماں جان میرے بھائی کو گرمی نہیں لگی۔ کیونکہ میں نے بادل کا ایک ٹکڑا ان پر ساڑھ کئے ہوئے دیکھا۔ جب آپ بھی ٹھہرتے تو وہ بھی ٹہر جاتا۔ جب یہ چلنے لگتے تو وہ بھی چلنے لگتا۔ مواہب لدنیہ

## شوقِ حرم

تیسرے برس آپ نے درخواست کی کہ اماں جان مجھ کو بھی اجازت دیجئے کہ میں بھی اپنے بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے جنگل جایا کروں۔ حلیمہ نے آپکی ہشکنی کے اندیشہ سے انکار نہ کیا۔ اور اجازت دیدی۔ صبح کو آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں موقع پا کر فرشتوں نے آپ کو زمین پر لٹایا۔ جبریل علیہ السلام نے سینہ مبارک کو

ناف تک چاک کیا اور دل مبارک کو نکال کر دھویا۔ اور سینہ سے پر کیا  
پھر اپنے دل میں ۔۔۔ معرفت نبوت کا نور بھر کر اپنی جگہ رکھ دیا۔ اور  
سینہ برابر کر کے ٹانگے لگا دیئے ۔

یہ کیفیت دیکھ کر حلیمہ کا لڑکا لرزتا کانپتا اور دوڑتا ہانتاماں کے  
پاس آیا اور کہنے لگا کہ اماں جان دوڑو۔ دیکھو۔ ہمارے قریشی بھائی کو  
دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا۔ اور شکم چاک کیا میں اسی  
حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ سو ہم دونوں گھبرائے ہوئے پہنچے تو دیکھا کہ آپ کھڑے  
ہیں۔ مگر رنگ خوف سے متغیر ہے۔ میں نے پوچھا بیٹا کیا ہوا فرمایا دو شخص  
سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے۔ اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے  
اس میں سے کچھ ڈھونڈھ کر نکالا معلوم نہیں کیا تھا ۔

ہم آپ کو اپنے ڈیرے پر لائے اور شوہر نے کہا حلیمہ اس لڑکے کو  
آسیمب کا اثر ہوا ہے قبل اسکے کہ اسکا زیادہ ظہور ہو۔ انکے گھر پہنچا۔ میں  
حضور کی والدہ کے پاس لیکر گئی۔ کہنے لگی کہ تو تو اسکا چاہتی تھی۔ پھر کیوں لے  
آئی۔ میں نے کہا۔ اب خدا کے فضل سے ہوشیار ہو گئے۔ اور میں اپنی  
خدمت کر چکی۔ خدا جانے کیا اتفاق ہوتا۔ اس لئے لائی ہوں۔ انہوں  
نے فرمایا۔ یہ بات نہیں سچ بتلا میں نے سب قصہ بیان کیا۔ کہنے لگے  
تجھ کو ان پر شیطان کے اثر کا اندیشہ ہوا میں نے کہا۔ ہاں۔ کہنے لگیں ہرگز

نہیں۔ واللہ شیطان کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے۔ پھر انہوں نے بعض حالات حمل و ولادت کے بیان کئے اچھا انکو چھوڑ دو اور خیریت سے جاؤ مروی ہے کہ بعد میں پھر آکر آنحضرت کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئی۔

تفسیر عزیزی میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ شوق صدر چار پانچ بار واقع ہوا۔ اول جب آپ حلیمہ کے گھر تھے۔ جیسا کہ گذرا۔ دوم قرب زمانہ جوانی میں جب آپ دس برس کے ہوئے صحرا میں ہوا۔ سوم قبل نزول وحی کے بمابہ رمضان غارِ حرا میں ہوا۔ چہارم شب معراج میں ہوا۔

پہلی بار شوق کرنا اس لئے تھا کہ آپ کے دل سے حُب لہو و لعب جو لڑکوں کے دل میں ہوتی ہے نکال ڈالیں۔ دوسری بار اس لئے ہوا کہ جوانی میں آپ کے دل میں رغبت ایسے کاموں کی نہ ہے جو مقتضائے جوانی خلاف مرضی الہی سرزد ہوتی ہے تیسری بار اس لئے ہوا کہ آپ کے دل کو وحی کے تحمل کی قوت ہو جائے۔ چوتھی بار اس لئے ہوا کہ آپ کے دل کو عالم ملکوت اور عالم لاہوت کے مشاہدہ کی طاقت ہو جائے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ رَانَ بِرِ الْعَصْرِ



## آپکی والدہ ماجدہ اور دادا کی وفات

سیرت ابن ہشام میں مروی ہے کہ جب آپ چھ برس کے ہوئے تو آپکی والدہ ماجدہ آپکو لیکر مدینہ منورہ میں اپنے اقارب کے ملنے گئی تھیں۔ مکہ معظمہ کو واپس آتے ہوئے مکہ اور مدینہ کے درمیان موضع ابواء میں وفات پائی۔ پھر آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی پرورش میں رہے۔ جب آٹھ برس کے ہوئے تو عبدالمطلب کی بھی وفات ہوئی۔

## حالت یتیمی

ناظرین! غور کرنا کہ کیا مقام ہے کہ ایک یتیم بچہ جسکے سر پر مہربان باپ کا دست شفقت نہیں پھرا۔ اور نہ ہی اُس نے اُسکے سائے عاطفت میں پرورش پائی۔ اور جو پیدا ہوتے ہی برابر پانچ سال تک ایک یتیمی عورت کی پرورش میں رہے۔ اور پھر اُس یتیمی کی حالت میں صرف ایک سال کے لئے اپنی اور اپنی ماور مہربان کی نظر کو ٹھنڈا کر کے چھ سال کی عمر میں بے باپ ہونیکے بعد بے ماور بھی ہو گیا۔ اور جس کے مبارک سر سے آٹھ سال کی عمر میں جدی ظل بھی زائل ہو گیا۔ وہ علم حاصل کرنے کے لئے کہاں جائے۔ اور ادب سیکھنے کے لئے کس کی طرف نظر اٹھائے۔ باپ نہیں کہ سائیے

شفقت میں رکھ کر کسی معلم کے سپرد کرے۔ اور ضرورت کا متکفل ہو کر  
آداب اور زمانہ کے نشیب و فراز سمجھائے۔ اگر عنایت ایزدی خاص  
طور پر اُسکی متکفل نہیں ہوئی۔ اور تربیت ربانی نے اُسکے اخلاق و  
عادات کو نہیں سنوارا۔ اور تعلیم رحمانی نے اُسکے مبارک سینہ کو نورِ علم سے  
متور کر کے گنجینہ معرفت نہیں بنایا۔ تو ایسی بے بسی اور کس مہر سی کیفیت  
میں جب قوم بحرِ جہالت میں غرقاب اور آتش فواہش میں بیتاب ہے، اور  
ملک میں چاروں طرف سے بیدینی اور بد چلنی اور بد معاشی کا بازار گرم ہے اور  
ہر شخص اپنے لئے ایک علیحدہ خدا بنا لے بیٹھا ہے پھر وہ کون ہے جس نے  
اُنکو ایسی توحید سکھلائی کہ اُس سے خالق و مخلوق میں ایسا تین فرق ہو گیا  
کہ عابدانِ صنم مخلصانِ درگاہِ ربّانام ہو گئے۔ اور کس نے اُنکو سچی  
عبادت کے ایسے طریق بتلائے جن سے لہو و لعب کی چوری اور عیاشی اور  
نوشباشی کی خمور قوم عبادتِ الہیہ کے حظ اور مناجاتِ باری کے سرو  
میں سوتے جاگتے اور اٹھتے بیٹھتے اللہ اکبر اور سبحان اللہ کی  
صدائیں بلند کر رہے ہیں۔ اور مدتوں کی متکبر گردنیں اپنے آپ کو نہایت  
ذلیل اور حقیر شمار کر کے اپنے سچے مولے کے سامنے نہایت عجز و نیاز کے ساتھ  
جھکی ہوئی ہیں۔ اور زمانہ کی بگڑی ہوئی آہن صفت طبیعتیں آتش  
عرفان سے پانی پانی ہو رہے ہیں۔ اور کون ہے وہ جس نے اس کو

ایسے آئین کی رہنمائی کی جس سے اُس نے صدیوں آزاد اور غیر مغلوب قوم کو فرمانبرداری کا خوگر کر دیا۔ اور حق شناسی کی ایسی عادت ڈالی کہ ہمسایوں کی رعایت یتیموں کی کفالت مصیبت زدوں کی اعانت انکا شعار کر دیا۔ اور وہ کونسا ایسا مقنن تھا جس نے اسکو ایسی تدابیر کی ہدایت کی جس سے عرب کے ناواقف کو کسرنے وقیصر کے خزانوں کا مالک کر کے فاتح دنیا بنا دیا۔ خدا کے لئے ذرا انصاف سے اس امر پر غور کریں اور خدا لگتی کہیں ۰

## کفالت ابوطالب و سفر تجارت

عبدالمطلب کی موت پر آپ کو سخت رنج ہوا لیکن شفیق داد اپنے بیٹے ابوطالب کو اپنا نعم البدل مقرر کر گیا۔ ابوطالب نے گو وہ ایسا خوشحال نہیں تھا مگر باپ کی وصیت کے مطابق آپکی پرورش میں حتی الوسع کوئی کوتاہی نہ کی۔ اور بڑی محبت سے کفالت کو نبھایا ابوطالب نے تجارت کیلئے سفر شام کا قصد کیا۔ جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو آپ محبت سے مہربان چچا کو چھٹ گئے۔ ابوطالب غلبہ محبت سے آپکو ساتھ لیجانے پر مجبور ہو گئے۔ اسوقت آپکی عمر بارہ برس کی تھی۔ قیافہ دانوں کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ ہر شخص کے گواہ اور اُس کی

فطرت کی صفائی کے شاہد اُسکے چہرے پر ہر وقت قائم ہوتے ہیں۔ پس راستے میں بحیرا راہب جو توریت کا عالم تھا۔ اور بنی آخر الزمان کے علیہ و علامات سے واقف تھا۔ آپ کو اُن صاحب علامات کا صاحب اور بنی آخر الزمان کے ممتاز لقب کا سچا مصداق جان کر ابو طالب کو نصیحت کے طور پر کہا کہ اس لڑکے میں نبوت کے آثار نظر آتے ہیں۔ آپ نے شام کے سفر کا ارادہ کیا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ یہیں سے واپس پھر جائیں۔ ورنہ شام کے یہودی اسکی جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ ابو طالب نے بحیرا راہب کی اس نصیحت کو سن کر خوب جا بجا۔ علاوہ ازیں وہ خود راستے میں کئی امور مشاہدہ کر چکے تھے اسلئے واپسی کی ٹھان لی۔ چنانچہ معمول سے زیادہ نفع اور برکت کے ساتھ واپس ہوئے۔

## بکاح خدیجۃ الکبریٰ

جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو خدیجہ بنت خویلد نے جو قریش میں ایک ثلذابی بی تھیں۔ اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت پر دیتی رہا کرتی تھیں۔ آپکے صدق و امانت حسن معاملہ و اخلاق کی خبر سن کر آپکے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لیجائیے۔ اور میرا غلام میسرہ آپکے ساتھ جائیگا۔ آپ نے قبول فرمایا۔ یہاں تک

کہ آپ شام میں پہنچے اور کسی موقع پر آپ ایک درخت کے نیچے اترے  
 وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا۔ اُس راہب نے آپ کو دیکھا اور تیسرہ سے  
 پوچھا۔ یہ کون شخص ہے۔ تیسرہ نے کہا۔ کہ قریش اہل حرم میں سے ایک  
 شخص ہیں۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کوئی کبھی  
 نہیں اُترا۔ آپ شام سے نفع لیکر واپس ہوئے۔ تیسرہ نے دیکھا کہ  
 جب دُھوپ تیز ہوتی تھی تو فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے۔ جب آپ  
 مکہ معظمہ پہنچے تو خدیجہ کو انکا مال سپرد کیا۔ اُس نے جب حساب کتاب  
 کیا تو دُگنا نفع ہوا۔ تیسرہ نے اُن سے اُس راہب کا قول اور فرشتوں کے  
 سایہ کرنے کا قصہ بیان کیا۔ خدیجہ نے ورقہ بن نوفل سے ذکر کیا جو انکا  
 چچا زاد بھائی اور عیسائی مذہب کا بڑا جید عالم تھا۔ ورقہ نے کہا کہ اے  
 خدیجہ اگر یہ بات صحیح ہے تو محمد اس اُمت کے نبی ہیں۔ اور مجھ کو کتب  
 سماویہ سے معلوم ہے کہ اس اُمت میں ایک نبی ہونیوالا ہے۔ اُس کا  
 یہی زمانہ ہے۔ خدیجہ بڑی عقلمند تھی۔ یہ سن کر اُس نے آپ کے پاس  
 پیغام بھیجا کہ میں آپکی قرابت اور شرف القوم امین۔ خوشخو اور صادق القول  
 ہونیکے سبب آپکے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپنے اپنے اقارب سے ذکر کیا  
 انہوں نے بطیب خاطر منظور کیا۔ تاریخ مقررہ پر بزرگان قوم جمع  
 ہوئے۔ اور آپکے چچا ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ غرض بعد ایںجا ب

قبول کے رسوم شادی ادا ہوئیں اور مجلس برخواست ہوئی ۔  
 حضرات خیال فرمائیں کہ ایسا شریف النسب کامل انسان اور ایسا  
 خصائل حمیدہ سے آراستہ پچیس سالہ نوجوان چالیس سالہ بیوہ کو نکاح  
 میں لاتا ہے۔ اور اس سے ذرہ بھر بھی تو نہیں کنیاتا۔ آہ کہاں میں ملک کے  
 وہ مہذب اشخاص۔ جو انسان کی عیاشی اور مجنونانہ جوش والی عمر پر نظر کر کے  
 اس پاک زندگی کی قدر کریں۔ اور کہاں ہیں اصحاب رائے زرین جو ایسے  
 نوجوان کی حالت کو جس نے تعلیم حاصل کر نیکی لئے کسی کے سامنے زانو  
 خم نہیں کئے اور تہذیب اخلاق کیلئے کسی لائق اتالیق کے سامنے عادت  
 کو نہیں سنوارا۔ زیر نظر رکھ کر اس حیاتِ طیبہ پر انصاف کی رائے لگائیں۔  
 افسوس صد افسوس۔ ناقد شناس زبانِ جمع خرچ کرنے والے اور ظلمتِ جہل  
 میں ٹٹولنے والے مصنفین پر جو اس پاک اور بے لوث زندگی کی طرف  
 انگشتِ اعتراض بڑھا کر انصاف کا خون کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو  
 عقل سلیم عطا فرمائے۔ تاکہ وہ حق اور باطل میں صحیح موازنہ کر سکیں ۔

## خانہ کعبہ کی تعمیر

بیت اللہ جو روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا معبود ہے۔ دنیا  
 کا پہلا گھر ہے جسکو پہلے پہل حضرت آدم علیہ السلام نے یا قوت سرخ سے

تعمیر کیا۔ جب نوح علیہ السلام کے زمانہ نبوت میں انکی بددعا سے عالم طوفان آیا تو اسوقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ خانہ کعبہ آسمان پر اٹھا لیا جائے۔ اسکے بعد جوں جوں زمانہ گذرتا گیا۔ بیت اللہ کی بنیادوں پر مٹی جمتے جمتے سطح زمین کو اتنا اونچا کر دیا کہ کوئی صورت اصل بنیاد کی معلوم ہونے کی نہیں رہی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جس بے آب و گیاہ میدان میں تم اسمعیل اور ہاجرہ کو چھوڑ آئے تھے۔ وہاں جاؤ اور بیت اللہ کو اسکی اصل بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کرو۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام فوراً اس مقام پر آ پہنچے اور حضرت ذبیح اللہ کو دیکھا کہ چاہ زمزم کے کنارے بیٹھے پیر سیدھے کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ اے اسمعیل اللہ کا جھکوک حکم ہوا ہے کہ خانہ کعبہ کو اسکی اصل بنیادوں پر قائم کروں۔ پس اٹھو اور میری اعانت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ اسمعیل علیہ السلام فوراً کمر ہمت باندھ کر تیار ہو گئے اور ہر خدمت کے انجام دینے کو بسر و چشم آمادہ ہو گئے۔ بڑی وقت یہ تھی اُفتادِ زمانہ کے سبب خانہ کعبہ کی بنیادیں زمین میں دب گئی تھیں۔ انکا ظاہر ہونا اور ان پر چنائی کے ردوں کا رکھنا ناممکن تھا۔ اسلئے خلیل اللہ نے دعا کی کہ بار الہا تیرے مقدس گھر کی بنیادیں نظر آئیں تو تیرے حکم کی تعمیل ہو چنانچہ دعا قبول ہوئی۔ اور آندھی چلی

جس نے ریت کے توڑے اور ہر سے اُدھر اٹھا پھینکے اور آنکھوں  
 دیکھتے جو کچھ مٹی بنیادوں پر آجی تھی سب دوسری جانب جا پڑی  
 جب بیت اللہ کی اصل بنیاد نظر آنے لگی تو ابراہیم علیہ السلام نے  
 تعمیر کا کام شروع کیا۔ اور اسمعیل علیہ السلام نے نواحی مکہ معظمہ کے  
 پہاڑوں سے پتھر ڈھونڈنے شروع کئے۔ بڑے بڑے پتھروں کے  
 رُوے چند ہی رکھے گئے تھے کہ دیواریں قد آدم آگئیں اور اب ابراہیم  
 علیہ السلام کو نیا پی پوری کر نیکی لٹے ایک سڈول پتھر پر کھڑے  
 ہو نیکی ضرورت ہوئی۔

جس پتھر پر اپنے کھڑے ہو کر بیت اللہ تعمیر کیا اُس پر خلیل اللہ کے  
 تبرک قدموں کے ہو ہو نشان اب تک موجود ہیں۔ اسی کو مقام ابراہیم  
 کہتے ہیں اور اسی کے قریب دو رکعت نماز پڑھنی وَالْتَّخِذُوا مِن  
 مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّیًّا سے ثابت ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا  
 یہ پائدار معجزہ تا قیامت باقی رہیگا۔

غرض دونوں باپ بیٹوں نے نہایت خلوص کے ساتھ تعمیر کو  
 اختتام پر پہنچایا۔ اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوئے  
 رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ یعنی بارالہا ہماری اس خدمت  
 کو قبول فرما بیشک تو بندوں کی دعا سننے والا اور خلوص قلب جاننے والا ہے



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پچیس سال کی تھی۔ کہ اہل مکہ میں خانہ کعبہ کو از سر نو تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ کیونکہ موجودہ خانہ کعبہ بنائے ابراہیم۔ غیر مستقف قائم تھا۔ اور اسکی دیواریں چھوٹی تھیں بارش کا پانی اندر آجاتا تھا۔ اور اس مقدس مکان میں آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی تھی۔

غرض بیت اللہ کی تعمیر شروع ہوئی اور جب وقت آیا کہ حجر اسود اپنی جگہ رکھا جائے تو قبائل مکہ میں پھوٹ پڑ گئی۔ کیونکہ ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ یہ پاک پتھر میرے ہاتھوں اپنے مقام تک پہنچے۔ عرب کی ضد اور جہالت کو سب جانتے ہیں کہ ان میں جھگڑا پڑے پیچھے بات کا سلجھنا کوئی آسان بات نہ تھی۔ اسلئے خانہ کعبہ کی تعمیر تو ہمیں رگ گئی۔ اور اب ہر قبیلہ کو لڑ کر اپنی جان کا دیدینا نظر آنے لگا۔ اللہ تعالیٰ کو چونکہ اپنے پیارے پیغمبر کے ہاتھوں اس بڑے جھگڑے کاٹے کرنا منظور تھا جو اس تعمیر میں شریک اور پتھر اٹھا اٹھا کر لانے میں قریش کا معاون بنا ہوا تھا۔ اسلئے پانچ دن بعد مسجد حرام میں کمیٹی ہوئی بڑی رد و بدل کے بعد آخر یہ فیصلہ ہوا کہ صبح ہوتے ہی سب سے پہلے جو شخص حرام شریف کے اس دروازے سے ہو کر گزرے اسکو منصف قرار دے لو۔ جسکو وہ شخص کہے وہی حجر اسود کو اسکی جگہ رکھ دے۔ چنانچہ اس رائے سے

سب نے اتفاق کیا۔ اور اگلے دن پر اپنی اپنی تقدیر کا آخری فیصلہ  
محول کر کے سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

صبح کو اس جانب سے پہلے گزرنے والے شخص محمد صلی اللہ  
علیہ آلہ وسلم، جو بچپن ہی سے اپنی سچائی کا سکہ جمائے اور قوم میں  
بہادر دی عزت کی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ اس لئے سب نے آپ کا  
حکم ماننا بطیب خاطر پسند کر لیا۔ اور آپ کے درخواست کی کہ حجر اسود  
کو اسکے مقام تک پہنچانے کی جو مناسب تدبیر آپ چاہیں وہ عمل  
میں لائیں۔ چنانچہ آپ نے سر پہنچ بن کر اس طرح فیصلہ کیا۔ کہ ایک بڑی  
چادر میں حجر اسود رکھ لیا جائے اور ہر قبیلہ کا صاحب عزت سردار  
اس چادر کو تھام لے۔ تاکہ تمام قبائل مکہ کے ہاتھوں یہ پتھر اپنی  
جگہ پہنچے۔

اس عجیب خوش تدبیری پر چاروں طرف سے صدا ہائے آفرین  
بلند ہوئیں اور قبائل کے سرداروں نے اس طرح حجر اسود کو اپنی جگہ  
پہنچایا۔ اسکے بعد جناب سالتماب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم آگے بڑھے  
اور بنفس نفیس خود اس پتھر کو چادر سے باہر نکال کر اس جگہ رکھ دیا  
جس جگہ وہ پہلے رکھا ہوا تھا۔ غرض بیت اللہ کی تعمیر قریش کے  
ہاتھوں پوری ہو گئی۔ لیکن سامان کم ہو جانے کے سبب حطیم کا تھوڑا

ساحصہ چھوڑنا پڑا جو موجودہ تعمیر بیت اللہ شریف میں اب بھی  
چھوٹا ہوا ہے۔ اور طواف کرتے وقت اُس حصہ کو لے لیا جاتا  
ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو قبل از نبوت  
بھی وہ عقل کل اور حسن تدابیر و اہمب العطیات سے عطا ہوئے  
تھے جو کسی اور کو نہ ملے۔

## نزولِ وحی

وحی لغت میں اخفا آگاہ کرنی کو کہتے ہیں جس طرح سے ہو خواہ  
بکلام یا بکنائت یا برسالت یا باشارت (قاموس غیرہ)  
وحی اصطلاح میں اللہ کے کلام کو نبیوں پر اترنے کو کہتے ہیں۔  
اول اللہ کے کلام کو اپنے کان سے سُننا۔  
دوم فرشتے کے ذریعہ پیغام بھیجنا۔  
سوم دل پر ڈال دینا۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سات طرح سے وحی نازل ہوتی تھی۔  
اول خواب میں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ  
میں جو خواب دیکھتے فی الفور اسکا ظہور ہوتا۔

دوم کلام کو دل میں ڈال دیا جاتا۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر حکم الہی سے الفکارتے اور خود ظاہر نہ ہوتے۔  
 سوم۔ فرشتہ آدمی کی شکل میں ہو کر آتا تھا۔ چنانچہ جب ربیل علیہ السلام  
 بعض اوقات بصورت مرد یا مخصوص وحیہ کلیبی کی شکل دھا کر تشریف لاتے تھے  
 چہارم۔ مثل گھنٹے۔ (جرس) کی آواز کے کان میں سنائی دیتی تھی۔  
 پنجم۔ جب ربیل علیہ السلام بعض اوقات اپنی اصلی صورت پر نازل ہو کر  
 حکم خدا بیان کرتے تھے۔

چھٹی بغیر حجاب کے اللہ تعالیٰ سے بالواسطہ کلام کرتے تھے۔

ساتویں۔ اسرافیل علیہ السلام کے ذریعہ چنانچہ اسرافیل علیہ السلام ابتدا  
 میں تین برس تک وحی لاتے رہے۔

## خلعت نبوت

جب آپ کی عمر کا چالیسواں سال شروع ہو گیا۔ اور زمانہ نبوت قریب  
 ہوا تو آپ کو صبح خواب نظر آنے لگے۔ اور جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے تھے  
 ویسے ہی ظہور میں آتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں خلوت اور  
 گوشہ نشینی کی محبت و رغبت ڈالی۔ لہذا آپ ذکر الہی کے لئے غار  
 حرا میں جو مکہ معظمہ سے تین میل پر منے کو جاتے ہوئے بائیں طرف واقع  
 ہے۔ چند روز کا کھانا لیکر چلے جاتے۔ کچھ مدت تک اسی طرح کرتے رہے

حتی کہ آپکی روحانی قوتیں جو ابتداء میں اُس خالق نے آپ میں ودیعت  
 کی تھیں اس خلوت ریاضت اور تجرد سے تحمل و حیا اور برداشت منصب نبوت  
 کی حد کمال تک پہنچ گئیں اور رحمت الہی جو پہلے عالم غیب میں آپکے متوجہ  
 حال تھی عالم ظاہر میں آپکے سامنے جلوہ گر ہوئی۔ اسی کیفیت صحیح بخاری  
 میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ صلی  
 علیہ وسلم پر اول اول جو وحی کی واردات شروع ہوئیں تو وہ سچے خواب  
 ہوا کرتے تھے۔ کہ آپ جو خواب دیکھتے صبح صادق کی طرح ویسے ہی ظاہر  
 میں ہو جاتا۔ پھر آپکے دل میں خلوت کی محبت ڈالی گئی۔ اور آپ کوہ حرا  
 کی غار میں گوشہ نشینی کیا کرتے تھے۔ اور اُس میں متواتر کئی راتوں تک  
 عبادت الہی کیا کرتے تھے۔ پھر جب کھانا دانہ ختم ہو جاتا۔ تو گھر میں  
 آتے اور خرچ لیکر پھر چلے جاتے۔ حتیٰ کہ اسی غار میں نور حق آپ پر اس  
 طرح جلوہ گر ہوا کہ وحی کا فرشتہ آیا اور کہنے لگا کہ اِقْرَأْ یعنی پڑھ۔ آپ  
 فرماتے ہیں کہ میں نے کہا مَا اَنَا بِقَارِئٍ یعنی میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر  
 اُس نے مجھے پکڑ کر زور سے بھینچا اور پھر چھوڑ دیا۔ پھر کہنے لگا پڑھ  
 میں نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر اُس نے مجھے اسی طرح زور  
 سے بھینچا اور چھوڑ کر کہنے لگا پڑھ میں نے پھر بھی یہی کہا کہ میں تو  
 پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر اُس نے تیسری بار مجھے زور سے بھینچا

اور چھوڑ کر کہنے لگا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ یعنی پڑھ اپنے رب کے نام سے۔ جس نے ہر شے

کو پیدا کیا۔ اور انسان کو جسے نئے خون سے پیدا کیا ہے۔ پڑھ اور تیرا رب بزرگ ہے۔ پس رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبریل علیہ السلام کی یہ بات سُن کر کانپتے ہوئے اپنے گھر واپس آئے۔ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کہنے لگے کہ مجھے کوئی

کبیل پہناؤ۔ پس جب پہننے کے بعد آپکی طبیعت میں سکون ہوا

اور وہ ڈر فرو ہوا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے وہ سب واردات ذکر

کی اور کہنے لگے کہ مجھے تو اپنی جان کا فکر پڑ گیا ہے۔ خدیجہ رضی اللہ

عنہا نے جواب دیا کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپکو کبھی بھی سوا نہیں کریگا کیونکہ

آپ ہمیشہ صلحِ رحمی کرتے ہیں۔ اور اُن لوگوں کے اخراجات کی برداشت

کرتے ہیں۔ جو اپنے لئے کافی نہیں ہیں اور جو لوگ کما نہیں سکتے۔ انکو بھی اپنی

کمائی سے حصہ دیتے ہیں۔ اور آپ ہماں نوازی کرتے ہیں مشکلوں اور

مُصِیبتوں میں حق کی اعانت کرتے ہیں۔ اس تسلی اور حوصلہ دینے کے بعد

خدیجہ رضی اللہ عنہا آپکو اپنے چہرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس

لے گئیں۔ اپنے ورقہ کے پاس وہ ساری سرگذشت دہرائی۔ ورقہ نے

سُن کر کہا کہ یہ فرشتہ جبریل علیہ السلام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اموسی علیہ السلام پر

نازل کیا کرتا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں

جب تیری قوم تجھے اس شہر سے نکال دیگی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ مجھ کو نکال دینگے۔ ورقہ نے کہا۔ آپ جیسا منصب جس کسی کو عطا ہوا ہے۔ ان سب سے عداوت کی گئی ہے۔ اگر میں اس وقت زندہ رہا تو کربستہ ہو کر آپ کی مدد کرونگا۔ ورقہ کی حسرت دل کی دل میں ہی ہی رہی۔ اس لئے کہ چند روز بعد ان کو دنیا چھوڑنی پڑی۔ اور راہی دار البقا ہوئے۔ اسکے بعد کچھ مدت وحی نہیں اتری۔ اسے زمانہ فترت کہتے ہیں۔ اس میں یہ راز مضمحل تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون اور طمانیت حاصل ہو جائے۔ ان ایام فترت کا اختتام اس طرح ہوا کہ ایک دفعہ آپ چلے گئے کہ ناگاہ آسمان سے ایک آواز سنائی دی نظر اٹھا کر جو دیکھا تو وہی فرشتہ وحی جو غار حرا میں آپ کے پاس آیا تھا۔ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ اس دفعہ کی دید سے بھی مرعوب ہو کر واپس آئے اور کبیل پہن لیا۔ آخر چند روز بعد سورہ مدثر۔ سورہ فاتحہ اور سورہ منزل کا نزول ہوا۔ پھر متواتر قرآن شریف کا اترنا شروع ہو گیا۔

## اشاعت اسلام

پھر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت کے مہتمم بالشان امر میں پوری ہمت صرف کرنا شروع کر دی تھی۔ ادھر خدا بجز رضی اللہ

عہدہ نے اسلام کی ترغیب اور اپنے محترم خاوند کے پاکیزہ خیالات کی ترویج میں سعی و کوشش کرنا ثمرہ ایمان سمجھ رکھا تھا۔ چنانچہ اللہ کے فضل سے چند روز میں دس بارہ آدمیوں کا مجمع گروہ اسلام کہلانے لگا اور سچ پوچھو تو انہیں کو سابق الایمان کا لقب حاصل ہونیکا فخر ہوا۔ جس طرح عورتوں میں سب سے پہلے ام المومنین حدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں۔ اسی طرح بالغ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ جب تکی عمر اس وقت اڑتیس برس کی تھی۔ ہاں لڑکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آزاد شدہ غلاموں میں زید بن حارثہ کو سبقت و پیشقدمی کا اعزاز حاصل ہوا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قریش میں سے ایک نہایت معزز اور ذمی قدر شخص تھے۔ انکا مسلمان ہونا اسلام کیلئے ایک بڑی بھاری غیبی مدد تھی۔ کیونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک ایسے مالدار اور اقبال مند تاجر تھے۔ کہ انکی سخاوت کی وجہ سے لوگوں کو ان سے بہت نفع پہنچتا تھا۔ اور اس سبب سے لوگوں میں انکی بڑی عزت اور قدر تھی۔ قوم کے اکثر لوگ بیخ کے کاموں اور صلاح مشوروں اور دیگر حاجات کیلئے آپکے پاس جایا کرتے تھے۔ پس موقع مناسب پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اسلام کی ترغیب دیتے تھے۔ چنانچہ آپکے وعظ اور نصیحت



سے قریش اور دیگر قبائل کے بہت سے لائق شخص مشرف باسلام ہوئے ان میں سے بعض یہ ہیں عثمان بن زبیر بن عوام طلحہ بن عبد اللہ سعد بن ابی وقاص۔ عبد الرحمن بن عوف۔ ابو عبیدہ بن جراح۔ ابوسلمہ ارقم مظعون بن حبیب کے تینوں بیٹے عثمان بن قدامہ۔ عبد اللہ۔ عبیدہ بن حارث۔ سعید بن زید۔ اور انکی بیوی یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی بہن۔ فاطمہ بنت خطاب۔ ابوبکر کی صاحبزادیاں۔ اسماء بنت عائشہ۔ جناب ابن ارث۔ عمیرہ بن ابی وقاص۔ عبد اللہ بن مسعود۔ مسعود بن قاری۔ عیاش بن ابی ربیعہ اور انکی بیوی اسماء بنت سلامہ۔ خنیس بن حذافہ عامر بن ربیعہ۔ عبد اللہ بن حبش اور انکے بھائی ابو احمد۔ حضرت علی کے بھائی جعفر اور انکی بیوی اسماء بنت عمیس حاطب بن حارث اور انکے بھائی خطاب اور انکی بیوی فکیہہ بنت یسار۔ معمر بن حارث۔ سائب بن عثمان بن مظعون۔ مطلب بن ازہر اور انکی بیوی۔ رملہ بنت ابی عوف وغیرہ وغیرہ غرض سلسلہ بڑھتا رہا۔ اور جس جس صاحب نصیب شخص کی تقدیر میں ابتداء اسلام کی دولت تصدیق مقدر تھی وہ مسلمان ہوتے گئے۔

## اظہار دعوت

شروع شروع میں تو آپ خفیہ خفیہ تلقین اسلام کرتے رہے اور چالیس

پچاس شخص آپ پر صدقِ دل سے ایمان لے آئے۔ انہیں دنوں سورہ حجرات  
یہ آیت نازل ہوئی فَأَصْدَعُ رِبَمَا تُوْمَرُوْا وَعِدُّضٌ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ

یعنی اے پیغمبر جس بات کا تلوکھم ہوتا ہے اسے توبہ کھول کر بیان کرو۔ اور مشرکوں سے اعراض اختیار کرو۔

اس آیت کے نازل ہونے پر آپ نے علانیہ دعوتِ اسلام شروع کی اور  
لوگوں کو توحید پر قائم ہونے اور بت پرستی سے پرہیز کر نیکی تعلیم کرنے لگے  
کیونکہ علاج میں فاسد مانے کا اخراج وازالہ مقدم ہوتا ہے۔ اور باقی امور  
اسکے بعد جس طرح بیمار کو فاسد مانے کے اخراج ہونے سے بظاہر تکلیف  
معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح قریش بھی بتوں کی خدمت اور شرک کی بُرائی  
سے چڑنے لگے۔ اور کھلی دشمنی کرنے لگے۔

چونکہ جو اصلاح اپنے گھر سے پھر اپنے خاندان سے شروع کی جائے دوسروں  
پر اسکا اثر نیک پڑا کرتا ہے۔ اسلئے اسکے بعد سورہ شعرا کی یہ آیت اتری  
وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ وَأَلَا قَرْبِيْنَ۔ یعنی اے پیغمبر اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے  
سے اپنی برادری کی ضیافت تیار کی بنی عبدالمطلب میں سے چالیس شخص  
دستر خوان پر جمع ہوئے۔ اور اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو  
اسلام کی طرف دعوت کر کے اس آیت کی تبلیغ پوری کی۔

اسکے بعد آپ نے گوہ صفا پر چہرہ کر بلند آواز سے پکارا یا صباحا

آپکی اس ناگمانی پکار پر قریش جمع ہوئے۔ مولانا حالی صاحب نے اس واقعہ کو اس طرح منظوم فرمایا ہے :

وہ فخر عرب زیب محراب و منبر تمام اہل مکہ کو ہمراہ لے کر گیا ایک دن حسب فرمانِ اور سوئے دشت اور چڑھ کے کوہِ صفا پر

یہ فرمایا سب سے کہ اے آلِ غالب

سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب

کہا سب نے قولِ آجتک کوئی تیرا کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا

کہا اگر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا

کہ فوجِ گراں پشت کوہِ صفا پر

پڑی ہے کہ لوٹے تمہیں گھات پا کر

کہا تیری ہر بات کا بیان یقین ہے کہ بچپن سے صادق ہے تو اور میں ہے

کہا اگر میری بات یہ دلنشین ہے تو سن لو خلاف اس میں ہرگز نہیں ہے

کہ سب قافلہ یوں سے ہے جانے والا

درو اس سے جو وقت ہے آنے والا

وہ بجلی کا کرکا تھا یا صوتِ ہادی عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

نئی اک لگن دل میں سب کے لگادی اک آواز میں سوتی بستی جگادی

پڑا ہر طرف غل بیچا حق سے کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

# مسلمانوں کی ایدارسانی

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ دعوت شروع کی۔ اور شرکت کی مذمت بیان کرنے لگے۔ تو کفار کو یہ بات نہایت ناگوار معلوم ہوئی۔ اور لگے غریب مسلمانوں کو ناحق ستانے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی کا ہاتھ نہ پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ آپ کا چچا ابو طالب دل جان سے آپ کی حمایت میں تھا۔ اس جگہ چند نو مسلم صحابہ کے حالات لکھے جاتے ہیں۔ جس سے مختصراً اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ مقدس مذہب کس کس مصیبت سے پھیلا ہے۔ اور اسکے پیشوا کیسے متحمل اور مصیبت کے برداشت کرنے والے اور اللہ کے نام پر جان نثار کرنے والے تھے۔

چنانچہ مکہ شریف کے متمول کافروں میں امیہ بن خلف بھی ایک بڑا مالدار تاجر تھا۔ اسکے پاس ایک حبشی غلام تھا جس کا نام بلالؓ تھا۔ حضرت بلالؓ اسلام کے پاک اصول پر مطلع ہو کر بصدق دل ایمان لے آئے۔ جب آپ کے اسلام لانیکی خبر امیہ کو پہنچی۔ تو اسکے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور اس نے نہایت غصہ میں بلالؓ کو بلا کر نہایت غصہ سے کہا کہ "او کبخت غلام یا تو اس نئے مذہب سے توبہ کر ورنہ اپنے آپ کو تکلیفوں کا تختہ مشق بنانا قبول کر" حضرت بلالؓ کا ایمان ایسا نہ تھا کہ وہ میکیوں سے

اڑ جاتا۔ اس لئے صاف انکار کر دیا۔ کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ کھرا جواب سن کر امیہ میں تاب کہاں تھی کہ ضبط کر جائے اس نے اسی وقت غلاموں کو حکم دیدیا۔ کہ دوپہر کے وقت جب دھوپ تیز ہو جایا کرے۔ تو بلالؓ کو بالوکے میدان میں بدن پر بول کے کانٹے چبھو کر کبھی منہ کے بل اور کبھی پیٹ کے بل لٹاؤ۔ اور سینہ پر ایک بھاری بھلستا ہوا پتھر رکھ دو چاروں طرف آگ سُلگا دو۔ اور اُس سے کہ دو کہ پتھر اپنی جگہ سے ہلنے نہ پائے۔ یہاں تک کہ وہ مر جائے یا اتباع محمد کا انکار کرے:-

اگلے ہی روز بلالؓ پر اس ظالمانہ کارروائی کا عمل شروع ہو گیا۔ اور متواتر کئی دن اس حالت سے گذر گئے۔ کہ بدن زخموں سے چور تھا۔ مگر بلالؓ کی زبان سے بجز احدا حد یعنی کلمہ طیبہ کے دوسرا کلمہ نہ نکلتا تھا۔ چنانچہ مولانا روم ثنوی معنوی میں ارتقام فرماتے ہیں:-

تن فدائے خار میگرد آں بلالؓ خواجہ اش میزد برائے گوشمال  
کہ چہر اتویاد احمد مے کنی بندہ بد منکر دین منی  
میزد اندر آفتابش او بخار او احد مے گفت بہر افتخار

اس سے آگے مولانا جعفر فرماتے ہیں:-  
تا کہ صدیق انطراف میگشت تفت آں احد گفتن بچوش او برفت

چشم او پر شد دل او پر عینا زان احد می یافت بوئے آشنا  
 یعنی اتفاقاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گذر اس طرف ہوا تو  
 بلالؓ کے احد کھنے کی آواز کانوں میں پڑی تو آپؓ کی آنکھوں میں آنسو  
 بھر آئے۔ اور دل رنج سے بھر گیا۔ اس سبب سے کہ اس کھنے سے  
 آشنا کی بو پاتے تھے۔ پھر مولانا صاحبؒ فرماتے ہیں ۵

بعد زان خلوت بدیدش بندو کز جہولان نختہ مے دار اعتقاد  
 عالم السراست پنہاں دار کام گفت کردم توبہ پشت اے ہمام  
 اسکے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ موقع پا کر بلالؓ کو خلوت  
 میں لے گئے۔ اور نصیحت کی کہ ان یہودیوں سے اپنا اعتقاد پوشیدہ رکھو  
 کوئی ہرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ چھپی باتوں کا جاننے والا ہے۔  
 بلالؓ نے کہا بہت اچھا۔ لو اب میں آپکے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں۔  
 مولانا صاحب اس واقعہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں ۵  
 روز دیگر در پگہ صدیق تفت آن طرف از بہر کار خویش رفت  
 باز احد بشنید وز خم ضرب خار بر فروزید از دلش شور و شرار  
 باز پندش داد باز او توبہ کرد عشق آمد توبہ اور انخورد  
 توبہ کردن زیں نمط بسیار شد عاقبت از توبہ او بیزار شد  
 خلاصہ مطلب یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پھر دوسرے روز

اس طرف گزرا ہوا۔ پھر انکی حالت تزار کو دیکھ کر نصیحت کی لیکن جب  
 عشق محمدی حقیقی جوش مارتا تھا۔ تو توبہ وغیرہ کا فور ہو جاتی تھی۔  
 غرض حضرت صدیق اکبر نے حضرت بلال کو امیہ کی غلامی سے  
 رہا کرنے کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیجا کر آزاد کر دیا۔  
 حضرت عمار رضی اللہ علیہ مع اپنے والدین یا ستر اور سیمہ کے اسلام  
 سے مشرف ہوئے۔ انکا بھی یہی حال ہوا۔ چنانچہ عمار نے جو رمضان ہاروی  
 کی لو اور گرم ہواؤں کی طیش سے بھلسا جاتا تھا۔ آخر چند روز کے  
 بعد آپ اسی حالت میں تڑپ تڑپ کر انتقال کر گئے۔  
 جناب بن ارث کو بھی ننگا کر کے لٹاتے اور آگ  
 میں پتھروں کو گرم کر کے انکے تمام بدن کو داغتے تھے۔ پھر یہ موقع  
 پا کر مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔  
 غرض اسی طرح سہیب بن سنان یوحیٰ عامر بن فہیرہ اور ابو فکیہہ اور  
 بیشمار بکیس عورتیں اور بیزبان باندیاں انہیں مصیبتوں میں گرفتار رہیں۔

## ہجرت حبشہ

جب مشرکین کی اذیتیں مسلمانوں پر حد سے بڑھ گئیں تو رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض مسلمانوں کو ابی سینا کی طرف ہجرت کرنیکا

حکم دیا۔ اس جگہ کا بادشاہ نجاشی ایک عادل اور رعیت پرور  
عیسائی تھا۔ یہ ہجرت سب سے پہلی ہے۔

ابتداء میں تو صرف گیارہ اشخاص نکلے۔ جنکے نام مبارک یہ ہیں۔

حضرت عثمان اور آپکی بیوی قبیہ۔ ابو حذیفہ اور انکی بیوی سہلہ حضرت زبیر

بن عوام۔ مصعب بن عمیرہ۔ ابوسیرہ بن ابی اہم۔ سہل بن بیضانہ

عبداللہ بن مسعود۔ عامر بن ربیعہ اور انکی بیوی سلیمہ مگر انکے بعد اور مسلمان

بھی اس طرف نکل گئے۔ پھر ان مہاجرین کی تعداد کوئی ۸۳ تک ہو گئی۔

کفار کی آتش غضب بچائے مسلمانوں کے وطن چھوڑ دینے سے بھی

نہ بچھی۔ بلکہ انکے پیچھے پیچھے وہ بھی ابی سینا میں جا پہنچے۔ اور بادشاہ

کے سامنے حاضر ہو کر شکایت کرنے لگے کہ ہمارے کچھ غلام باغی ہو کر

آپکے ملک میں آگئے ہیں اور اپنا آباؤی دین چھوڑ کر ایک نئے دین کے تابع

ہو گئے ہیں۔ جو سبے نرالا ہے! اسلئے آپ انکو ہمارے حوالہ کر دیں۔

بادشاہ نے کہا کہ بغیر تحقیقات کئے میں انکو اپنے ملک سے خارج نہیں کر سکتا

لہذا اسی وقت فرمان شاہی سے وہ مصیبت زدہ مسلمان طلب کئے گئے

بادشاہ نے مہاجرین کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ تم نے کونسا مذہب

اختیار کیا ہے۔ اسی وقت حضرت علیؑ کے بڑے بھائی جعفر رضی اللہ عنہ

کھڑے ہو کر بادشاہ کے حضور میں یوں عرض کرنے لگے۔ عا لبجا ہا ہم



لوگ پہلے ایسے بیدین تھے کہ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور بیچائی کے کام اور قطع رحم اور ہمسایوں سے بدسلوکی اور خونریزی کیا کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا۔ جس نے ہمکو خدا کا واحد کی طرف مدعو کیا تاکہ اسکی توحید پر ایمان لائیں۔ اور اسی کی عبادت کریں اور بت پرستی کو چھوڑ دیں۔ اور اس نے ہمکو سچ بولنے اور رشتہ داروں سے پیوند کرنے اور ہمسایوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے اور خونریزی سے منع کیا ہم نے اسکی تصدیق کی اور اس پر ایمان لے آئے۔ اسکے باعث یہ لوگ ہم پر ظلم و تعدی کرنے لگے۔ اور ہم کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کرنے لگے۔ تاکہ ہم بت پرستی کی طرف پھر رجوع کریں۔ اس واسطے ہم اس ملک کو چھوڑ کر آپ کے زیر سایہ آگئے ہیں ہمیں امید ہے کہ آپ جیسے عادل بادشاہ کے روبرو ہم پر کسی طرح کی تکلیف اور بیجا ظلم نہ ہوگا۔ نجاشی نے یہ تقریر سن کر حضرت جعفر سے کہا کہ اس کتاب میں سے جو تمہارے پیغمبر پر اتری ہے کچھ یاد ہو تو سناؤ۔ آپ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیتیں پڑھیں جسکی تاثیر حاضرین پر ایسی پڑی کہ نجاشی راز راز رونے لگا۔ اور دیگر لوگ بھی آنسو بہاتے تھے۔ غرض بادشاہ نے ان مسلمانوں کو انکے حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ یہ کلمہ حق نجاشی کے دل میں ایسا اثر کر گیا کہ اس نے برا عیسیٰ علیہ السلام

کی عبودیت کا اقرار اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا۔ اور ایک خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جناب میں لکھا:-

## حضرت حمزہ کا اسلام لانا

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے کی کیفیت اس طرح ہے کہ ایک دن کوہ صفا کے متصل ابو جہل نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی سخت گالیاں دیں مگر آپ نے اس کے جواب میں ایک کلمہ بھی نہ نکالا۔ اور خاموش ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کے چچا امیر حمزہ جو اس دن شکاکو گئے ہوئے تھے۔ وہاں آگئے۔ تو ایک لونڈی نے جس نے یہ تمام واقعہ چشم خود دیکھا تھا۔ امیر حمزہ کو سنایا۔ امیر حمزہ کی رگ ہاشمی نے ایسا جوش مارا کہ اسی وقت اپنے بھتیجے کا انتقام لینے کیلئے ابو جہل کی طرف رخ کیا۔ ابو جہل اس وقت مسجد حرام میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک امیر حمزہ نے اپنی کمان کو اٹھا کر اسکے سر پر ایسا مارا کہ اسکا سر زخمی ہو گیا۔ اور باواز بند کہا کہ کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ حالانکہ میں اسکے دین پر ہوں۔ پس اگر تجھ میں طاقت اور ہمت ہے تو امیر امقابلہ کر۔ حمزہ رضی اللہ عنہ کی یہ حرکت دیکھ کر حاضرین مجلس

اپنے سردار ابو جہل کی طرف داری میں بھڑکے اور چاہا کہ حمزہ سے انتقام  
 لیں مگر ابو جہل نے انکو یہ کلمہ ٹھنڈا کیا۔ کہ حمزہ معذور ہیں۔ میں نے واقعی  
 اسکے بھتیجے کو سخت گالیاں دی ہیں۔ اگر اسکا بدلہ یہ مجھ سے نہ لیتے  
 تو اسوقت قابلِ ملامت ہوتے اور یحیائی کا دھبہ انکی ذات پر لگایا جاتا۔  
 اسکے بعد حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی  
 خدمت میں حاضر ہوئے اور بصدق کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ  
 پڑھا۔ آپکے مشرف باسلام ہونے سے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھ گیا۔

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

امیر حمزہؓ کے مسلمان ہوجانے سے کفار کو بڑا سخت صدمہ ہوا۔ آخر  
 ابو جہل نے ایک دن معززین قوم کو جمع کیا۔ آپ میرے مجلس بنا۔ اور حاضرین  
 مجلس سے کہنے لگے اے سردارانِ قریش افسوس اور شرم کی بات ہے کہ تم  
 جیسے بہادر جنگ جو مالدار و نکی جماعت میں سے ایک معمولی لڑکا نکل کر  
 تمہاری مخالفت کا جھنڈا اٹھرا کرے اور تم اسکا کچھ نہ کر سکو۔ تمہاری عزت  
 کیا ہوئی۔ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اسکا سر کاٹ لاؤ۔ جو شخص اسکا  
 سرتن سے جدا کر کے میرے پاس لائیگا میں اسکو سوا اونٹ اور ہزار  
 اوقیہ نقرہ کا انعام دوں گا۔

یہ سن کر حاضرین کے ایک معزز نمبر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو بہادری اور شجاعت میں مشہور تھے کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ تم اطمینان رکھو۔ میں بہت جلد انکا سر کاٹ لاؤنگا۔ پس عمر اپنی تلوار براں لیکر گھر سے نکلے مگر اسے غافل تھے کہ یہ راہہ بد عقیدہ ایمان سے بدل جائیگا۔ اور یہ جوش اور یہ زور و قوت اسلام ہی کے کام آئیگی۔

ابجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ درازیں لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا  
 رستے میں نعیم بن عبد اللہ سے ملے جو خفیہ ایمان لائے ہوئے تھے انہوں نے  
 آپ سے پوچھا کہ اے عمر کماں جاتے ہو عمر نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم،  
 کا سر کاٹنے چلا ہوں نعیم نے کہا کہ اے عمر کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ  
 پھر آپ کو عبد مناف کی اولاد زندہ چھوڑ دیگی۔ جاؤ اور اپنی جوانی پر رحم  
 کھاؤ۔ عمر خطاب نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر  
 محمد کے بنگے ہو۔ بہتر ہے کہ پہلے میں تمہارا صفایا کر لوں نعیم نے جواب  
 میں کہا کہ اے عمر ہوش میں آؤ۔ محمد یا میرے قتل سے پہلے اپنے گھر کی  
 حالت تو درست کر لو۔ آپکی بہن فاطمہ اور بہنوں سعید بن زید بھی تو مسلمان  
 ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر عمر کی حالت متغیر ہو گئی۔ اور وہ ارادہ چھوڑ کر  
 اب اپنی بہن کے گھر کی راہ لی۔ جب عمر بہنوں کے گھر قریب پہنچے تو اس  
 وقت خواب رضی اللہ عنہ حسب عادت انکو قرآن مجید کی سورہ طہ پڑھا ہے۔

تھے۔ آپ اس امر پر واقف ہو گئے۔ اور کوڑکھٹا کھٹایا۔ عمرؓ کی آواز سن کر ان  
سب کے ہوش اُڑ گئے جنابؐ تو کہیں چھپ گئے حضرت عمرؓ نے اندر داخل ہو کر  
پوچھا جو کچھ تم پڑھ رہے تھے وہ کیا ہے۔ بہن بچاری ڈر کے مائے ہاں نہ  
کر سکی۔ اور باتوں میں لگی ٹالنے۔ مگر ایسے عذروں سے کیا ہو سکتا تھا۔  
اسی وقت اپنے بہنوئی کو پکڑ کر پینا شروع کیا۔ بچاری بہن خاوند کے  
چھڑانے کو اٹھی تو اُس نے بھی اپنا چہرہ لہو لہان کر لیا۔

فاطمہؓ نے جب دیکھا کہ بھائی نے غصہ اور سختی کے برتاؤ میں حد کر دی  
تو سمجھ لیا کہ اب حق کا چھپانا اچھا نہیں۔ اس لئے صاف صاف کہہ دیا کہ  
ہاں بیشک ہم دونوں اللہ اور اس کے رسولؐ پر صدق دل سے ایمان لائے  
ہیں۔ تملو جو کچھ کرنا ہو کرو۔ ہم اس سے ہٹ نہیں سکتے۔

حضرت عمرؓ کا غصہ بہن کی خون آلودہ حالت اور قوتِ ایمانی دیکھ  
کر فرو ہو اتو کہنے لگے کہ اچھا وہ صحیفہ جو تم پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی دکھاؤ۔  
اپنی بہن نے کہا کہ ہمیں آپؐ اور اہل بیتؑ کا خوف ہے۔ علاوہ ازیں  
ہمارا مقدس صحیفہ خدا کا پاک کلامِ مشرک اور بت پرستوں کے نجس ہاتھوں  
میں کیونکر جاسکتا ہے۔ تمہارا قلب نجس تمہارا بدن ناپاک۔ اس لئے آپؐ پہلے  
غسل کر لیں حضرت عمرؓ نے اس بات کو قبول کیا۔ اور نہادھو کر اُس صحیفہ کو  
پڑھنے لگے۔ ابھی چند ہی آیتیں پڑھی ہوئی کہ بے اختیار بول اُٹھے۔ کیا

شیریں کلام ہے۔ اسکی صلاوت اور اسکی بزرگی میری رگ رگ میں سرایت کرتی جاتی ہے۔ اتنے میں حضرت خبابؓ جو اندر چھپے ہوئے تھے خوشی خوشی باہر نکل آئے۔ اور کہنے لگے۔ مرحبا مرحبا! عمرؓ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعائیں اسے حق میں قبول ہوئی۔ کیونکہ کل میں نے آپ کو یہ عامانگے ہوئے سنا تھا کہ یا الہ العالمین سلام کو عمر بن خطابؓ یا ابوہبل بن ہشام کے ساتھ عزت دے پس عمرؓ کا دل نور ایمان سے منور ہو گیا اور کہنے لگے۔ کہ اے خبابؓ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں لیچلو۔ تاکہ اسلام کا برملا اقرار کروں۔ غرض حضرت عمرؓ نے تلوار ہاتھ میں لی اور رقم صحابی کے گھر کی طرف جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز تھے تشریف لے گئے۔ دروازہ بند تھا۔ کھٹکھٹایا۔ اور اندر جانکی اجازت چاہی۔ درزوں میں سے دیکھا تو حضرت عمرؓ تلوار لٹکائے ہوئے نظر آئے۔ صحابہ پریشان ہوئے۔ اور کواٹھولنے میں متروک ہوئے۔ امیر حمزہؓ بھی اس وقت مجلس میں حاضر تھے۔ کہنے لگے کہ دروازہ کھولو۔ کچھ ڈر نہیں ہے۔ اگر نیک نیتی سے آیا ہے تو بستر ورنہ اسکی تلوار سے اسکا سر قلم کر دوں گا۔ غرض دروازہ کھول دیا گیا۔ اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھ کر عمرؓ کی چادر کا کونہ پکڑ کر زور سے جھٹکا دیکر یہ کہا۔ کہ اے عمرؓ کیا تو بازنہ آئیگا۔ حضرت عمرؓ نے معاً کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو ایمان لانے کے ارادے سے آیا ہوں۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوش مسرت سے آواز تکبیر بلند کی حتیٰ کہ تمام حاضرین کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے کی خبر ہو گئی۔ مسلمانوں کے گھر گھر شادیاں ہوئیں۔

غرض حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اسلام نے درحقیقت کافروں کا زور توڑ دیا اور مسلمانوں کی کمر استقدر مضبوط کر دی کہ اب علی الاعلان وعظا ہونے لگے۔ خانہ کعبہ میں کھلم کھلا نماز پڑھی جانے لگی۔ گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں اسلامی جھنڈا لہانے لگا۔ مسلمانوں کے گرد وہیں روز بروز ترقی ہونے لگی۔

## عهد نامہ قریش

جب قریش نے دیکھا کہ کچھ مسلمان نجاشی کے پاس جھٹے چلے گئے۔ ان پر تو ہمارا کچھ زور چل ہی نہیں سکتا۔ اور جو باقی ہیں انکو حضرت حمزہ اور عمر رضی اللہ عنہما کی وجہ سے بہت تقویت ہو گئی ہے اور بنو ہاشم جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے۔ اگرچہ مسلمان نہیں ہوا لیکن آپکا ساتھ نہیں چھوڑتا اسلئے مسلمانوں کی جماعت کو بڑھتے دیکھ کر قریش نے ایک عهد نامہ لکھا۔ اور قسم کھائی کہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات نہ رکھے جائیں۔ کوئی شخص انکے ساتھ لین دین نہ کرے انکے ساتھ صلہ رحمی نہ کی جائے سلام و کلام ترک کر دیا جائے۔

اس معاہدہ کو کاغذ پر لکھ کر سب نے اپنی اپنی مہر میں لگا کر خانہ کعبہ پر آویزاں کر دیا۔ ابو طالب و دیگر مسلمان اس مقاطعہ سے گھبرا گئے اور یہ خیال کیا کہ کل شہر کا مقابلہ ایک شخص یا ایک خاندان نہیں کر سکتا۔

## شعب ابو طالب

ایک بار کفائے جمع ہو کر ابو طالب سے کہا کہ یا تو تم محمد کو ہمارے حوالہ کر دو ورنہ ہم تم سے لڑینگے۔ انہوں نے حوالہ کرنا قبول نہ کیا۔ کفائے آپ کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اسلئے بعثت کے ساتویں سال ابو طالب تمام بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو بخر ابو لب کے لیکر ایک پہاڑی کی کھوہ میں پناہ گزین ہوئے۔ اس کھوہ کو شعب ابی طالب کہتے ہیں۔ یہ شہر سے دور ایک تھلک جگہ تھی اسکے اندر جانیکے لئے صرف ایک تنگ راستہ تھا۔ اس گھائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ تین سال تک محصور رہے۔ جو کچھ غلہ وغیرہ بنی ہاشم اپنے ساتھ لے گئے تھے وہ جلدی ہی ختم ہو گیا۔ بازار تک انہیں سکتے تھے صرف موسم حج میں اطراف و اکناف عالم سے لوگ مکہ میں آکر اترتے۔ اسوقت آپ اس گھائی سے نکل کر لوگوں کو وعظ سنایا کرتے تھے۔ ان ایام میں جنگ و جدل حرام تھا مگر ابو طالب آپ کے ساتھ ساتھ پھرتا تھا۔ اور لوگوں کو کہتا کہ اسکی بات نہ سننا۔



یہ جھوٹا شخص نجومی اور کاہن ہے (تَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ) غرض تین سال تک آپ اور بنی ہاشم و بنی مطلب اس شعب میں تینا تکلیف اور مصیبت میں رہے۔ آخر کار آپ کو بوجی الہی اس بات سے اطلاع ہوئی کہ کیرے نے عہد نامہ کے کاغذ کو بالکل کھا لیا۔ بجز اللہ کے نام کے جو اس میں کہیں کہیں مرقوم تھا۔ آپ نے یہ حال ابو طالب سے کہا۔ انہوں نے شعب سے نکل کر یہ بات قریش سے بیان کی اور کہا کہ اس کاغذ کو دیکھو۔ اگر محمد کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالہ کر دیں گے۔ اگر صحیح نکلے تو اتنا ہو کہ تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آؤ۔ قریش نے کعبہ پر سے اتار کر اس کاغذ کو دیکھانی الواقع ایسا ہی تھا تب قریش اس ظلم سے باز آئے اور عہد نامہ کو چاک کر ڈالا۔ ابو طالب آپ کو اور بنی ہاشم اور بنی مطلب کو لیکر شعب سے نکل آئے۔ اور آپ بدستور دعوت الی اللہ میں مشغول ہوئے۔

## وفات ابو طالب

نبوت کے دسویں سال کا ماہ شوال تھا۔ بنو ہاشم شعب سے نجات پا چکے تھے کہ ابو طالب سخت بیمار ہوئے اور انکو خود اپنی زندگی سے باہوسی ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مہربان چچا سے محبت تھی۔ کیونکہ آپ کو آٹھ سال کی عمر سے انہیں کی کنار عاطفت میں پرورش پانیکا اتفاق

ہوا تھا۔ آپؐ ل سے چاہتے تھے۔ کہ کاش ابوطالب مشرف باسلام ہو  
 تاکہ آخرت میں انکے احسانات کی تلافی اللہ کی طرف سے ہو سکے۔ جو  
 انہوں نے اللہ کے رسول کے ساتھ دنیا میں کئے ہیں۔ چنانچہ  
 آپؐ چچا کے پاس اسکی نزع کی حالت میں تشریف لیگئے اور فرمایا۔  
 اے چچا مجھ پر تمہارا حق تمام آدمیوں کے حق سے بہت بڑا ہے۔ اور  
 تمہاری حمایت و اعانت کا ہاتھ سب سے زیادہ ہے۔ بیشک مجھ پر آپؐ کا  
 حق میرے باپ کے حق سے زیادہ ہے۔ اسلئے آپؐ اپنی زبان مبارک سے  
 ایکبار کلمہ شہادت لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ پڑھ لیجئے تاکہ قیامت کے دن  
 خدا کے سامنے آپکی شفاعت کر سکوں۔ ابوطالب نے کچھ دیر سوچنے کے  
 بعد جواب دیا۔ کہ اے بھتیجے مجھے تیرا دل خوش کر دینے میں کوئی تامل نہ  
 تھا۔ لیکن اندیشہ یہ ہے کہ زنانِ قریش مجھ پر طعن کرینگی کہ ابوطالب موت  
 سے ڈر گیا۔ اور آخری وقت میں بھتیجے کا کلمہ پڑھ لیا۔ یہ کلمات سن کر  
 آپؐ بلول ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوطالب کی روح تاسی سال کی عمر میں  
 قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ کافروں میں سب سے کم عذاب ابوطالب  
 پر ہے کہ پاؤں میں جہنم کی آگ کی جوتیاں پہنے ہوئے ہے جسکی تپش

لہ بعض روایات سے ابوطالب کا اسلام لانا ثابت ہوتا ہے جسکی بخت رسالت کے کسی حصہ میں لکھی ہے مصنف

تلوؤں سے دماغ تک پہنچتی۔ اور بھیجا بھلس دیتی ہے۔

## وفات خدیجہ الکبریٰ

جب آپ کا مہربان محافظ ابو طالب دنیا سے اٹھ گیا۔ تو آپ پر مصائب کا لطف کا بارگراں آپڑا کیونکہ ابو طالب کی وجہ سے آپ کو کوئی ایذا نہیں پہنچا سکتا تھا مگر ہاں آپ کو اپنی پیاری بیوی ام المؤمنین خدیجہ سے بڑی تسکین ملتی تھی جس سے آپ کا پریشان دل ٹھیر جاتا۔ اور تسلی پاتا تھا۔ لیکن خدیجہ کا پیمانہ حیات بھی لبریز ہو چکا تھا۔ اور ابو طالب سے چند روز بعد خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بھی حلت فرمائی اِنَّ اللّٰهَ اِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلٰیہِ رَاجِعُوْنَ ان دنوں مہربان بد و کاروں کے یکے بعد دیگرے مرنے سے آپ کے دل کو جس قدر رنج و الم ہوا۔ اسکو بیان کرنا لا حاصل ہے۔ آپ غایت حزن کے سبب غمگدہ سے باہر کم نکلتے تھے اور چند روز کیلئے تو رنج کے سبب سوائے احکام الہی اور ضروری امور کی سرانجامی کے تمام کام قریب قریب متروک ہو گئے۔ اہل اسلام میں اس سال کا نام عام الحزن یعنی غم کا برس ہے۔

## نکاح عائشہ و سودہ

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ کے دو نکاح

ہوئے ایک ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے۔ اس وقت انکی عمر چھ سال کی تھی۔ نکاح مکہ معظمہ میں ہوا۔ نو برس کی عمر میں ینہ منورہ میں رخصت ہو کر آئیں۔ دوسرا نکاح حضرت سوودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ یہ بیوہ تھیں۔ مکہ معظمہ میں نکاح ہوا۔ آپکے ساتھ مدینہ منورہ میں آئیں۔ باقی ازواج کا حال ترتیب کے ساتھ اپنے اپنے موقع و محل پر لکھا گیا ہے۔ اور کجا بھی آخر میں ارقام کیا گیا ہے۔

## طائف میں دعوت اسلام

طائف ایک چھوٹا سا شہر مکہ معظمہ سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر مشرق کی طرف واقع ہے۔ اسکا علاقہ سرسبز اور زرخیز ہے اور عرب کی دل جان ہے یہاں کے لوگ لات بہت کی پرستش کیا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ کفار کی مخالفت کی وجہ سے مسلمانوں کیلئے مکہ معظمہ میں رہنا ایک ناقابل برداشت مصیبت ہے تو آپ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لیکر طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ اور طائف کے درمیان جس قدر قبائل تھے آپ سب کو وعظ فرماتے ہوئے قبیلہ ثقیف میں پہنچے اور دعوت اسلام فرمائی لیکن وہ لوگ آپکے ساتھ نہایت سختی اور درشتی سے پیش آئے۔ اور بہت

بدسلوکی کی۔ مگر آپ دس روز تک متواتر وعظ کرتے رہے۔ خدا کی قدرت کوئی شخص بھی مسلمان نہ ہوا۔ آخر مجبور ہو کر آپ مکہ معظمہ کی طرف ہجرت فرما ہوئے۔ شریروں نے آپ کا تعاقب کیا۔ اور کئی میل تک پتھر وغیرہ مارتے رہے۔ آپ زخموں کے مائے لہولہان ہو گئے۔ آخر آپ نے شبیبہ بن ربیعہ کے نخلستان میں جا کر پناہ لی۔

## حجرات کا مسلمان ہونا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے مکہ معظمہ کو واپس ہوئے تو بطن نخلہ میں پہنچ کر رات کو اس جگہ قیام فرمایا۔ آپ نماز میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے شہر نصیبین کے نوجوان اس طرف آئے۔ اور کلام اللہ کو سن کر ٹھہر گئے۔ جب آپ نماز پڑھ چکے وہ ظاہر ہوئے۔ انہیں اسلام کی طرف دعوت کی۔ وہ سب بے توقف مسلمان ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنی قوم کو جا کر اسلام کی دعوت دی۔ سورہ احقاف میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ وہ آیات یہ ہیں :-

وَاذْصَرَ فَنَارَ الْبَيْتِكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ ۖ كُلَّمَا حَضَرُوهُ قَالُوا  
 أَنْصَبُوا ۖ فَلَمَّا قَضَىٰ وَكَلَّمَ الْإِنسَانَ قَوْمَهُمْ مِنْهُمْ مُّذَبِّحِينَ ۗ قَالُوا يَا قَوْمِ مَنْ آتَانَا  
 سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِنْ أَعْبُدُ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يُدْخِلُ إِلَىٰ

الْحَقِّ وَالْإِلَهِ طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ لِقَوْمًا أَحْبَبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَأَضُوعًا لِيَعْبُدُوا لَهُ  
مِن دُونِهِمْ وَيُجْرِكُم مِّنْ عَذَابِ الْيَوْمِ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ  
بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

سورہ احقاف ع ۴۴ ترجمہ۔ اور جب ہم نے متوجہ کیا تیری طرف جنوں کی ایک جماعت

کو کہ وہ سننے لگے قرآن تو جب پیغمبر کے پاس آ پہنچے ایک دوسرے سے

بولے کہ خاموش رہو پھر جب پڑھنا تمام ہوا تو وہ لوٹ گئے اپنی قوم کی

جانب ڈراتے ہوئے۔ کہنے لگے کہ اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی جو

نازل ہوئی ہے۔ موسیٰ کے بعد سچا بتاتی ہے تمام کتابوں کو۔ ہدایت کرتی ہے

سچے دین اور ایک سیدھے رستہ کی جانب اے قوم کما مان لو۔ اللہ کی طرف

بلانے والے کا اور اس پر ایمان لے آؤ۔ تاکہ اللہ تمہارے لئے بخش دے

تمہارے گناہ اور تم کو پناہ میں رکھے دردناک عذاب سے اور جو نہ مانے گا

اللہ کے بلانے والے کو تو نہ تھکا سکتا ہے۔ زمین میں بھاگ کر اور نہ

اسکے لئے اللہ کے سوائے بددگار ہیں۔ وہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں

## عقبہ اولی

آپ اللہ نبوت میں طائف سے مکہ معظمہ میں واپس آئے تو اس وقت

حج کا موسم تھا۔ مدینہ وغیرہ کی طرف سے بکثرت زائرین حسب معمول آگئے

آپ نے وعظ فرمانا شروع کیا۔ ان میں چھ خزرجی نے جو مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے مؤثر و عطا کو کان لگا کر بڑے غور سے سنا۔ اسکے بعد چلے چلے ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ کہ واقعی یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر یہود کیا کرتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے انکا اتباع کر لیں جو درحقیقت اللہ کا سچا پیغمبر اور نبی آخر الزمان معلوم ہوتا ہے۔ یہ سوچ کر وہ چھ آدمی اسی وقت آپ پر ایمان لے آئے اور دولت لار وال سے مال مال ہو گئے۔

مدینہ میں جا کر انہوں نے آپکا ذکر کیا۔ کہ ملک عرب میں ایک نبی پیدا ہوئے ہیں جو عرب کے سینکڑوں برس کے جھگڑوں کا تصفیہ کر دیں گے۔ اس طرح چند ہی روز میں مدینہ کی گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں مقدس مذہب اسلام کا چرچا گھر گھر ہونے لگا۔

نبوت کے بارہویں سال یہ لوگ پھر مکہ میں آئے اور اپنے ساتھ چھ آدمی اور ہمراہ لائے۔ یہ چھ شخص بھی داخل اسلام ہوئے اور عقبہ کے قریب آپکے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس بیعت کا نام بیعت عقبہ الاولیٰ ہے۔ یا یوں کہو کہ وہ معاہدہ جو ان لوگوں کے ساتھ ہوا عقبہ کا پہلا معاہدہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ یہ معاہدہ عقبہ پہاڑ پر ہوا تھا جو اقرار ان لوگوں نے کیا تھا۔ وہ یہ ہے کہ ہم لوگ کسی کو خدا کا

شریک نہ بنائینگے۔ چوری۔ زنا کاری اولاد کے قتل سے باز آئینگے۔ ہم  
کسی کی جعلی اور شکایت نہ کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک  
بات کو مانیں گے اور خوشی و غم میں انکے شریک حال ہونگے۔

ان بارہ مدنی صحابہ کے نام یہ ہیں۔ اسعد بن زرارہ۔ حارث بن فاعہ  
کے دونوں بیٹے عوف و معاذ۔ رافع بن مالک۔ ذکوان بن عبد قیس۔ عبادہ  
بن صامت۔ ابو عبد الرحمن۔ یزید بن ثعلبہ۔ عباس بن عبادہ۔ عقبہ بن عامر  
ابو الہشیم۔ مالک بن تیمان۔ عیوب بن ساعدہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ہمراہ ایک بزرگ صحابی  
مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو کلام مجید پڑھانے اور احکام شریعت  
کے سکھانے کو بھیجا۔

## عقبہ ثانیہ

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ایک سال تک مدینہ منورہ میں قیام  
پذیرے۔ اور دعوت اسلام کرتے رہے۔ اکثر آدمی انصار کے مسلمان ہو گئے۔  
نبوت کے تیرھویں سال حج کا موسم آیا تو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ  
ان مسلم اور غیر مسلم لوگوں کے ہمراہ ادائے حج کیلئے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔  
جب مکہ معظمہ پہنچے تو ستر آدمی مشرف باسلام ہوئے اور آپ کے ساتھ عمدہ پیمان



کیا کہ اگر آپ مدینہ منورہ تشریف لیجائیے تو ہم آپکی خدمتگداری میں کوتاہی نہ کریں گے۔ اور آپکے دشمنوں کے ساتھ جان و مال سے دریغ نہ کریں گے۔ اس بیعت کا نام عقبہ ثانیہ ہے۔

## معراج شریف

معجزات حضور پر نور سرور عالم فخر بنی آدم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں واقعہ معراج شریف بھی ایک عظیم ترین معجزہ ہے۔ جمہور اہل اسلام معراج جسمانی حضور اقدس کے قائل ہیں سب سے پہلے آیات قرآن مجید جس میں معراج کا ذکر ہے۔ با ترجمہ ارقام کی جاتی ہیں۔ اسکے بعد کیفیت معراج مختصر طور پر ہدیہ ناظرین کیجائیگی۔

قرآن مجید کے سادہ الفاظ نے اس قصہ کو صراحتاً صرف اس قدر بیان کیا  
 سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى  
 الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْأَيْدِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (بنی اسرائیل)

ترجمہ۔ پاک ذات ہے جو لیگیا اپنے بندے (محمد) کو راتوں رات مسجد حرام

سے اس مسجد اقصیٰ تک کہ جس کے گرد اگر وہم نے برکتیں رکھی ہیں۔

تاکہ ہم اس کو دکھائیں اپنی قدرت کے کچھ نمونے بے شک وہی سننے

والا۔ دیکھنے والا ہے۔

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ  
 إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۖ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۖ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ۖ وَهُوَ  
 بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۖ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۖ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۖ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ  
 الْعِبْدِ إِذَا أَوْحَىٰ مَا لَدَّبُ الْقَوْلَ إِذَا مَرَّ أَوْ أَمَّا رَأَىٰ ۖ أَفْقَرُونَ ۗ عَلَىٰ مَابِرَىٰ ۖ وَقَدَّرَ ۗ  
 نَزْلَةَ الْآخِرَىٰ ۖ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۖ عِنْدَ هَا جَنَّةِ الْمَأْوَىٰ ۖ إِذْ يَبْعَثُ السَّمَاءَ  
 مَا يَغْشَىٰ ۗ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۗ وَلَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۗ (سورہ نجم)

ترجمہ۔ قسم ہے ستارے کی جبکہ گرسے۔ نہ ہرکے تمہارا رفیق (یعنی محمد) اور نہ بھٹکا

اور نہ بات کرتا ہے اپنی خواہش نفس سے۔ یہ (قرآن) تو وحی ہے جو اسکو

بھیجی جاتی ہے۔ اسکو سکھایا ہے بڑے طاقتور زور آور نے (یعنی جبریل علیہ السلام)

پس وہ فرشتہ پورا نظر آیا۔ ایسے حال میں کہ وہ آسمان کے اونچے کنارے میں تھا

پھر نزدیک ہوا اور آتر آیا پس فاصلہ رہ گیا۔ دو کمان کے برابر یا اس سے

بھی زیادہ قریب۔ پھر اللہ نے وحی بھیجی اپنے بندے کی جانب جو کچھ

بھیجی۔ نہیں جھوٹ لایا پیغمبر کے دل نے اس معاملہ میں جو دیکھا۔ تو کیا

تم پیغمبر سے اس پر جھگڑتے ہو۔ جو اس نے دیکھا۔ اور بیشک اسکو دیکھا

تھا۔ ایک بار اور بھی سررہۃ المنتہی کے پاس اسکے نزدیک جنت آرامگاہ

جیکہ اس بیری پر چھا رہا تھا نہ پیغمبر کی نظر سبکی اور نہ حد سے بڑھی۔ بیشک

اس نے دیکھیں اپنی پروردگار کی بڑی نشانیاں +

محققین نے لکھا ہے کہ آپ کو چونتیس معراج ہوئے لیکن وہ مشہور معراج جس کا قابل فخر خداؤم ابوالبشیر سے عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام کے گروہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنایا گیا۔ ایک بار ہوئی ہے جس کا سچا واقعہ ہم بتفصیل ذیل ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

جب آپ اکیاون برس آٹھ ماہ بیس روز کے ہوئے تو آپ کو معراج کا رتبہ عنایت ہوا۔ چنانچہ ۲۷ رجب المرجب دوشنبہ کی رات کو آپ اپنی چچا زاد بہن ام ہانی دختر ابوطالب کے گھر خواب استراحت فرما رہے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام نے حق تعالیٰ کا فرمان پا کر ایک قبول صورت میانہ قد جنتی سفید مرکب جس کا نام براق ہے سلطان دو جہان کے دروازہ پر آ کھڑا کیا۔ اور آداب ملحوظ رکھ کر آپ کو بیدار کیا۔ آپ اٹھے اور ادھر ادھر دیکھا مگر جب کسی کو نہ پایا تو آنکھیں بند کر لیں۔ اور پھر سو گئے دوسری دفعہ بھی ایسا ہوا۔ تیسری بار جبرئیل علیہ السلام نے پھر جگایا۔ اور حطیم میں لا کر چوتھی بار سینہ مبارک چاک کیا۔ قلب مبارک طلائی طشت میں آب زمزم سے دھویا۔ ایمان و حکمت اور تجلیات الہی سے معمور بنا کر سی دیا۔ پھر مشرودہ سنایا کہ فلکی سیاحت کیلئے تیار اور عالم علوی کے عجائبات کی سیر کیلئے براق پر سوار ہو جائے۔ آپ اس براق پر سوار ہوئے اور مسجد حرام سے یثرب کے نخلستان قطع کرتے ہوئے طور سینا پر گذرے

ہوئے اور بیت لحم دیکھتے ہوئے بیت المقدس پہنچے جہاں تمام انبیاء علیہ السلام آپ کے منتظر اور نماز میں آپ کا اقتدار نیکے خواہاں تھے۔

غرض اذان ہوئی اور سب نے وضو کیا۔ آپ کو امام بنایا گیا۔ تمام انبیاء اور

ملائکہ مقتدی بنے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ براق پر سوار ہو کر آسمانوں کی سر

کرتے۔ انبیاء سے اپنے اپنے مقام اصلی پر ملاقات کرتے ہوئے سدرۃ المنہستی

پر جا پہنچے۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے رخصتی سلام کیا۔ اور یہ کہہ کر کہ آگے قدم

رکھنا سوائے آپ کے دوسرے کا کام نہیں ہے۔ واپس ہوئی اجازت

چاہی بقیہ مقامات اور فرشتوں نے طے کر لئے۔ آگے چل کر براق بھی چلنے

سے عاجز رہ گیا۔ اور رُفرف نے تخت رواں کا کام دیا۔ پھر رُفرف بھی

چلنے سے عارمی ہو گیا۔ جب کوئی سواری آپ کے پاس نہ رہی۔ اور کوئی

فرشتہ بھی آپ کو نظر نہ آیا تو آپ کو حیرت پریشانی لاحق ہوئی۔ اسی وقت اللہ

تعالیٰ کی جناب سے ندا ہوئی اِدْنِ یَا مُحَمَّدُ یعنی اے محمد قریب ہو۔ پس تَمَّ دَنِّی

فَتَدَلِّی فَكَأَنَّ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی پھر نزدیک ہوا اور آٹرایا۔ پس فاصلہ رہ گیا

دو کمان کے برابر یا اس سے بھی زیادہ قریب۔

آپ رویت باری تعالیٰ سے مشرف ہوئے۔ اور جو کچھ راز و

نیاز کی باتیں ہوئیں۔ ان کو کیا جانے فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی

پھر اللہ نے وحی بھیجی اپنے بندہ کی جانب جو کچھ بھی وحی بھیجی۔

اسکے بعد بارگاہِ احدیت سے آپ کی اُمت پر رات دن میں سچاس وقت کی نماز فرض ہوئی۔ پھر آپ نے سبز رُف پر سوار ہو کر عرش کی سیر کی۔ جب آپ جنتِ فوزخ۔ لوحِ قلمِ عرش۔ کرسیِ غرضِ تمام عجائباتِ علوی سیر کر چکے تو عالمِ دنیا کی طرف واپس ہوئے۔ راستے میں موسیٰ علیہ السلام سے ملاقی ہوئے۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ پر کتنی نمازیں فرض کی گئیں۔ آپ نے فرمایا کہ سچاس۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں تجربہ کر چکا ہوں کہ روزانہ سچاس وقت کی وقت کی نماز آپ کی ضعیف اُمت ادا نہیں کر سکیگی۔ جاؤ بارگاہِ عالی سے تخفیف کا سوال کرو۔ آپ نے واپس جا کر بارگاہِ عالی میں تخفیف چاہی تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں معاف فرمائیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے۔ انہوں نے پھر وہی بات کہی۔ غرض پانچ بار آمد و رفت کے بعد پانچ نمازوں کی فرضیت باقی رہی۔

پھر آپ نے عالمِ دنیا کو اپنے وجود سے اعزاز بخشا۔ اور اپنے وطنِ مکہ معظمہ میں پہنچے۔ جب خوابگاہ میں تشریف لے گئے۔ تو بستر گرم اور زنجیر در کو ہلتا پایا۔ علی الصبح آپ نے معراج کا قصہ لوگوں سے بیان کیا۔ تو شکرین آپ کی ہنسی اڑتے ہوئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر کہنے لگے۔ اپنے اپنے دوست کی نئی گھڑی ہوئی رات کی کہانی بھی سنی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں آج رات بیت المقدس ہوتا ہوا آسمانوں کی سیر کر آیا۔ اور ایک آن میں

بحالت بیداری جنت و دوزخ سب کچھ دیکھ آیا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ  
 عنہ نے جواب دیا کہ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر اور رسول ہیں۔ لہذا جو  
 کچھ بھی فرمائیں وہ سچ ہے۔ اس وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق ہوا۔  
 قریش میں بہت لوگ ایسے تھے جنہوں نے بیت المقدس کو دیکھا تھا۔  
 وہ سب جمع ہو کر حضور نبوی میں حاضر ہوئے۔ اور دوبارہ بیت المقدس آپ سے  
 سوالات کرنے لگے۔ آپ ان کے سوالات کے جواب ٹھیک ٹھیک بتاتے  
 بعض امور میں تامل ہوا۔ تو خداوند کریم نے بیت المقدس کو آپ کے پیش نظر کر دیا۔ آپ نے  
 ان امور کو بھی وضاحت سے بیان فرمایا۔ کفار قریش آپ کا بیان سن کر سخت  
 متحیر ہوئے۔ بعد ازاں دریافت کیا کہ ہم لوگوں کے قافلے شام کے راستے میں ہیں  
 ان میں سے بھی کسی کو آپ نے دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں دیکھا تھا۔ انکا ایک اونٹ  
 گم ہو گیا تھا۔ اور وہ اسکو ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ انکی منزل پر ایک  
 پیالہ پانی بھرا ہوا تھا۔ اسکا پانی میں پی گیا۔ جب وہ آئیں پوچھ لینا کہ  
 تمہارا اونٹ کھویا گیا یا نہیں اور پیالہ خالی بلایا بھرا ہوا۔ اسکے سوا اور پتہ  
 کی بات بتاتا ہوں کہ دو مرد ایک اونٹ پر سوار جاتے تھے۔ جب براق  
 اسکے برابر نکلا تو اونٹ بدکا۔ ایک سوار گر گیا۔ اسکے ہاتھ میں چوٹ آئی۔  
 لوگوں نے دریافت کیا۔ کہ ہمارا قافلہ آپ نے کس مقام پر دیکھا۔ اور وہ  
 کب تک مکہ میں داخل ہوگا۔ آپ نے فرمایا تنعیم میں دیکھا ہے۔ پرسوں

صبح سورج کے طلوع ہوتے ہی وہ مسک پہنچ جائیگا۔  
 قریش یسن کر قافلہ کی آمد کے منتظر رہے۔ یوم معینہ پر ابھی سورج نکلا نہیں تھا  
 کہ قافلہ آپہنچا جب اہل قافلہ نزدیک آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 بتائے ہوئے واقعات دریافت کئے گئے۔ انہوں نے اسکی تصدیق کی۔  
 یہ امر معلوم کرنے پر کفار مکہ کو سخت تحیر ہوا اور ایسے مغموم ہو گئے کہ گویا تمام  
 جہان کی مصیبت انہیں پر آگئی مگر افسوس ایسے ایسے بین اثبات پر بھی نہ  
 مانے۔ اور کہدیا۔ مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ یعنی یہ اور کچھ نہیں ہے۔ سوائے بین جادو کے  
 یہی حالت ہمارے اس زمانہ میں بھی بعض بعض گروہوں کی ہو رہی ہے  
 خواہ مخواہ اپنی ذاتی اغراض کے حصول کیلئے ہندی کی چندی نکالتے ہیں۔  
 اور صریح و بین معجزات میں کلام کرتے ہیں۔ خداوند قادر مطلق کی قدرت کاملہ  
 پر نگاہ نہیں رکھتے۔ اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت پر خیال  
 کرتے ہیں۔ ایک انسانی جسم کا سیر آسمانوں کیلئے خدا کریم کا لیجانا خلاف  
 فطرت اور خلاف عقل مان کر معراج بالجسد کے منکر ہوتے ہیں۔ حالانکہ ثبوت  
 عقلی و نقلی موجود ہے۔

ثبوت معراج نقلی ذیل سے لفظ عبید جو آیات سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا اور  
 فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ میں واقع ہے جسکا ترجمہ بندہ ہے مجموعہ روح  
 اور جسد کا نام ہے اسکا اطلاق صرف روح پر صحیح نہیں ہے۔ قرآن مجید میں جسکا

بھی یہ لفظ آیا ہے۔ ہر جگہ مراد روح مع الجسد ہے۔

خداے قادر قیوم ہر چیز پر قادر ہے اسکے لئے کوئی امر مشکل نہیں وہ خود فرماتا ہے اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا ارَادَ شَيْئًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنَ رسورہ بقرہ

یعنی جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے کہ ہو جا۔ پس وہ کام ہو جاتا ہے۔

پس جس نے خدا نے خلاف عادت ذکر یا علیہ السلام کے بڑھاپے میں اور باوجود انکی بیوی کے بانجھ ہونیکے لڑکا عطا فرمایا۔ اور جس نے خدا نے حضرت مریم علیہا السلام کے بطن مبارک سے بغیر باپ کے عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کو پیدا فرمایا۔ بیشک اُس خدا کو قدرت ہے کہ وہ اپنے جیب کو معراج مع الجسد کر سکتا ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تدبر وایا اولی لا بصرہ

## ہجرت مدینہ طیبہ

جب نبوت کے تیرھویں سال بیت عقبہ ثانیہ واقع ہو چکی تو آپ نے صحابہ کو مدینہ طیبہ کی ہجرت کی اجازت فرمائی۔ ان میں سے اکثر تو ضعیف الحال تھے۔ وہ تو پوشیدہ حال نکلے مگر عمر خطاب کفار کو پکار کر بکھلے۔

مہاجرین کے یکے دیگرے نکلنے اور مکہ کے ایک گھر کے بعد دوسرے کے خالی ہونے سے قریش مکہ حیران ہوئے۔ اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ مسلمانوں کے جمع ہونے اور قوت پانے میں خیر نظر نہیں آتی۔ لہذا محمد



رسول اللہ علیہ وسلم سے کوئی سلوک کریں تو کیسا کریں۔ روسائے قریش حرم کعبہ میں دارالندوہ میں جمع ہوئے اور نبی کی بابت ایک دوسرے سے صلاح مشورہ پوچھنے لگے۔ آخر بڑے جھگڑے رگڑے کے بعد یہ قرار پایا کہ آپ کو راتوں رات قتل کر ڈالیں۔ پس چند شخص اس مہم کیلئے منتخب کئے گئے۔ اور انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے گرد جمع ہوئی کی بابت کہا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس مشورے سے اپنے پیغمبر برحق کو اطلاع دی اور حکم کیا کہ اب آپ بھی یہاں سے مدینہ طیبہ کی طرف نکل جائیں۔ پس آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمانے لگے کہ مجھے ہجرت مدینہ کا حکم ہوا ہے تم میری چادر پیٹ کر آج رات میرے بستر پر سو جاؤ۔ انہوں نے حکم کی تعمیل میں کوئی عند زکیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی بجائے بستر پر چھوڑ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور ان سے کہنے لگے کہ چلو اب ہجرت کا وقت آ گیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ خبر سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے سردار کی اردل میں مدینہ کی طرف چل پڑے۔ شہر سے کچھ فاصلہ پر غار ثور میں مقام کیا۔

کفار قریش نے بہت پیارے اور سوار دوڑائے۔ مگر آپ کا سراغ نہ ملا۔ تین دن تک آپ غار میں رہے جب کفار کی شورش کم ہو گئی۔ تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے دو تیز رو اونٹنیاں غار پر لا کر حاضر کیں۔ ایک پر حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور ایک پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 مدینہ منورہ کے لوگ ہر روز نماز صبح کے بعد پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ  
 کر آپ کی راہ دیکھتے دوپہر تک کھائی نہ دیتے تو پھر گھروں کو واپس آجاتے حتیٰ کہ  
 جس روز آپ پہنچے تو اس روز بھی انتظار کر کے لوٹ چلے تھے۔ کہ یکایک ایک  
 یہودی نے پیادہ پر سے آپ کی سواری دیکھی۔ اور چلا کر ان سے کہا کہ اے گروہ عرب  
 تمہارا بزرگ آگیا ہے۔ وہ لوگ اسی وقت لوٹ آئے۔ اور آپ کے ساتھ ہو گئے۔  
 آپ پیرنے دن ۱۳ بیچ الاول کو مدینہ منورہ پہنچے تیسرے دن حضرت  
 علی رضی اللہ عنہ بھی امانتیں ادا کر کے آپ سے آئے۔ پھر ہر ایک کی یہ خواہش تھی  
 کہ آپ ہمارے محلے میں ٹھہریں۔ آپ نے فرمایا کہ میری اونٹنی اللہ کی طرف سے  
 مامور ہے۔ جہاں خود بخود بیٹھ جائیگی وہاں میرا مقام ہوگا۔ چنانچہ چلتے چلتے  
 اونٹنی وہاں آکر بیٹھ گئی۔ جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ آپ سواری سے اترے  
 اور ابویوب انصاری کے گھر میں قیام کیا۔ پھر آپ نے وہ زمین جہاں اونٹنی  
 بیٹھی تھی خرید کر مسجد تعمیر کرنی شروع کی۔ جب مسجد نبوی اور دیگر ہائیتی مکانا  
 بن گئے۔ تو آپ نے ان میں سکونت اختیار کی۔ پھر آہستہ آہستہ مدینہ منورہ  
 میں گھروں کے گھر اور قبیلوں کے قبیلے مشرف باسلام ہوئے۔

## غزوات نبویہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانہ میں مخالفین کے لڑائیاں پیش آئیں، انکے اسباب و کوائف پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام لڑائیاں ایسی ہیں جو ملکی انتظام میں واقع ہوتی رہتی ہیں اور دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں جس نے عثمان حکومت ہاتھ میں لی ہو اور اسے اس قسم کی لڑائیاں پیش نہ آئی ہوں ایسی لڑائیوں کی نسبت یہ کہنا کہ بزورِ شمشیر اسلام پھیلانے کے لئے کی گئی تھیں بالکل غلط اور بے اصل بات ہے اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ "رسالت" کے کسی حصہ میں لکھا گیا ہے۔

جس لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفس تشریف لگئے اسکو سر بہ کہتے ہیں ہجری ۱۱ھ میں سر بہ سیف البحر رابع - خرار غزوہ ابواء ہوئے جنکی تفصیل ذیل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تیس مہاجرین کے ساتھ ماہ رمضان میں جو سیف البحر کو جو فارس کے کنارے پر قبیلہ بنی زبیر کے متعلق ایک جگہ ہے بھیجا لڑائی چھڑ جانے کو تھی مگر صلح ہو گئی۔

پھر اپنے چچا زاد بھائی عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ساتھ مہاجرین کے ساتھ رابع کو جو سمندر کے قریب ابواء اور حنفہ کے درمیان ایک میدان ہے

روانہ کیا فریقین میں تھوڑی دیر تک تیر اندازی ہوتی رہی مگر بہت جلد رک گئی  
 پھر آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بیس مہاجرین کے ساتھ حزار کی طرف  
 جو علاقہ حجاز کے قریب مقام ہے بھیجا مگر دشمن کا پتہ نہ لگنے سے واپس چلے آئے  
 ہجرت کے بارہویں مہینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود دو سو مہاجرین  
 کو ہمراہ لیکر مقام ابواء کو روانہ ہوئے۔ یہ سب پہلا غزوہ ہے جس میں بنفس نفیس  
 شریک ہوئے اور بغیر کسی قسم کے مقابلہ کے واپس ہوئے۔  
 اسی سال اذان کا آغاز ہوا۔ اور اسی سال عائشہ صدیقہ نہ رخصت ہو کر آئیں  
 اور اسی سال مہاجرین اور انصار کے درمیان عقد اخوت مقرر ہوا۔  
 ہجری ۳ء میں غزوہ بواط غزوہ سقوان غزوہ ذوالعشیرہ ہجری ۴ء  
 غزوہ بدر الکبریٰ غزوہ بدر صغیرہ غزوہ سوئق غزوہ ذی امر ہوئے جنکی تفصیل ذیل ہے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ قریش دو ہزار پانسو کے ساتھ  
 جن میں امیر بن خلف مع ایک سو جوان قریش سے تھا مکہ کی طرف نکلے ہیں  
 اتنی جماعت کثیر کے نکلنے سے اندیشہ ہوا کہ مبادا کچھ بد خواہی کریں۔ آپ نے دو سو  
 اصحاب کو ساتھ لیکر سفر کیا حضرت سعد بن ابی وقاص کو جھنڈا دیا حتیٰ کہ آپ  
 مقام بواط تک پہنچے جو شام کی راہ پر مدینہ منورہ اڑتالیس میل کے فاصلہ پر  
 ہے مقابلہ نہیں ہوا۔ لہذا آپ چند یوم ٹھہر کر واپس مدینہ منورہ چلے آئے۔  
 کز بن جابر الفہری اہل مدینہ کے مویشی لوٹ کر لے گیا تھا۔ اسلئے آپ نے

بذات خود اسکا تعاقب کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں علم دیا۔ آپ نے  
وادی سفوان تک جو چشمہ بدر کے قریب اسکا تعاقب کیا۔ وہ ہاتھ نہ آیا  
لہذا آپ بغیر لڑنے کے واپس چلے آئے۔

پھر آپ دو ڈیڑھ سو اصحاب لیکر ذوالعشیرہ کو جو بندر ینبوع کے  
قریب ایک جگہ ہے روانہ ہوئے۔ مگر قبیلہ مدج اور انکے حلیف بنی ضمہ  
سے صلح ہو گئی۔ لہذا آپ بغیر لڑنے کے واپس چلے آئے۔

پھر آپ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن کحش رضی اللہ عنہ کو آٹھ یا  
بارہ آدمیوں سمیت مقام نخلہ کی طرف بھیجا یہ مکہ اور طائف کے درمیان  
ایک جگہ ہے۔ جب ہاں پہنچے تو یکا یک قریش کا ایک قافلہ بھی آن پہنچا۔  
جس میں عمرو بن حضرمی اور عثمان بن نوفل سپہ سالار عبداللہ بن مغیرہ اور حکم بن کیسان  
بھی تھے۔ فریقین کے دلوں میں طرح طرح کے خیالات دوڑنے لگے۔

مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عمرو بن حضرمی کو ایک ایسا تیر مارا کہ  
وہ مر گیا۔ عثمان اور حکم پکڑے گئے اور نوفل بھاگ گیا۔ جب حضرت عبداللہ  
رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھی غنیمت کا مال اور دونوں قیدیوں کو ساتھ  
لیکر مدینہ منورہ میں واپس آئے تو رسول اللہ علیہ وسلم نے انکی اس کارروائی  
کو برا مانا۔ آپ نے ان دونوں قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ جن میں سے حکم  
بن کیسان رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔

## غزوہ بدر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ مکہ والوں کا ایک قافلہ ملک شام سے تجارتی مال لیکر واپس آرہا ہے اور ابوسفیان انکا سردار ہے۔ آپ نے انکی تاراچی کا ارادہ فرمایا۔ ابوسفیان نے خبر پا کر مکہ معظمہ کھلا بھیجا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ لوٹنے آتے ہیں اگر قافلہ کو بچانا ہے تو جلد پہنچو۔ ابو جہل مکہ معظمہ سے ساڑھے نو سو آدمی ہمراہ لیکر قافلہ کے بچانیکو روانہ ہوا جن میں سو گھوڑے تھے ابوسفیان یہ خبر پا کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ کے لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں قافلہ کو دوسرے راستے سے بچالے گیا۔ اور مکہ کی فرج قدیمی راستہ پر آئی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ بدر کے مقام پر شکر قریش سے ہو گیا۔ اگرچہ اہل اسلام کا دل یہ چاہتا تھا کہ ہمارا مقابلہ تجارتی قافلہ سے ہو کہ تھوڑی کوشش میں کفار کا بہت کچھ مال ہاتھ لگ جائے مگر خداوند تعالیٰ کو اپنی قدرت سے کفار کی شوکت کا توڑنا اور اسلام کا غالب کرنا منظور تھا۔

۱۳۔ رمضان المبارک کو آپ تین سو تیرہ مجاہدین ہمراہ لیکر روانہ ہوئے جن میں ستر مہاجرین تھے اور باقی انصاری تین سو تیرہ مجاہدین میں صرف دو گھوڑے سوار تھے۔ ایک مقداد۔ دوسرے زبیر بن العوام اور ستر اونٹ تھے تین تین آدمیوں میں ایک ایک اونٹ تقسیم فرمادیا تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی

اور حضرت زید رضی اللہ عنہما ایک اونٹ میں شریک تھے۔ ایسے ہی حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر خطاب اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہم ایک اونٹ میں شریک تھے الغرض ہر ایک آدمی نہروار سوار ہوتے تھے۔ اور جھنڈا مصعب بن عمیر نے لیا۔ اور بڑا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ مکہ کا لشکر قریب ہوا آدمیوں کے ہے اور بڑے بڑے نامور شجاع اور سردار مثل عتبہ بنیہ۔ ولید ابو جہل۔ عمر بن عبدود کے اس لشکر میں موجود ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب الحکم آیتہ کریمہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ لِرَأْيِكُمْ مَشُورَةٌ کیا۔ اور یہ کہا کہ دیکھو کہ نے اپنے جگر گوشے اور چنے ہوئے لوگ تمہاری طرف بھیجے ہیں۔ ان سے لڑنے کے بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔ سب سے اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور نہایت بہادری اور استقلال کی گفتگو کی۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اور کمال شجاعت کے کلام فرمائے۔ ان کے بعد حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اٹھے۔ انہوں نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کو خدا کا حکم ہے وہی آپ کریں ہم ہر طرح آپ کے ساتھ ہیں۔ بخدا لایزال ہم ہرگز نہ کہیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بروقت جہاد کفار نے کہا تھا کہ حضرت آپ اور آپ کا خدا جانے اور کفار سے لڑے تو ہم ہمیں بیٹھے رہیں گے۔ بخدا اگر ہم کو برک النعمان

یعنی حبش کو لیجاینگے تو ہم ہرگز منہ نہ پھیرینگے۔ بعد ازاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو ان کفار سے لڑائی کے بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے اس مقولہ سے مراد انصار تھے پس سعید بن معاذ اٹھے۔ اور عرض کیا کہ آپ نے یہ خطاب شاید سہکو کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں تمہیں مراد ہو۔ انہوں نے جملہ انصاریوں کی طرف سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں۔ آپ جہاد کو اٹھیں ہر طرح ہم جناب کے ساتھ ہیں۔ یہ کفار تو ہم جیسے آدمی ہیں۔ سہکو انکا کیا خوف ہے۔ بخدا اگر آپ یہ حکم دیں کہ دریا میں ڈوب جاؤ تو بلا تامل ہم دریا میں کود پڑیں۔

القصہ جب آپ نے اعلیٰ درجہ کے حوصلہ اور عالی ہمتی سے آمادہ جنگ ہونا جماعہ صحابہ کا انکی تقریروں سے معلوم فرمایا تو آپ نے بتوکل الی اللہ مشرکین پر جہاد کرنیکی اجازت فرمائی۔ طرفین سے لڑائی کیلئے صف آرائی ہوئی بیت پرستوں کی طرف سے عتبہ بنیہ۔ ربیعہ کے دونوں بیٹے اور ولید بن عتبہ میدان میں نکلے اور اہل اسلام میں سے عوف اور معوذ مسامت عفراء کے دونوں بیٹے اور عبداللہ بن رواحہ میدان جنگ میں اترے۔ اہل مکہ نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم انصار ہیں۔ اہل مکہ نے کہا کہ ہم کو تم سے کچھ واسطہ نہیں۔ ہم تو صرف اپنے بھائیوں سے کہ شجاعان عرب ہیں لڑنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے ہم پلہ ہیں۔ وہ لوگ ہمارے مقابلہ میں آئیں



جب یہ انصاری میدان سے واپس آئے اور قریشیوں کی گفتگو آپ سے آ کر  
 عرض کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حمزہ رضی اللہ عنہ تم اٹھو  
 اور اے عبید بن حارث بن عبدالمطلب تم اٹھو۔ اور اے علی کرم اللہ وجہہ  
 تم اٹھو۔ چنانچہ یہ تینوں بزرگوار فی الفور میدان کو گئے۔ اور حمزہ رضی اللہ عنہ نے  
 جاتے ہی شیبہ کو قتل کر ڈالا۔ اور ایسا ہی حضرت علیؑ نے ولید کو خاک میں ملا  
 دیا مگر عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے مقابل کے درمیان دو دو ہاتھ ہوئے اور  
 دونوں زخمی ہوئے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جا کر اسکا کام بھی تمام کیا چونکہ  
 عبیدہ رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تھے۔ لہذا حضرت علی اور حمزہ رضی اللہ عنہما  
 ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میدان جنگ سے اٹھالائے۔  
 عبیدہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں شاید  
 شہید نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو یقیناً شہید ہے۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر  
 ابو طالب مجھ کو آج اس حال میں دیکھتے تو وہ جان جاتے جو انہوں نے اپنے قصیدہ میں  
 حضرت کے اوپر جان نثاری کا مضمون لکھا تھا۔ وہ صحیح ہوا۔ کہ ہم لوگ حضرت کو کفار کے  
 حوالہ اس وقت تک نہ کرینگے جب تک ہم مرکزین پر نہ گرجائیں اور اپنی اولاد و ازواج سے  
 یہ خبر نہ ہو جائیں جبکہ کفار نے اپنے تینوں پہلوانوں کا یہ حال دیکھا تو جوش میں آکر مسلمانوں  
 پر ذلت و ور پڑے اور فریقین آپس میں گڈ مڈ ہو گئے۔ اور خوب کشت و  
 خون ہوا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہم پلہ تھا۔ خدائی مدد سے مسلمانوں

نے کفار کو شکست دی شکست کھا کر سب بھاگ گئے مگر ان میں سے شجاعان  
 قریش اور سرداران کفار کو مسلمانوں نے قتل کیا اور ستر کو زندہ پکڑ لیا۔  
 جس وقت یہ قیدی مدینہ منورہ میں پہنچے۔ ان میں سہیل بن عمرو بھی تھا۔  
 اسکو دیکھ کر حضرت سوہہ رضی اللہ عنہا نے جواز و اج مہمات میں تھیں۔  
 فرمایا کہ اے سہیل تو نے اپنے آپ کو کیوں عورتوں کی طرح مسلمانوں کے ہاتھ  
 میں قید کرایا کیوں نہ مردانہ وار لڑ کر جان دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے سوہہ رضی اللہ عنہا کا یہ کلام سُن کر ان سے فرمایا کہ اے سوہہ کیا خدا  
 اور اُسکے رسول کے مقابلہ میں تم ایسی بات کہتی ہو۔ انہوں نے عرض کیا  
 یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات مجھ سے سہیل کی حالت زار دیکھ کر  
 بے اختیار ہی کی حالت میں نکل گئی۔ آپ نے معذور سمجھ کر درگزر فرمایا۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاس قرابت دارعی قیدیان اہل  
 اسلام سے فرمایا کہ قیدیوں پر مہربانی کی میں تمکو وصیت کرتا ہوں مسلمانوں  
 نے انکے بند ڈھیلے کر دئے اور اپنا کھانا انکے آگے لارکھا۔ آخر الام قریش نے  
 فدیہ دیکر قیدیوں کو چھڑا لیا۔ اور اس لڑائی میں اہل اسلام صرف چودہ  
 شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین اور آٹھ انصار۔  
 کفار قریش غم کے جوش سے چاہتے تھے کہ اپنے رشتہ داروں کے مرنے  
 پر ماتم کریں مگر بخیاں اسکے کہ ہمارے غم کرنے پر مسلمان خوش ہونگے۔ اس لئے

غم و اندوہ کو بدشواری تمام ضبط کرتے تھے۔ بجز ان کفار کے اسود بن عبد  
بن یغوث تھا کہ اسکے تین جوان بہادر بیٹے زموہ عقیل۔ حارث جنگ بدر میں  
ماتے گئے تھے۔ وہ انکے غم میں بیتاب تھا۔ مگر محض جوش حمیت و غیرت سے  
ماتم کرنے پر مجبور تھا۔ کہ لیکر ایک اُس نے ایک نالہ ماتمی کی آواز سنی۔ چونکہ  
وہ نابینا تھا۔ خود اُس آواز کی جگہ نہ جاسکا۔ اپنے غلام کو کہا کہ تم اس ماتم کے  
موقع پر جلد جا کر دریافت کر اور مجھ کو جلد خبر دے کہ یہ کس کا ماتم ہو رہا ہے۔ تاکہ  
میں بھی اپنے جگر گوشوں کے غم میں روؤں۔ کیونکہ آتش غم نے میرے دل کو  
بھون ڈالا ہے۔ چنانچہ غلام اسجگہ گیا اور وہاں سے واپس آکر کہا کہ ایک  
عورت کا اونٹ کھو گیا ہے، اسکے غم میں وہ نوحہ کر رہی ہے۔ یہ سن کر  
اسود کو تاب نہ رہی اور بیساختہ چند شعر فی البدیہہ کہے۔ جنکا ترجمہ یہ ہے۔  
کیا یہ عورت ایک اونٹ کے گم ہو جانے پر روتی ہے اور بیقرار می اسکو سونے  
نہیں دیتی۔ اے عورت تجھ کو اونٹ پر رونا نہیں چاہیے۔ لیکن ایسے چاند  
کے جانے پر رو کہ ویسا بہت سے دلدادوں کو نصیب نہیں ہوا۔ اگر تجھ کو  
رونا ہے۔ تو عقیل پر رو۔ اور حارث پر رو جو شیروں کا شیر تھا۔

جنگ بدر اسلامی واقعات میں سے ایک بڑا بھاری واقعہ اور اسلام  
کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ہے کیونکہ تین سو آدمیوں کا جن کے  
پاس صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ ہوں اپنے سے تکی تعداد دشمنوں کے مقابلہ

میں جن کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو سوار ہوں میدان جنگ میں اترتا اور اسکے علاوہ یہ کہ اس امر کیلئے پہلے کوئی تیاری اور مشورہ بھی نہیں کیا گیا تھا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے نکلنے کے وقت انکو معلوم بھی نہیں کرایا تھا۔ پس ایسی کمزوری اور ناداری کی حالت میں سخت لڑائی کے بعد زور آور دشمنوں پر فتحیاب ہونا بغیر آسمانی تائید کے نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ کفائے بھی اس جنگ کی نسبت یہی ظن کیا ہوا تھا کہ اسلام کی صداقت اور اسکی ترقی و پستی معرکہ بدر پر موقوف ہے اور بیشک اسلام کی صورت اسی وقت ایسی ہی نظر آتی تھی۔ تب ہی قریش نے اس پر پورا زور دکھلایا۔ اور جان توڑ کوشش کی ہر طرف اپنے حمایتیوں کو جمع کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھھی بھر بے سامان جماعت کے مقابلہ میں نکلے دشمنوں کی ایسی کثرت اور جان توڑ سعی اور اپنی بے سامانی اور اصحاب کی قلت کے وقت آپکی پیشینگوئی سنائی گئی۔ کہ دشمنوں کی جمعیت ضرور ضرورت شکست کھائیگی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیگی۔

اللہ تعالیٰ نے آپکی نصرت کیلئے اس لڑائی میں پانچ ہزار فرشتے نازل کئے جنکی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ط

یعنی فرشتوں کا نازل کرنا صرف تمہاری بشارت کے لئے تھا۔ تاکہ تمہیں

اطمینان رہے ورنہ مدد تو صرف اللہ ہی کی ہے۔ بیشک اللہ غالب ہے جو

چاہے کر سکتا ہے اور حکمت والا ہے جو کرتا ہے اس میں باریک حکمتیں ہوتی ہیں

اس جنگ میں علاوہ نصرت الہی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور نشان ظاہر ہوا کہ آپ نے ایک مٹھی سنگریزے اٹھا کر کفار کی طرف پھینکے جس سے تمام کفار کی آنکھیں بھر گئیں اور خدائے واحد کے لشکر کو کفار کے قتل کا موقع ملا۔ چونکہ ایک مٹھی سنگریزوں سے ہزار شخص کی آنکھ کو آسیب پہنچانا بشری طاقت سے باہر ہے۔ اور یہ بطریق معجزہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو اپنی نسبت کر کے یوں فرماتا ہے فَلِمَ نَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔

اے مومنو کفار کو تم نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے قتل کیا۔ اور اے پیغمبر

جب تم نے مٹھی پھینکی تھی۔ بلکہ ہم نے پھینکی تھی۔

## غزوہ سبوق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ بدر عظمیٰ سے فراغت حاصل کر کے مدینہ شریف میں آئے ہوئے ابھی سات روز گزرے تھے کہ آپ کو قبیلہ عطفان کے جمع ہوئی خبر پہنچی اور خود انکی جمعیت کو پر اگندہ کرنے کے لئے نکلے جتنی کہ آپ کو یہ پتہ تھی۔ آپ نے وہاں تین دن قیام کیا۔ مگر کوئی لڑائی نہ ہوئی

لہذا آپ مدینہ منورہ کو واپس چلے آئے۔

ابو جہل وغیرہ صناید قریش کی سرداری ابوسفیان کے ہاتھ آئی چونکہ اسکا بیٹا حنظلہ اور قریبا جنگ میں مارے گئے تھے۔ ان کے جوش انتقام میں اس نے قسم کھائی کہ جب تک بدلہ نہ لوں گا غسل نہ کروں گا۔ اور نہ عورت سے بہیستر ہوں گا۔ پس جونہی اسیران قریش چھوٹ کر صحیح سلامت اپنے گھروں میں پہنچے وہ دوسو سواروں کے ساتھ مکہ سے نکلا اور چھپٹا ہوا مدینہ کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں کھجوروں کے درخت جلائے اور دو مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ جب یہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو فوراً اسکا تعاقب کیا وہ تباہ مقابلہ نہ لائے اور سب بھاگ گئے اور بدحواسی کی حالت میں ستنوں کی بوریاں بھی لیجانی اُنکو مشکل پڑیں۔ ہلکے ہوئی کی غرض سے وہ بھی چھوڑ گئے۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کا نام غزوہ سویق مشہور ہو گیا۔ کہ مال غنیمت میں بہت سے ستوں مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

غزوہ سویق سے واپس آکر آپ نے مدینہ منورہ میں اقامت کی کرنا گاہ بنی غطفان نے پھر سر نکالا۔ اور علاقہ نجد میں مخالفانہ اجتماع کرنے لگے، انکی جماعت کو منتشر کر نیکی لے آئے پھر سفر کیا بنی غطفان آپکے پہنچنے پر پر اگندہ ہو گئے۔ اور کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ لہذا آپ مدینہ منورہ کو واپس چلے آئے۔

## فاطمۃ الزہرا کا نکاح

اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نخت جگر خاتون جنت  
 فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا جس کا مختصر  
 قصہ یہ ہے کہ بری فرید نے کے واسطے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ  
 چار سو اسی درم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت فرمائی مگر حضرت  
 عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر وہ زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہدیہ دیدی۔  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ چار سو اسی درم جو زرہ بیچ کر لائے تھے۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیئے۔ آپ نے ان میں سے ایک مٹھی بھر کر  
 بلال رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمائی۔ کہ انکی خوشبو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے  
 لے آؤ۔ اور باقی درم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی  
 عنہا کو دیدیئے کہ جہیز یعنی گھر کی ضرورت کی چیزیں مسیا کر دو۔ الغرض ایک  
 پلنگ اور ایک سحاف پھوننا کتان کا۔ ایک تکیہ اور چاندی کے بازو بند  
 اور ایک مشک اور چکی۔ دو گھڑے مٹی کے جہیز میں دینے کو مسیا کئے پھر  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرفاً و مہاجرین انصار کو ایک دن جمع فرما کر  
 خطبہ نکاح پڑھا اور چاندی کے چار سو دینار مہربیان فرما کر عقد نکاح کر دیا۔  
 حساب کے رو سے چار سو دینار چاندی کے ڈیڑھ سو تولا چاندی ہوتی ہے

اور بعد فراغ نکاح آپ نے یہ دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمکو بخوبی اتفاق سے رکھے اور  
تمکو بلند نصیب کرے اور برکت عطا فرمائے۔ اور تم سے بہت سی اولاد پاکیزہ  
پیدا فرمائے۔ بعد ازاں ایک طباق چھوہاروں کا لٹایا گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو  
رخصت کیا۔ تو قبل از زفاف انکے ہاں تشریف لے گئے۔ اور ان سے پانی  
منگوایا۔ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ایک تعب میں پانی بھر کر لائیں۔ آپ نے  
اُس پانی میں سے پی کر اُس میں کئی ڈالی اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا  
آگے آؤ۔ وہ آگے آئیں۔ پھر اُس پانی کو آپ نے اُنکے سر اور سینہ پر چھڑکا پھر  
ان سے فرمایا کہ پیٹھ پھیرو۔ انہوں نے پشت پھیری آپ نے پانی اُنکی پشت پر  
چھڑکا۔ اور یہ دعا فرمائی کہ الٰہی میں تیری سپاہ میں فاطمہ اور اسکی اولاد کو کرتا ہوں  
کہ شیطان مردود کے شر سے محفوظ رہے۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ  
سے پانی طلب کیا۔ وہ پانی لائے۔ آپ نے اُس میں بھی کئی کی اور حضرت علی  
رضی اللہ عنہ کے بھی سر اور سینہ اور پشت پر چھڑکا اور وہی دعا دی۔

صَلَّى وَسَلَّمَ مِنْ أَوْلَادِهِ كُلِّ عِلَا عَلَيْهِ مَا جَنَّ لَيْلٌ وَبَدَا سَحْرٌ

## غزوة احد

۱۱ اشوال ۳ ہجری میں لڑائی ہوئی۔ اسکا سبب یہ ہوا کہ بدر کی شکست



کا خار کفار کے دل میں کھٹک ہا تھا۔ اور وہ اس شرم کے رفع کرنیکی فکر میں تھے پس سرداران قریش ابوسفیان کے پاس آئے اور انکے دوستوں کے جو تجارت پیشہ تھے امداد کی درخواست کی انہوں نے انکی درخواست قبول کر لی اور عمر بن العاص کو مع اور تین معزز لوگوں کے عرب کے درغلانے کو جا بجا بھیجا حتیٰ کہ قبیلہ ثقیف اور کنانہ کے بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور قریش اپنے خواص عوام کو لیکر بارادہ جنگ مدینہ کو اٹھ کھڑے ہوئے اور جبیر بن مطعم نے اپنے وحشی غلام سے یہ کہا کہ اگر تو محمد کے چچا کو قتل کر دیکھا تو میں تجھ کو آزاد کر دوں گا۔ یہ وحشی برچھا پھینک کر اپنے میں ایسا بلا کا مشاقق تھا کہ بہت کم دفعہ اسکا نشانہ خالی جاتا تھا۔

غرض ابوسفیان اس لشکر کے سردار ہوئے اور اپنی زوجہ بنت عتبہ کو ہمراہ لیا۔ اور اسی طرح دیگر اعیان قریش نے اپنی اپنی مستورات کو ساتھ لیا تاکہ انکے تنگ ناموس کے خیال سے جان توڑ کر لڑیں گے۔ اور کیسا ہی سخت وقت آئے۔ انکے خیال سے نہ بھاگیں گے۔ غرض عورتوں نے وف بجانا شروع کیا۔ اور جنگ بدر میں جو انکے خویش و اقارب ماسے گئے تھے ان پر مرتیہ کرنا شروع کیا۔ تاکہ مشرکوں کا خون جوش میں آجائے اور غیرت و حمیت کا دریا موجزن ہو جائے۔ آخر الامر نہایت جوش و خروش سے مدینہ منورہ کی طرف کفار روانہ ہوئے اور بدھ کے روز شوال کی چوتھی تاریخ

ذی الحلیفہ میں کہ مدینہ کے قریب ایک جگہ سے جا اترے۔ اور یہ تین ہزار کا لشکر تھا۔ اور ان میں سات سو زره پوش تھے اور دو سو سوار تھے۔ ابو عامر انصاری نے جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی تو آپ نے چاہا کہ مدینہ منورہ ہی میں رہ کر کفار سے لڑیں مگر بعض صحابہ کا اصرار ہوا کہ نہیں مدینہ سے باہر جا کر لڑنا چاہیے۔ پس آپ نے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا والی بنا کر اپنی جگہ انکو مدینہ میں چھوڑ کر آپ ایک ہزار مسلمانوں کے ہمراہ مدینہ سے باہر تشریف لائے۔ ان ایک ہزار میں سو زره پوش اور دو سو سوار تھے۔ جب آپ مدینہ اور احد پہاڑ کے درمیان پہنچے تو راستہ میں سے عبداللہ بن ابی منافق ایک تہائی جماعت کو یہ کہہ کر واپس لے آیا کہ آج تو لڑائی ہونی کی امید نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کی طرف چلتے رہے۔ یہاں تک کہ عدوۃ الوادی میں جا کر ٹھہرے اور ایسی طرح کھڑے ہوئے کہ احد پہاڑ آپ کے لشکر کے پس پشت تھا۔ قبل از جنگ ابوسفیان نے انصار رضی اللہ عنہم کے پاس یہ پیغام کہلا کر بھیجا کہ اگر تم میرے چچا زاد بھائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے حوالہ کر دو تو مجھے تمہارے ساتھ لڑنے سے کچھ سروکار نہیں ہے۔ پس اگر تم ایسا کرو گے تو میں یہاں سے بدون لڑے واپس چلا جاؤنگا۔ اور تمکو کسی طرح کا آزار نہ دوںگا۔ انصار نے اس پیغام کے جواب میں ایسی سخت ناگوار

باتیں کہلا بھیجیں کہ جن سے جملہ کفار نہایت تلخ کام ہوئے۔ اور جل بھین  
 کر لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ ابوسفیان نے لشکر کے دہنی طرف خالد بن ولید  
 اور بائیں طرف عکرمہ بن ابو جہل مقرر کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اپنے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا کہ پچاس تیر اندازوں کو اپنے لشکر کی پشت  
 کے پیچھے بہ سرداری عبداللہ بن جبیر کھڑا کیا تاکہ کوئی حصہ کفار کی پشت  
 کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہو۔ اور ان سے آپ نے یہ فرمایا کہ چاہے  
 ہماری فتح ہو یا شکست مگر تم اس جگہ سے بدون میری اجازت کے نہ  
 ہٹنا۔ اور زبیر کو سواروں پر مقرر کیا۔ غرض آپ لشکر کو ترتیب دیکر کفار کی  
 طرف جھکے۔ جب دونوں لشکر قریب آئے تو آپس میں بھڑکے اور قتل و  
 قتال شروع ہو گیا۔ ہندہ زوجہ ابوسفیان دف بجانے لگی۔ اور اپنی ساتھ  
 والی عورتوں کے ساتھ بہادری کے اشعار اور اپنی تعریف اور اپنے قبیلہ کا  
 فخر گانے لگی۔ کہ ہم طارق کی بیٹیاں ہیں۔ نرم گدیوں پر چلتی ہیں۔ جیسے  
 چھلکتے ہوئے کبک چلتے ہیں۔ ہماری مانگوں میں مشک بھری ہوئی ہے  
 اور گلوں میں موتی۔ اے مردو اگر تم مسلمانوں پر حملہ کرو گے تو ہم تمہارے گلے  
 پٹیں گی۔ اگر لڑائی سے پشت پھرو گے تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گی۔  
 طرفین کے بہادر خوب جم کر لڑے اہل اسلام میں سے حضرت  
 حمزہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہما لشکر کفار میں ایسے گھس گئے کہ انکا پتہ نہ

چلا کفار قریش بھی جان توڑ کر پڑے مگر اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو غالب کیا  
 کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور بدحواس ہو کر بھاگ پڑے۔ بعدہ مسلمانوں نے  
 مال غنیمت جمع کرنا شروع کیا۔ وہ پچاس تیر انداز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے دو پہاڑوں کے درمیان اپنی پشت پر کھڑے کئے تھے۔ وہ بھی مال  
 غنیمت جمع کرنے پر آمادہ ہوئے۔ عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اپنے سردار  
 تھے۔ انہوں نے ہر چند منع کیا کہ دیکھو عدول حکمی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی نہ کرو۔ جب وہ اجازت دیں تو یہاں سے ہٹو۔ چنانچہ صرف دس  
 مسلمانوں نے انکی اطاعت کی۔ باقی چالیس تیر انداز غنیمت پر پڑ گئے۔  
 خالد بن ولید نے بھاگتے بھاگتے گھائی کا خالی موقع پا کر جمع اپنے ہمراہوں  
 کے اسی طرف کو حملہ کیا۔ اور گھائی پر دس مسلمان جو باقی تھے۔ وہ سب لڑکر  
 وہیں شہید ہو گئے۔ اُس گھائی کی طرف سے مسلمانوں کی پشت کی طرف خالد  
 بن ولید نے مسلمانوں پر حملہ کیا اور جب کفار نے دیکھا۔ خالد مسلمانوں  
 کی پشت پر جا پڑا تو انہوں نے سامنے سے مقابلہ کیا۔ غرض یہ کہ مسلمانوں  
 کو حملہ کفار نے بیچ میں لے لیا۔ ہر طرف سے مار پڑنے لگی تو مسلمانوں کے پاؤں  
 اکھڑ گئے۔ اور لڑائی کا ڈھنگ بگڑ گیا۔ اور کفار کا غلبہ ہو گیا۔ کفار نے  
 پتھر پھینکنے شروع کئے۔ ان میں سے ایک پتھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے لب مبارک پر آگیا۔ جسکے صدمہ سے چوکے میں سے نیچے کے دودانت

شہید ہو گئے۔ اور دوسرا پتھر آپ کے سر مبارک پر اس زور سے آ کر لگا کہ اسکے صدمے سے خود کی کڑیاں سر میں گھس گھس کر غرض آپ کی پیشانی اور چہرہ پر ایسی چوٹ آئی کہ آپ زمین پر گر پڑے اور گھٹنے کی چپنی بھی زخمی ہو گئی۔ اس حالت میں کفار ٹوٹ پڑے اور چاہتے تھے کہ آپ کو شہید کر ڈالیں مگر چند لوگوں نے نہایت جانبازی کے ساتھ آپ کی حفاظت کی۔ پانچ انصاری آپ کے اوپر نثار ہو گئے۔ اور ابو دجانہ آپ کی سپرین گئے۔ اور جس قدر تیر آئے اپنی جان پر لے۔ اور جنبش نہ کی۔ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ہی کرنے میں شہید ہوئے۔ ان کے قاتل نے جانا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر ڈالا تو وہاں سے چلا اور سب کافروں میں باواز بلند پکار دیا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالا۔ اس خبر سے اہل اسلام میں آہ و بکا اور کفار میں خوشی کا شور مغل مچ گیا۔ بہت سے مسلمان شکستہ دل ہو کر پراگندہ ہو گئے مگر چند آدمی جن میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، عمر خطابؓ اور علی رضی اللہ عنہم تھے۔ استقلال کے ساتھ جمے رہے۔

اسی اثناء میں انس بن نصیر نے چند مہاجرین کو دیکھا کہ وہ بیدل ہو کر لڑنے سے رک گئے ہیں تو ان سے انس بن نصیر نے دریافت کیا کہ آپ لوگ لڑنے میں کیوں نہیں کوشش کرتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو چکے پھر کس پر جاں نثاری کریں۔ اس بات کے جواب میں انس بن نصیر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پھر زندگی کا کیا لطف ہے پس لازم ہے کہ ہم بھی لڑ کر شہید ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں۔ آخر کار وہ جملہ مہاجرین نہایت جوش کے ساتھ اس قدر لڑے کہ شہید ہو گئے۔ جو اہل اسلام شہید ہوئے تھے انکو ہندہ زوجہ ابوسفیان اور اسکی ساتھ کی عورتوں نے عداوت سے مثلہ کر دیا یعنی سب کے کان اور ناک کاٹ لیں مگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش کے ساتھ علاؤ ناک اور کان کاٹنے کے یہ ستم کیا کہ انکے پہلو کو چاک کر کے انکا جگر نکال کر چبا ڈالا۔ بعد ازاں ابوسفیان مع اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ پر چڑھا۔ اور پکارا کہ دیکھو لڑائی ہمارے تمہارے ہاتھ میں مثل ڈول کے ہے کسی روز تمہاری فتح اور کسی روز ہماری فتح۔ یہ کہہ کر بلکہ کو واپس ہو گئے کہ تیار رہنا اگلے برس بھی تمہارے اوپر چڑھائی کر دوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہیدوں کی خبر لینا چاہیے تو معلوم ہوا کہ ستر شہید ہوئے۔ منجملہ انکے ایک سعد انصاری تھے کہ کسی قدر ان میں جان تھی۔ جب ایک صحابی نے انکو دیکھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام پہنچانا اور یہ عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپکی امت کو ایسی توفیق عطا فرمائے کہ وہ آپکی اعلیٰ درجہ کی خدمت سے مشرف ہوتی ہے

اور میری قوم کو یہ پیغام پہنچانا کہ جنتک تمہاری آنکھ میں پتلی پھرتی رہے  
یعنی جان میں جان ہے۔ اُس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف  
نہ ہونے دینا۔ اگر تمہاری زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ بھی کفار  
سے تکلیف ہوئی تو پھر تم سے خدا کے سامنے کچھ عذر بن نہ پڑیگا۔ یہ کہہ کر  
وفات پائی۔

اس جنگ میں انصاریہ عورت کا باپ اور بیٹا شہید ہو چکا تھا۔ جب  
اُس نے انکی شہادت کی کسی شخص سے خبر سنی تو اُس نے کہا کہ خیر یہ تو ہوا  
مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت بیان کرو۔ لوگوں نے کہا الحمد  
لہ خیریت سے ہیں لیکن اُس نے کہا کہ جنتک میں آپکا جمال پاک نہ دیکھ لوںگی مجھے  
قرار نہ آئیگا۔ پس جب وہ آپکی زیارت سے مشرف ہوئی تو عرض کیا کہ یا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کیسی ہی مصیبت کیوں نہ ہو۔ آپکی سلامتی  
کے مقابلہ میں ہمارے نزدیک بے حقیقت ہے۔

## بیر معونہ کی لڑائی

۳۲ھ میں بیر معونہ کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ صورت اسکی یہ ہوئی  
کہ ابو براء نجدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے  
دعوتِ اسلام فرمائی۔ اُس نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اگر میری قوم

اسلام قبول کرے تو بیشک میں بھی مسلمان ہو جاؤنگا اور اُس نے اسلام کی بہت  
 تعریف کی کہ جس سے اسلام کی طرف اسکی رغبت تام معلوم ہوئی احوال اُس نے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ہمراہ نجد والوں کی طرف  
 کچھ آدمی نصیحت کو روانہ فرمائیے تاکہ وہ لوگ انکی نصیحت سے اسلام کو  
 قبول کریں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد کی طرف سے کھٹکا ہے۔ ابو براء نے  
 عرض کیا کہ جو مسلمان میرے ہمراہ چلیں گے میں انکا ضامن ہوں۔ آپ نے  
 ستر آدمی جو بلقب قراء مشہور تھے۔ انکو ابو براء کے ہمراہ فرما دیا اور انکے  
 ساتھ ایک نامہ بنام عامر بن طفیل دعوت اسلام کا رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے کر دیا۔ اور ان پر منذر بن عمرو کو امیر مقرر کیا۔ یہ لوگ بیر معونہ  
 پر جا کر ٹھہرے کہ جو مدینہ منورہ سے چار منزل پر تھا۔ منذر بن عمرو نے  
 وہ نامہ عامر بن طفیل کے پاس جو نجدیوں کا سردار تھا۔ حرام بن ملحان کے  
 ہاتھ بھیجا۔ اُس نے نامہ بر کو مار ڈالا اور اپنی قوم سے کہنا کہ ان مسلمانوں کو  
 بھی مار ڈالو۔ مگر اسکی قوم نے اس خیال سے کہ یہ لوگ ابو براء کی امان  
 میں ہیں نہ مارا مگر عامر بن طفیل ملعون نے قبائل سلیم و عسیدہ و رعل و  
 ذکوان کو جمع کر کے قرار اہل اسلام سے لڑنا شروع کر دیا۔ آخر کار سب  
 لوگ شہید ہو گئے۔ مگر صرف ایک کعب بن زید بچے۔ مگر وہ بھی سخت  
 زخمی ہو کر گر پڑے تھے۔ اور کفار انکو مردہ جان کر چھوڑ گئے تھے۔



پھر کعب رضی اللہ عنہ ان کے جانیکے بعد وہاں سے اٹھ کر چلے اور رفتہ رفتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو گئے اور سب حال عرض کیا ۔

## خندق کی لڑائی

ہفتے میں خندق کی لڑائی پیش آئی اور اُسکے آئینکی شکل ہوئی کہ بنی نصیر جو یہود تھے۔ انکی ایک جماعت مکہ معظمہ کفار قریش کے پاس گئی اور انکو لڑائی پر آمادہ کیا اور ان سے وعدہ کیا کہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برباد نہ کر دیں گے۔ اُسوقت تک ہم تمہارے شریک رہیں گے قریش نے اسکو غنیمت سمجھ کر قبول کر لیا۔ اسی طرح یہ یہودی قبیلہ غطفان کے پاس گئے۔ انکو بھی اسی وعدہ پر اپنا موافق بنا لیا۔ پس قریش کا سردار ابوسفیان بنا اور غطفان کا غینینہ اور سبیل کر دس ہزار جنگجو مدینہ پر چڑھ آئے قریش تو رومہ کی سبیل گاہوں میں اترے اور غطفان احد کے قریب اترے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو اپنے مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔ جو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ کے عرض کی تھی۔ اس اثناء میں قریش کا وادو مسلمانوں پر یہ بھی چل گیا کہ بنو قریظہ جو ایک قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم عہد تھا۔ قریش نے انکو بھی کہہ سن کر

پھیر لیا۔ اور وہ بھی آپ کے بد عہدی کر کے دشمنوں کے قریب شریک  
 ہو گئے۔ بیشتر کون نے خندق کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور بیس روز سے  
 زیادہ دنوں تک طرفین میں تیر اندازی ہوتی رہی۔ اسکے بعد قریش کے  
 چند سوار جن میں عمر بن ود اور عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ خندق کے کنارے  
 آ کر کھڑے ہوئے اور خندق کے اُس مقام سے جہاں پر اُس کا عرض  
 کم تھا۔ وہاں گھوڑے بڑھا کر لشکر اسلام میں جا پہنچے۔ اور اپنی بہادری کے  
 اشعار پڑھنے لگے اور بالخصوص عمر بن ود اور کہ نشان دار تھا۔ زیادہ  
 اپنا فخر جتلاتا تھا۔ تاکہ اہل اسلام اُس کا مرتبہ پہچانیں۔ سب سے اول اُس نے  
 لڑائی کیلئے اپنے مد مقابل کی درخواست کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر  
 سے نکلے اور پہلے وار میں اسکو مار کر گرا دیا۔ یہ حال دیکھ کر اسکے ساتھ کے  
 سوار بھاگ گئے۔ بعد ازاں نعیم بن مسعود کہ بنی غطفان میں ایک معزز  
 شخص تھے۔ وہ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ انہوں نے قبل از  
 اظہار اسلام قریش اور بنی قریظہ میں اپنی حکمت عملی سے مخالفت کرادی  
 اول تو قریش اس مخالفت سے بیدل ہوئے۔ دوسرے قدرتِ خدا  
 سے یہ ہوا کہ موسم سردی کا تھا۔ نہایت تیزی کے ساتھ سرد ہوا چلنے لگی  
 کہ جس سے انکے خیمے اکھڑ گئے اور وہ سردی جو انکے حق میں بلائے آسمانی  
 تھی اسکی تاب نہ لائے۔ اور گھبرا کر کوچ کر گئے۔ جب بنی غطفان کو

قریش کے چلے جانے کی خبر ملی تو انہوں نے بھی اپنا راستہ لیا ۴

## حدیث کی صلح

سنہ ہجری المقدس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہوا کہ مکہ معظمہ شریف لیجا کر عمرہ کریں مسلمانوں کو اطلاع کی تو بہت سے ہاجرو انصار قریب ایک ہزار چار سو کے قریب بغرض اوائے عمرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوئے اور ستر اونٹ قربانی کر نیکو ہمراہ لئے۔ تاکہ لوگ جان لیں کہ آپ کا ارادہ صرف بیت اللہ شریف کی زیارت کا ہے۔ آپ بمقام غسٹان پہنچے تو آپ کو بشر بن سفیان کعبی ملے اور عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریشیوں نے جب سے آپ کی روانگی سنی ہے سب بمقام ذی طوی جمع ہوئے ہیں اور قسم کھائی ہے کہ آپ کو مکہ میں ہرگز نہ جانے دیں گے۔ پھر قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو کہ وہ طائف والوں کا سردار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے آکر کہا کہ قریش نے چیتا اور شیر کی کھال پہن رکھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس امر کا پختہ عہد کیا ہے کہ آپ کو بزور مکہ میں داخل نہ ہونے دیں۔ اثنائے گفتگو میں عروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو بار بار ہاتھ لگاتا تھا۔ مگر جب ہاتھ لگاتا تھا تو مغیرہ بن شعبہ جو آپ کے سر مبارک کے قریب کھڑے تھے۔

اُسی وقت اُسکا ہاتھ تلوار کے میان سے ہٹاتے اور فرماتے کہ اپنے ہاتھ کو  
 اگک رکھ۔ عروہ نے مغیرہ سے کہا کہ تیرے دل سے کیسی محبت کی رگ کٹ  
 گئی۔ اور تو کیسا بد مزاج سخت آدمی ہو گیا۔ آپ یہ سن کر ہنسنے لگے۔  
 پھر عروہ نے صحابہ کے عشق و محبت کا حال دیکھا کہ وہ کس طرح رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہیں کہ اگر آپ وضو کرنے بیٹھتے ہیں۔ تو وضو کا پانی  
 زمین پر گرنے نہیں دیتے۔ ایک ایک قطرہ پر جھپٹتے ہیں۔ اور اگر کوئی آپ کا  
 بال مبارک ریش یا سر مبارک سے علیحدہ ہوتا ہے۔ تو اُسکو شوق سے  
 تبرکاً لے لیتے ہیں۔

یہ کیفیت دیکھ کر عروہ کفار قریش کی طرف واپس گیا اور کہا کہ میں نے  
 فارس اور روم کے بادشاہوں کو اُنکے ملک میں دیکھا ہے مگر میں نے کسی  
 بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ مثل محمد کے اُسکی قوم میں اسکا رتبہ ہو۔ محمد کسی  
 بڑے ارادے سے نہیں آئے۔ لہذا ایسے شخص سے صلح کر لینی چاہیے۔

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو  
 بطور پیامبر کے اوسفیان اور دیگر سرداران قریش کے پاس بھیجا کہ میں اُنی  
 کے ارادہ سے نہیں آیا۔ بلکہ صرف عمرہ کرنے آیا ہوں۔ ہر چند حضرت عثمان  
 رضی اللہ عنہ نے قریش کو سمجھایا۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ اور یہ کہا کہ ہم تو اب  
 مکہ میں ہرگز نہ آنے دینگے۔ خواہ وہ کسی ارادے سے آئے ہوں۔ چونکہ

قریش کو فہمائش کرنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیر ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے غلط آکر کہا کہ قریش نے عثمان رضی اللہ عنہ کو پکڑ کے مار ڈالا۔ آپ نے نہایت جوش میں آکر فرمایا کہ جب تک میں عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ قریش سے نہ لیں لوں گا۔ ہرگز یہاں سے نہ ٹلون گا۔ پھر آپ بہول کے درخت کے نیچے جا بیٹھے اور صحابہ سے اس امر پر بیعت لی کہ ہم عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلہ لینے میں مرجانا گوارا کریں گے۔ مگر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صحیح و سلامت آگئے اور اس خبر کا غلط ہونا معلوم ہو گیا۔

بعد ازاں قریش نے سہیل کو صلح کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح نامہ لکھنے کو طلب فرمایا اور کہا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل نے کہا کہ ہم یہ نہیں جانتے بلکہ بِاسْمِكَ اللَّهُ لکھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسب اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بِاسْمِكَ اللَّهُ لکھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکھو یہ وہ صلح نامہ ہے جسکو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طے کیا ہے سہیل نے کہا کہ اگر ہم آپ کو رسول اللہ جانتے تو تم سے کیوں لڑتے۔ پس اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ بھی ہوں۔ اے علی تو لفظ رسول اللہ کو اس صلح نامہ سے مٹاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

کہ خدا کی قسم میں ہرگز اس لفظ کو نہ مٹاؤں گا۔ پھر آپ نے وہ صلحنامہ لیکر بغرض تکمیل صلح وہ لفظ خود مٹایا اور اپنے دست مبارک سے بطور معجزہ کے محمد بن عبداللہ تحریر فرما دیا۔ اور صلحنامہ میں یہ شرطیں لکھی گئیں۔

- (۱)۔ دس برس تک طرفین سے کوئی کسی پر چڑھائی نہ کرے۔
- (۲)۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلا اجازت اپنے سر پرست چلا آئے۔ وہ اسکو واپس دیں اور جو آپ کے پاس چلا آئے وہ اسکو واپس نہ دیں۔
- (۳)۔ جس کسی قوم کا دل چاہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی رہے اور جس قوم کا دل چاہے وہ قریش کا مددگار ہوئے۔ ایک دوسرے کا ہم عہد پر چڑھائی کرے اور نہ ایک دوسرے کے معاہدے کے دشمن کی مدد کرے۔
- (۴)۔ اس سال آپ مدینہ کو واپس چلے جائیں۔ اور آئندہ سال عمرہ کو تشریف لائیں اور تین روز سے زیادہ نہ رہیں اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں اور وہ بھی سواروں کی جامدانیوں میں ہو۔

جس وقت آپ یہ صلحنامہ لکھوا کر فارغ ہوئے تو اسی وقت ابو جندل اسی سہیل کا بیٹا جو مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر باپ نے پابز بخیر کر رکھا تھا۔ کسی طرح قید سے چھوٹ کر پاؤں میں زنجیر پڑی ہوئی قیدیوں کی طرح چلتا ہوا اسلامی محبت کے جوش میں آپ کے پاس آیا جب سہیل نے اپنے بیٹے ابو جندل کو دیکھا تو کہا کہ یا محمد معاملہ صلح کا فیما بین اسکے آنے سے پیشتر طے ہو چکا

ہے۔ لہذا اسکو واپس کرنا ہوگا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک بات ہے ابو جندل کو پکڑ کے سہیل کے حوالہ کر دیا۔ ابو جندل نے پکار کر کہا کہ اے مسلمانو تم مجھکو مشرکوں کے حوالہ کرتے ہو کہ مجھکو طح طرح سے ستائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسمیں بھی تجھکو ثواب ہوگا۔ لہذا صبر کرو کہ ہر ایک سختی کے بعد اللہ تعالیٰ آسانی بھیجتا ہے اور ہم اپنے عہد کر لینے پر مجبور ہیں۔ ہماری طرف سے عہد شکنی ہرگز نہ ہوگی مگر مسلمانوں کے دل اُسکی واپسی سے کمال درجہ بے چین ہوئے اور بدرجہ غامت سب کو غم ہوا۔ بعد صلحنامہ لکھے جانے کے طرفین کے دستخط اُس پر ہو گئے۔

## خطوط اور تخریری دعوتِ اسلام

اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب رواج بہرن کی چھلیوں پر چند سفرنامے اسلامی دعوت میں لکھوائے اور مہر ثبت ہونیکے بعد معتد سفرناموں کے ہاتھ سلاطین و ملوک کی جانب ادھر ادھر روانہ کر دئے۔

## ہر قتل شاہ روم کے نام فرمان

۱۱۔ ہر قتل شاہ روم کے نام کا فرمان لیکر حضرت وحیہ بن خلیفہ کلبی روانہ ہوئے۔ جس کی عبارت یہ تھی :-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى هَرِّ قَلِ عَظِيمِ  
 الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَا بَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوكَ  
 بِدَعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلِمًا أَسْلِمَ يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ  
 فَإِن تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّينَ وَيَا أَهْلَ الْكِتَابِ  
 تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ  
 بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا  
 فَكُفِّرُوا كُفْرًا وَابْتَغُوا الْيُسْرَى وَأَيُّكُمْ يَسْرٌ

ترجمہ۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے شاہ روم کی طرف پیام ہے کہ

سلام اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا۔ اما بعد میں تمکو بلاتا ہوں۔

دعوت اسلام کی طرف مسلمان ہو جاؤ سلامتی پاؤ گے۔ اسلام لے آؤ

حق تعالیٰ تمکو دوسرا اجر دے گا۔ اور اگر نہ مانا تو یاد رکھو کہ تم پر تمہاری

قوم اریس کا بھی گناہ ہو گا۔ اے اہل کتاب آؤ ایک کلمہ کی جانب جو

سادہ ہے ہم میں اور تم میں کہ نہ عبادت کریں۔ مگر اللہ کی۔ اور نہ

شریک کریں اس کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ بناؤ ہم میں ایک

دوسرے کو رب اللہ چھوڑ کر۔ پس اگر وہ روگردان ہوں تو کھدو

کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں +



# کسرے فارس کے نام فرمان

(۳) ایک خط آپ نے کسرے پر ویز کے نام لکھا جس کا مضمون یہ تھا  
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی کِسْرَی عَظِیْمٍ  
 فَارِسٍ سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی وَاَمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَ  
 اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِکَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا  
 عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَدْعُوْکَ بِدَعَايَةِ اللّٰهِ فَاِنِّ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلٰی  
 النَّاسِ کَافَّةً لِّیُنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا وَیَحَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی الْکَافِرِیْنَ  
 اَسْلِمْتَ تَسْلِمًا فَاِنَّ اَبِیْتَ فَاِنَّ عَلَیْکَ اِثْمَ الْمَجُوْسِ (زاد المعاد)

ترجمہ۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے کسرے شاہ فارس کی طرف پیام

ہے کہ سلام اُس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا۔ اور اللہ اور اُس کے

رسول پر ایمان لایا۔ اور گواہی دی کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ اسکا

کوئی شریک نہیں اور بیشک محمد اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔

میں تمکو بلاتا ہوں خدائی دعوت کی جانب کیونکہ میں اللہ کا بھیجا

ہوا ہوں۔ تمام مخلوق کی جانب۔ تاکہ ڈراوے اسکو جو زندہ ہو اور

حق ثابت ہو جائے کافروں پر مسلمان ہو جاؤ سلامتی پاؤ گے۔ ہاں

اگر انکار کیا تو یاد رکھو کہ مجوس کا گناہ بھی تم ہی پر ہو گا۔

یہ خط اپنے غزوہ بتوکے واپس آکر لکھوایا۔ اور عبداللہ بن حذیفہ کے ہاتھ دیا۔ فارس کے تخت پر اس وقت کسریٰ پرویز بن ہرمز نوشیروان تھا جب اسکو آپکا یہ خط پہنچا تو تکبر اور تعصب میں آکر جھنجھلایا۔ اور کہنے لگا کہ وہ ایک غلام ہو کر ہمکو ایسے ایسے خط لکھتا ہے۔ اسی جوش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ہدایت نامہ کو پھاڑ ڈالا۔ اور باذان کو جو اس طرف کے علاقہ عرب پر نائب تھا لکھا کہ یہ شخص جو قریش میں سے نبوت کا مدعی ہے اس پر چڑھائی کرو اگر توبہ کرے تو بہتر ورنہ اسکا سر کاٹ کر ہمارے پاس بھیجو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تکبر اور استخفاف رسالت کے پاداش میں اس پر اور اسکے لشکروں پر جو اسلئے تکبر و غرور کے باعث تھے بددعا کی۔ یا الہی انکو بالکل نیست و نابود کر دے۔ ایک مہینے تک پیغمبر صادق کے آزر وہ دل کی بددعا کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ کسریٰ پرویز کا سر اسکے بیٹے شیرویہ نے قلم کر دیا۔ اور بادشاہی کی حرص نے اسے اس امر پر بھی ابھارا کہ اپنے بھائی کو بھی باپ کا پیالہ پلائے۔ چنانچہ اسکو بھی قتل کر کے خاک سے ملا دیا۔ اور خود بھی چھ ماہ بعد مر گیا۔ اب شاہی خاندان میں تخت نشینی کے لایق کوئی فرزند زریں نہ رہا۔ لہذا مجبوراً ملک فارس کی عنان حکومت عورت کے ہاتھ میں دیکھی۔ اور ارکان سلطنت نے کسریٰ پرویز کی بیٹی بوران کو تخت پر بٹھلایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی تخت نشینی کی خبر

پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ وہ قوم کبھی مراد کو نہیں پہنچ سکی۔ جس نے عورت کو اپنے امور کا متولی بنایا۔ آخر کار تھوڑا عرصہ بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ملک فارس مسلمانوں کے قبضے میں ایسا آیا کہ پھر کبھی نہ نکلا اور کسے کا نام ایسا بیٹا کہ اس لقب سے پھر کوئی بھی لقب نہ ہوا

## نجاشی کے نام فرمان

(۱۳)۔ ایک خط آپ نے والے حبش کے نام لکھوایا۔ اور عمر بن امیرہ ضمیری کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى النَّجَاشِيِّ مَلِكِ  
الْحَبَشَةِ سَلِّمْتَ فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَدُوْسُ  
السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمَنُ وَاشْهَدُ اَنَّ عِيسَى بَنَ مَرْيَمَ رُوْحُ اللّٰهِ كَلِمَةٌ  
اَنْزَلَهَا اِلَى مَرْيَمَ الْبَتُوْلَةِ الطَّيْبَةِ الْحَوِيْنَةَ فَحَمَلَتْ بِعِيسَى فَخَلَقَهُ  
اللّٰهُ مِنْ رُوْحِهِ وَنَفَخَ فِيْهِ كَمَا خَلَقَ اٰدَمَ بِيْدِهِ وَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ اِلَى اللّٰهِ  
وَحَدِّثْ لِيْ شَرِيْكَ لَهٗ وَالْمَوَالِءُ عَلٰى طَاعَتِهِ وَاَنْ تَتَّبِعَنِيْ وَتُوْمِنَ  
بِالَّذِيْ جَاءَنِيْ فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ وَجُوْدَكَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ  
وَجَلَّ وَاَنْ تَصْحَبْتُمْ فَاَقْبَلُوْا نَصِيْحَتِيْ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ اَتَعَهُ الْهُدٰى

ترجمہ۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے شاہ حبشہ کی طرف پیام ہے کہ

اسلام لے آؤ تم۔ پس میں حمد بیان کرتا ہوں تمہاری طرف اس اللہ کی کوئی معبود نہیں اسکے سوا بادشاہ ہے۔ پاک ہے سلامتی والا ہے امن دینے والا ہے۔ محافظ ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ اور اسکا ایک کلمہ ہے جس کو مریم بتول پاکباز طاہرہ کی طرف ڈالا۔ پس وہ عیسیٰ کی حاملہ ہو گئیں۔ سو انکو اللہ نے پیدا فرمایا اپنی روح اور نفخ سے۔ جیسا کہ آدم کو پیدا فرمایا۔ اپنے دست قدرت سے اور میں تم کو بلاتا ہوں۔ اللہ یگانہ کی طرف جسکا کوئی شریک نہیں اور بلاتا ہوں اسکی اطاعت پر موافقت کی جانب اور یہ کہ میرا اتباع کرو۔ اور ایمان لاؤ اس شریعت پر جو میرے پاس آئی کیونکہ میں اللہ کا واقعی رسول ہوں اور میں بلاتا ہوں تمکو اور تمہارے ماتحتوں کو اللہ عزوجل کی طرف اور یاد رکھو کہ میں پہنچا چکا۔ اور نصیحت کر چکا۔ پس تم سب میری نصیحت کو قبول کرو اور سلام اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا۔

غرض یہ خط عمرو بن ابیہ ضمیری لیکر نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دربار شاہی میں ایک لپیذیر تقریر بھی کی جسکے جواب میں نجاشی نے کہا میں خدا کو شاہد کر کے کہتا ہوں کہ بیشک محمد وہی بنی امی ہیں۔ جسکے اہل کتاب منتظر تھے۔ اور بیشک موسیٰ علیہ السلام کی بشارت گدھے

کے سوار کی ویسی ہی ہے۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اونٹ کے سوار کی نسبت اور آنکھوں سے دیکھ لینا۔ اس پچھلی خبر سے زیادہ وہ صاف نہیں یعنی ہیکو پہلے بھی پیشینگوئی کے رُسنے آپ کی نبوت پر ایسا ہی یقین تھا۔ جیسا کہ اب بالمشافہ دیکھنے سے۔

اس اقرار توحید النبی اور تصدیق رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نجاشی نے آپ کی خدمت میں یہ خط لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

”شروع خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا اور نہایت مہربان ہے۔ خدا کے

رسول محمد کی طرف نجاشی کی جانب سے۔ اے نبی اللہ آپ پر خدا کی سلام

اور رحمت اور برکتیں ہوں۔ وہ خدا جس کے سوائے کوئی معبود برحق نہیں بعد از اس

یہ کہ مجھے یا رسول اللہ آپ کا خط فرحت نمرط پہنچا۔ اس میں جو کچھ آپ نے

عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ذکر کیا ہے۔ خدائے آسمان زمین کی قسم ہے

کہ عیسیٰ علیہ السلام اس سے ہرگز ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں ہیں اور جو شریعت

لیکر آپ ہماری طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ ہم نے اُسے ابھی تفصیلاً نہیں

پہچانا۔ اور ہم نے آپ کے چچا زاد بھائی اور آپ کے اصحاب کی بہت مدارات

کی ہے۔ پس میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ صادق اور صدوق رسول

ہیں اور میں نے آپ کے چچا کے بیٹے کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور میں اسکے

ہاتھ پر اللہ رب العالمین کا مطیع ہو گیا ہوں۔

ناظرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر خطوط میں توحید الہی کے جو  
دقائق اور عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے ابطال میں جو جو دلائل ذکر کئے  
ہیں۔ یہ مقام انکی بیان و شرح کا نہیں۔ ہم اس وقت صرف اتنا بیان کرتے  
ہیں کہ نجاشی کے دل پر اس کا ایسا اثر پڑا جیسا کہ پڑنا چاہیے۔ اور نیز  
یہ کہ نجاشی کے خط سے یہ معلوم ہو گیا کہ اہل کتاب ایک نبی امی کے منتظر تھے  
اور وہ نبی حضرت عیسیٰ کے بعد سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی  
نہیں ہوا۔

## مقوقس کے نام فرمان

(۴)۔ ایک خط آپ نے مقوقس شاہ مصر و اسکندریہ کے نام طاب

بن ابی بلتعش کے ہاتھ روانہ کیا جسکا مضمون یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ رَاے  
الْمُقُوْسِ عَظِیْمِ الْقِبْطِ سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اَتْبَعَ الْهُدٰی اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ  
بِدَعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْتُ لَكَ وَاَسْلَمْتُ يَوْمَكَ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ  
تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ اَهْلِ الْقِبْطِ وَاَيُّهَا اَهْلُ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ  
سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا  
بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا الشَّهٰدَةَ وَاَيُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ ط

ترجمہ۔ محمد اللہ کے بندہ اور پیغمبر کی طرف سے مقوقس بادشاہ قبط کی طرف  
پیغام ہے کہ سلام ہے اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا۔ اسکے بعد میں  
تکو بلا تا ہوں دعوت اسلام کی طرف مسلمان ہو جاؤ۔ سلامتی پاؤ گے۔  
اسلام لے آؤ۔ اللہ تکو تمہارا اجر دو چند عطا فرمائے گا۔ پس اگر تم نے نہ  
مانا تو یاد رکھو تم پر تمام قبلیوں کا گناہ ہو گا۔ اے اہل کتاب آؤ ایک  
کلمہ کی طرف جو مساوی ہے ہم میں اور تم میں کہ ہم عبادت نہ کریں۔ مگر  
اللہ کی اور نہ شریک کریں اسکے ساتھ کسی چیز کو اور نہ بناوے  
ہم میں ایک دوسرے کو رب اللہ کو چھوڑ کر۔ پس اگر وہ روگردان ہوں  
تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔

اسکے جواب میں مقوقس نے ایک عربی دان کا تب سے بدیں مضمون خط  
لاکھوایا جس کا ترجمہ یہ ہے :-

در شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے محمد بن عبد اللہ  
کی طرف مقوقس شاہ قبط کی طرف سے تم پر سلام ہو۔ بعد ازیں کہہنے  
آپ کا خط پڑھا اور اسکے مضمون کو جس امر کی طرف آپ ہم کو دعوت کرتے  
ہیں سمجھا میں پہلے بھی جانتا تھا کہ ایک نبی باقی ہے لیکن میرے ظن  
میں یہ تھا کہ وہ شام سے ظاہر ہو گا۔ اور میں نے آپ کے ایلچی کی بہت  
عزت کی ہے اور آپ کے لئے دو لونڈیاں جو قبط میں بہت پائیہ رکھتی ہیں

اور ایک خلعت اور ایک فخر آپکی سواری کے لئے ہدیہ بھیجے ہیں

اور آپ پر سلام ہو

یہ ماریہ قبطیہ ہی ہے جسکے لطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
فرزند ارجمند حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور ڈیڑھ سال کے ہو کر  
فوت ہو گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ ؕ

## منذربن سائے کے نام فرمان

(۵)۔ ایک خط آپ نے منذربن سائے شاہ بحرین کے نام لکھوایا۔

اور حضرت علامین احمدمی اسکو لیکر روانہ ہوئے۔ چنانچہ حضرت منذر شرف باسلام  
ہوئے اور بدستور اپنی حکومت پر قائم رکھے گئے۔ انکی رعایا کچھ مسلمان ہوئی۔  
اور کچھ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہی۔ اس لئے انہوں نے انکے متعلق  
بارگاہ رسالت سے حکم چاہا کہ کیا برتاؤ کریں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت منذر کی صلاحیت و

سعادت کو بنظر عزت دیکھا اور جواب میں بدیں مضمون خط تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى الْمُنْذَرِ بْنِ سَائِ  
سَلَامٍ عَلَیْكَ فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَیْكَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَشْهَدُ  
اَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَذْكُرُكَ



اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهُ مَنْ يَنْصُرْ إِنَّمَا يَنْصُرْ لِنَفْسِهِ وَإِنَّهُ مَنْ يُطِيعْ رَسُولِي  
وَيَتَّبِعْ أَمْرَهُمْ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ نَصَرَ لِي وَإِنَّ رَسُولِي قَدْ أَتَوْا عَلَيْكَ  
خَيْرًا وَإِنِّي قَدْ شَفَعْتُكَ فِي قَوْمِكَ فَاتْرُكْ لِلْمُسْلِمِينَ مَا أَسْأَلُوا عَلَيْكَ وَ  
عَفْوَتِ أَهْلِ الذُّنُوبِ فَأَقْبِلْ مِنْهُمْ فَإِنَّكَ مِمَّا تُصِلِحُ فَلَمْ نُعْزِلْكَ عَنْ حَمَلِكَ  
أَوْ مَنْ أَقَامَ عَلَى يَهُودِيَّةٍ أَوْ مَجُوسِيَّةٍ فَعَلِمَهُ الْجَزِيَّةَ.

ترجمہ۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے منذر بن سادی کی جانب سلام علیک

میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ

کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور بیشک محمد اسکا بندہ اور رسول ہے۔ اسکے

بعد میں تمہیں اللہ عزوجل کو یاد دلاتا ہوں۔ بیشک جو خیر خواہی کرتا

ہے۔ وہ اپنی ہی خیر خواہی کرتا ہے اور جو اطاعت کرتا ہے میرے

قاصدوں کی اور حکم مانتا ہے تو اس نے میری اطاعت کی اور جس نے

انکی خیر خواہی کی۔ اس نے میری خیر خواہی کی۔ اور بیشک میرے قاصدوں

نے تمہاری تعریف کی ہے۔ اور میں نے تمہاری قوم کی بابت تمہاری

سفارش قبول کی۔ پس چھوڑو مسلمانوں کے لئے وہ مال و راحت جس پر

وہ ایمان لائے۔ اور میں نے درگزر کی خطا داروں سے۔ پس تم بھی قبول

کرو اور جب تک تم اصلاح کرتے رہو گے۔ ہم تمہیں تمہارے کام سے معزول نہ کریں گے

اور جو شخص یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے ان پر جزیہ ہونا چاہیے۔

## شاہ عمان کے نام فرمان

(۶)۔ ایک خط اپنے عمان کے دو بادشاہوں جیفر بن جلدی اور عبد بن جلدی کے نام لکھا جو باہم حقیقی بھائی تھے۔ اور عمر بن العاص کے ہاتھ روانہ کیا گیا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللّٰهِ كِی طرف سے

جلدی کے بیٹوں جیفر اور عبد کی طرف پیام ہے کہ سلام اس پر

جس نے ہدایت کا اتباع کیا۔ ابا بعد میں تم دونوں کو بلاتا ہوں اسلامی

دعوت سے مسلمان ہو جاؤ۔ سلامتی پاؤ گے۔ پس بیشک میں اللہ کا پیغمبر

ہوں تمام لوگوں کی جانب جو کہ ڈراؤں اسکو جو زندہ ہے اور ثابت ہو

حق کافروں پر سو بیشک اگر دونوں نے اقرار کر لیا اسلام کا تو میں تمکو

بحال رکھوں گا تمہارے ملک پر اور اگر انکار کیا اسلام کا اقرار کرنے سے

تو بلاشبہ ملک جاتا رہنے والا ہے اور گھوڑے تمہارے میدان میں حملہ

کرتے نظر آئینگے۔ اور میری نبوت تمہاری سلطنت پر غالب آکر بیگی۔

جب حضرت عمر بن عاص نے اس خط کو شاہان عمان کے حضور میں

پیش کیا تو بہت سے بحث مباحثہ کے بعد انہوں نے متفق رائے ہو کر

اپنے اسلام کا اظہار کر دیا۔ کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق

سے ایمان لائے اور آپ کے ہر فیصلہ و حکم پر خوشی راضی ہیں۔

## شاہِ پیامہ کے نام فرمان

(۷۶)۔ ایک خط آپ نے پیامہ کے حاکم ہوزہ بن علی کے نام لکھوایا اور حضرت سلیمان بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیا اسکا ترجمہ یہ ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ كِطْرَتِ هُوْزَهٗ بِنِ

علی کی طرف پیام ہے کہ سلام اُس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا۔ اور

معلوم کر لو کہ میرا دین عنقریب ظہور پائیے۔ جہاں تک بھی اونٹ اور

گھوڑے پہنچ سکیں۔ پس اسلام لے آؤ۔ سلامتی پاؤ گے۔ اور جو

کچھ تمہارے قبضہ میں ہے بحال رکھو نگاہ۔

## شاہِ دمشق کے نام فرمان

(۷۸)۔ ایک خط آپ نے غوطہ دمشق کے حاکم حارث بن شمصر غسانی

کے نام لکھوایا جسکو حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ لیکر روانہ ہوئے اور

اس کا ترجمہ یہ ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ كِطْرَتِ سَعْدِ بْنِ شَمْرٍ

طرف پیام ہے کہ سلام اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا۔ اور اُس پر

جو ایمان لایا۔ اور تصدیق کی۔ اور میں تم کو بلاتا ہوں اس امر کی جانب  
کہ ایمان لاؤ اس پر جو یگانہ ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں۔ تمہارا ملک  
تمہارے لئے بحال رہیگا۔

أَيُّهَا الْعُرُّ لَا يَخْفَى عَلَى أَحَدٍ بِدُونِهَا الْعَدْلُ بَيْنَ النَّاسِ لِعَزِيمِ  
حُكْمًا فَمَا يُبْقِيَنَّ مِنْ شَيْءٍ لِيذَى شِقَاقٍ وَلَا يُبْقِيَنَّ مِنْ حُكْمِ

## جبلہ غسانی کے نام فرمان

(۹)۔ ایک خط اپنے جبلہ بن ایہم غسانی کے نام لکھوایا جسکو  
حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیا۔

## شاہ مین کے نام فرمان

(۱۰)۔ ایک خط اپنے شاہ مین حرث بن عبد کلال حمیری کے نام  
لکھوایا جسکو مہاجر بن ابی امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیا۔

## خیبر کی لڑائی

چونکہ خیبر کے یہود صاحب شوکت اور باعزت تھے اور ہمیشہ اہل اسلام  
سے مقابلہ کا موقع ڈھونڈتے رہتے تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ اہل اسلام

کو مٹا دیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ سے واپس تشریف  
 لا کر مکہ ہجری المقدس کو ان پر چڑھائی کا حکم صادر فرمایا۔ ایک ہزار چار سو  
 مجاہدین نے چڑھائی کی۔ منجملہ انکے دو سو سوار تھے۔ خیبر میں سات قلعے تھے۔  
 سب قلعوں کو ایک ایک کر کے لے لیا۔ سب سے اول قلعہ ناغم لیا۔ پھر اسی طرح  
 یکے بعد دیگرے قنوص، مضعب، وطیح، لالم۔ ساتوں قلعے فتح کر لئے۔ قنوص  
 کے قلعہ کے لوگ جان توڑ کر لڑے اور قلعہ بھی نہایت مستحکم تھا۔ اسکی فتح کرنے  
 لئے کئی سردار بدلے گئے۔ مگر وہ فتح نہ ہوا۔ مگر آخر کار بالمام الہی ایک درشام  
 کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کو  
 دوں گا کہ وہ محب اور محبوب خدا ہے اور اسی کے ہاتھ پر اس قلعہ کا فتح ہونا خدا  
 تعالیٰ نے لکھا ہے۔ جب صحابہ نے یہ شرافت فاتح خیبر کی سنی تو بہت سے  
 جلیل القدر صحابہ کو اس شرف عظیم کے حاصل کرنے کی طمع دل میں پیدا ہوئی  
 حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں سردار ہونے کی تمنا  
 کبھی نہیں ہوئی۔ البتہ جب فاتح خیبر کا شرف سنا تو بیشک میرے دل  
 میں یہ خطرہ گذرا کہ کاش مجھ کو یہ دولت عظمیٰ نصیب ہو مگر رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے علی اصبح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا۔ اٹھی آنکھیں آشوب  
 کر رہی تھیں۔ آپ نے لب مبارک انکی آنکھوں میں لگا دیا۔ فی الفور اچھی  
 ہو گئیں۔ آپ نے انکو جھنڈا مرحمت فرمایا۔ چنانچہ وہ جھنڈا لیکر قلعہ پر

تشریف لیگئے۔ آپ اس وقت سُرخ دھاریوں کا حالہ پہنے ہوئے تھے اور ادھر سے مرحب والے قلعہ جو بہت بڑا شجاع تھا نکلا۔ اُسکے سر پر مینی خود تھا۔ اُس نے رجز یعنی بہادری کا ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے "تمام خلیبر والے خوب جلتے ہیں کہ میں مرحب ہوں اور پورے ہتھیار والا اور آرمو کار پہلوان" اُسکے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ثلاثی فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے: "میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر زہر رکھا ہے میں ایسا زبردست شیر ہوں جیسا کہ بڑے بڑے جنگلوں میں جری شیر ہوتا ہے۔ جسے دیکھ کر ہر ایک ہول کھاتا ہے۔ اور میں اپنے مقابل کو تلوار سے ایسا نائق جواب دیتا ہوں کہ جیسے کوئی سُخی آدمی چھوڑے پیمانہ کے عوض بڑا پیمانہ دیا کرتا ہے"

پس دونوں کے یہ جواب سوال ہو نیکی بعد دو دو ہاتھ ہوئے مگر ایک وار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا تلوار کا مارا کہ ڈھال اور خود اور سر کے دو دو ٹکڑے کر ڈالے اور وہ مرکز زمین پر گر پڑا۔ اُسکا مرنا تھا کہ وہ قلعہ فتح ہو گیا اور یہ فتح خلیبر کی ماہ صفر ۱۰ ہجری المقدس میں ہوئی ہے۔

## فتح مکہ معظمہ

۱۰ ہجری المقدس میں مکہ معظمہ فتح ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے مکہ معظمہ پر چڑھائی اسوجہ سے فرمائی کہ قریش نے جو حدیبیہ کے صلحنامہ میں  
 یہ شرط لکھی تھی کہ فریقین سے کوئی کسی کے معاہدہ پر چڑھائی نہ کرے اور نہ  
 کسی کے معاہدہ کے دشمن کی مدد کرے۔ قریش نے اس شرط کے خلاف کیا  
 اسلئے کہ قریش کے ہم عہد بنو بکر تھے۔ اور آپ کے ہم عہد بنو خزاعہ تھے۔ بنو بکر  
 نے بنو خزاعہ پر چھاپہ مار کر انکے بیس آدمی قتل کر ڈئے اور اس شب خون مارنے  
 میں بعض قریش بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی عہد شکنی معلوم  
 ہو گئی۔ اس وقت قریش کو درپیدا ہوا کہ آپ ہم پر اس عہد شکنی کی وجہ سے  
 ضرور فوج کشی فرمائینگے۔ تو قریش نے بغرض تجدید عہد کے ابوسفیان کو  
 مدینہ منورہ بھیجا۔ چنانچہ ابوسفیان مدینہ آئے۔ اور اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ  
 عنہا زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے اور اس بائے میں  
 انکو سفارشی بنانا چاہا۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ پھر بڑے بڑے ذمی رتبہ  
 صحابہ سے کہا مگر انہوں نے بھی نہ مانا اور یہ کہا کہ ہم ہرگز اس معاملہ میں  
 لب کشا نہ ہونگے۔ تم خود کہہ لو مگر انکی جرأت نہ ہوئی۔ لاچار مکہ معظمہ میں  
 آئے اور قریش سے سب قصہ کہا۔ مگر قریش نے انکو سخت ملامت کی تم سے کچھ  
 بھی نہ ہو سکا۔ صلح کی خبر لاتے۔ تاکہ اطمینان ہوتا۔ اور لڑائی کی خبر لاتے  
 تو تیاری کی جاتی +

القصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر آراستہ کیا اور مدینہ سے دستوں  
 رمضان مبارک کو مکہ کی جانب روانہ ہوئے آپ کے ساتھ مہاجرین و انصار اور  
 عام قبائل عرب کے تھے۔ مجاہدین کی تعداد دس ہزار تھی جب مکہ معظمہ کے قریب  
 پہنچ کر رات کو قیام کیا تو رات کو عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے نچر پر سوار ہو کر تلاش میں نکلے کہ کوئی مکہ جانے والا ہے۔ تو میں قریش کو  
 کہلا بھیجوں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کا مقابلہ ہرگز نہ کر سکو گے  
 لہذا بہتر ہے کہ امان مانگ لو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحیم المزاج  
 ہیں۔ اگر عاجزی کرو گے تو آپ یقیناً تمہارے اوپر رحم فرمائیں گے۔

عباس رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان حکیم بن حزام ربیع بن وراق اس طرف  
 کے لشکر کے تختس میں آتے ہوئے ملے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو  
 پہچان کر پکارا کہ اے ابوحنظلہ! یہ کنیت ابوسفیان کی تھی، ابوسفیان نے حضرت  
 عباس رضی اللہ عنہ کی آواز پہچان کر کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں  
 کچھ خبر بیان کرو۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار غاریوں  
 کا لشکر لیکر آئے ہیں۔ ابوسفیان نے دریافت کیا کہ میرے معاملہ میں آپ کیا  
 مشورہ دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ رہو۔ میں تمہارے لئے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے امان لیلو گا۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ پھر عباس رضی اللہ  
 عنہ نے ابوسفیان کو نچر پر اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ اور انکو لیکر رسول اللہ صلی اللہ



علیہ وسلم کے پاس لائے۔ اور آپ سے انکے بارہ میں عرض کیا۔ آپ نے ابوسفیان پر کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پیش فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں۔ ابوسفیان نے کہا اگر کوئی اور ہوتا تو ہماری مدد نہ کرتا۔ پھر آپ نے اقرار رسالت کا جملہ فرمایا کہ اے ابوسفیان کیا اب تک وہ وقت نہیں آیا کہ تو مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانے۔ انہوں نے کہا کہ البتہ اس امر میں مجھے تامل ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان اب تامل اور تردد کا وقت نہیں۔ ابھی عمر رضی اللہ عنہ آ کر تیری گردن اڑانگے جلد ہی اسلام قبول کر لو۔ ابوسفیان نے متقلب القلوب کی قدرت سے اخلاص کے ساتھ اسلام قبول فرمایا۔

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان افتخار کی بات کو بہت محبوب رکھتے ہیں کوئی کلمہ انکے افتخار کا فرما دیجئے آپ نے فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں گھس جائیگا وہ قتل سے بچ جائیگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو ہتھیار ڈال دیگا۔ یا اپنا دروازہ بند کر لیگا۔ یا جو مسجد حرم میں داخل ہو جائیگا۔ اسکو بھی امن ملیگا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو کسی ایسی جگہ بٹھاؤ کہ جب یہ اللہ شکر کفار قریش کے حملہ کو چڑھے تو ابوسفیان اسکا معائنہ کرے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو ایک ایسی گھاٹی پر بٹھایا کہ جہاں سے تمام لشکر کا

گذر ہونے لگا۔ اول چار سو بنی غفار گذرے۔ پھر ایک ہزار تین آدمی مزینہ کے  
اور سات سو بنو اسلم کے ایک ہزار چار سو چہینہ کے اور بہت سے تمیم قیس۔ اسد۔  
اپنے اپنے نشان بلند کئے ہوئے تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے گذرے۔ سب کے  
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذرے جنکا تمام لباس سبز تھا۔ اور وہ تمام و  
کمال ایسی طرح ساز و سامان لڑائی کا اپنے اوپر لگائے ہوئے تھے کہ بجز آنکھ  
کی تپکی کے انکے اعضاء میں سے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اس جماعت کو دیکھ کر  
ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟  
انہوں نے فرمایا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصار ہیں  
اس وقت ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اب تو تمہارا بھتیجا  
بڑا بادشاہ ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ افسوس ہے ابوسفیان تم کچھ نہ سمجھے  
یہ بادشاہت نہیں۔ بلکہ شان نبوت ہے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر ابوسفیان  
مکہ معظمہ کو چلے۔ اور انکے ہمراہ حکیم بن حزام بھی تھے۔ اور مسجد حرام میں آکر  
پکار کر کہا کہ اے مشرک! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا جبار لشکر لیکر آئے ہیں  
جسکے مقابلے کی تاب اصلاً تملونہ ہوگی۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ  
کہ سلامت رہو بشرطیکہ انہوں نے کہا کہ کچھ محمد نے کہہ بھی دیا ہے۔ کہا ہاں۔ یہ کہا،  
جو مسجد حرام میں یا ابوسفیان کے گھر میں گھس جائیگا۔ اور جو ہتھیار ڈال  
دیگا۔ اور جو اپنا دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ جائیگا۔ البتہ اُسے امن

ملیگا۔ یہ سن کر ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے انکی وارھی پکڑ کر ہلائی اور چلا کر کما کے غالب کی اولاد اس احمق بڈھے کو مار ڈالو یہ بہک گیا ہے جو ایسی نامردی کی طرف تمکو رغبت دلاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول سعد بن عبادہ اور زبیر بن عوام کو مکہ میں داخل فرمایا کہ اپنی اپنی جماعت کو لیکر مکہ میں جائیں سعد بن عبادہ کی زبان پر غیظ کی وجہ سے یہ کلمہ آگیا کہ آج کعبہ کی تاراجی حلال ہوگی۔ یہ کلمہ سن کر ایک ہاجر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا تو آپ نے مصالحتاً انکو فوج میں شریک کر دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ان سے جھنڈا بیلو۔ اور تم اس فوج کے دستہ کے ساتھ مکہ میں بلندی کی جانب سے داخل ہو۔ اور حضرت خالد بن لید سے فرمایا کہ تم مکہ میں نشیب کی جانب سے داخل ہو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ذمی طومی تشریف لائے تو وہاں کچھ توقف فرمایا اور اونٹ کے کجاوے پر اپنی چادر مبارک کا کونہ رکھ کر سجدہ شکر ادا کیا کہ الہی ایک وقت وہ تھا کہ یہاں سے خفیہ جان بچا کر بھاگا تھا اور اس سے دو برس پیشتر عمرہ کرنے آیا مگر کفار نے گھسنے نہ دیا۔ اب یہ وقت ہے کہ تیری قدرت کاملہ سے کس شان شوکت اور غلبہ کے ساتھ داخل ہوا ہوں اور وہاں سے آپ روانہ ہو کر مکہ کی اعلیٰ جانب کو داخل ہوئے اور وہاں پر آپ کے لئے خیمہ کھڑا کیا۔ اور اپنے ہر ایک فوج کے دستہ کے سرور

سے فرما دیا کہ تم لڑائی میں پیشقدمی نہ کرنا۔ جو تم سے لڑے اس سے لڑنا جس  
 جانب سے مکہ میں داخل ہو نیکا خالد بن لید کو حکم دیا گیا تھا۔ اس جانب  
 عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ نے خندمہ میں بہت سے عوام الناس  
 بارادہ لڑائی جمع کر رکھے تھے اور بنو بکر اور بنو حریث بھی انکے مددگار تھے جب  
 خالد بن لید اس طرف کو آئے تو انہوں نے ان پر تیر برسانا شروع کئے  
 اور انکو مکہ میں داخل ہونے سے روکا۔ آخر کار وہ لڑائی لڑے۔ خدائے تعالیٰ  
 نے مسلمانوں کو فتح دیکر کفار کو مغلوب کیا۔ چوبیس دشمن مارے گئے اور دو  
 مسلمان شہید ہوئے جب کفار بھاگ گئے اور مسلمانوں نے مکہ میں داخل ہونا  
 چاہا تو مشرک عورتیں سواروں کے مقابل ہو گئیں اور گھوڑوں کے منہ پر اپنی  
 اور صنبیاں اتار کر مارنے لگیں اور اورٹھنیوں سے گھوڑوں کو ہٹانے لگیں  
 اور اپنے بال بکھیر کر اپنی بربادی پر رونے لگیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے انکی یہ حالت ملاحظہ فرمائی آپ تبسم فرمانے لگے۔  
 جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک  
 پر سیاہ عمامہ تھا۔ آپ بیت اللہ شریف کے دروازے پر ٹھیرے اور یہ پڑھا  
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ يَعْنِي كُونِي مَسْبُودًا نَحْنُ نَحْمَدُكَ يَا حُدَّادُ كَيْفَ  
 سِوَاكَ نَحْنُ يَا سُوْدُكَ دَعْوَى جَوَائِمِ جَاهِلِيَّتِمْ فِيْ اِيْكَ كَادُوْا سِرَّيْمْ پَرْتَحَا  
 وَهٖ بَاطِلٌ كَرِّدِيَا كَيْفَا. پچھلے قصے قضا یا سب مٹا دئے گئے۔ البتہ بیت اللہ

شریف اور حجاج کو پانی زمزم کا پلانکی خدمت جن لوگوں کی قدیم سے  
چلی آتی ہے۔ وہ انہیں کو دیجائیگی۔

جب مسلمانوں کا مکہ معظمہ پر غلبہ ہو گیا تو بہت سے سردارانِ قریش  
بھاگ گئے اور جو باقی رہے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ آپ نے ان سے دریافت  
فرمایا کہ تمکو میری نسبت کیا گمان ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیسا معاملہ کرونگا  
سب نے عرض کیا کہ خود آپ کریم اور ابن کریم ہیں یعنی صاحبِ بخشش  
کہنولے شخص کی اولاد ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے سب کو آزاد کیا یہ کہہ کر  
سب کی جان بخشی کا حکم فرما دیا۔ اور سب کی خطا معاف فرمائی۔ اور جو  
گیارہ مرد اور چھ عورتوں کا قبل از لڑائی جدا جدا جرم میں خون  
حلال کر دیا گیا تھا۔ ان میں سے چار مرد قتل ہوئے۔ باقی سب مشرف باسلام  
ہوئے اور چھ عورتوں میں سے صرف دو یعنی ہندہ زوجہ ابوسفیان اور قمر بنتا  
مشرف باسلام ہوئیں۔ باقی چار عورتیں یارمی گئیں اور تین سو ساٹھ بت جو  
گرداگرد خانہ کعبہ کے کھڑے کر رکھے تھے۔ اور انکے پاؤں سیسہ سے جما  
رکھے تھے۔ آپ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ اُس لکڑی سے  
آپ ہر ایک بت کی طرف اشارہ فرماتے تھے اور یہ آیت شریف پڑھتے تھے  
جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا یعنی دین حق  
آیا۔ اور دین باطل نیست و نابود ہوا۔ اور دین باطل تو نیست و نابود ہو گیا اور دین حق

بت کے منہ کی طرف اشارہ فرماتے وہ چت گر پڑتا۔ اور جس بت کی پشت کی طرف اشارہ فرماتے وہ اوندھا گر پڑتا۔ بعد ازاں نے بیت اللہ شریف کا طواف سات بار فرمایا۔ پھر آپ اندر تشریف لیگئے وہاں دیواروں پر انبیاء کی تصویریں رنگت سے نکلی ہوئی تھیں۔ ملاحظہ فرمائیں آپ نے زمزم کے پانی سے انکو مٹا دیا۔

مکہ معظمہ کے فتح ہو جانے سے قریش کے دل میں جو بتوں کی مدد کرنا کا اعتقاد تھا وہ جاتا رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود سخت مخالفت کرنے قریش کے اور ایذا رسانی کے اُن پر قابو پا کر آپ نے سب کو معاف فرما دیا۔ اس سبب سے جملہ قریش کے دلوں میں جو عناد بھرا ہوا تھا وہ یک لخت دور ہو گیا۔ اور جوق جوق مسلمان ہو نیکو بخوشی خاطر جمع ہونے لگے۔ اس لئے آپ پہاڑ صفا پر بیٹھ گئے۔ تاکہ سب سے بیعت اسلام لیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے بیٹے کی جانب موجود تھے۔ اول مردوں کو مسلمان کیا اور بیعت کرتے وقت اُن سے یہ وعدہ لیا۔ کہ ہم خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہیں گے۔ بعد کو عورتوں کا نمبر آیا۔ ان میں ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابی سفیان بھی تھی۔ اُن سے آپ نے فرمایا کہ تو اس امر پر بیعت کر کہ شرک نہ کرنا۔ ہندہ نے کہا کہ آپ عورتوں سے وہ وعدہ لیتے ہیں جو مردوں سے نہیں لیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ جیانی کا کام نہ کرنا۔ اُس نے کہا کہ

کہیں شریف عورت ایسا کر سکتی ہے پھر آپ نے فرمایا کہ اولاد کو قتل نہ کرنا اس نے کہا کہ ہم نے تو بچوں کو پالا ہے اور آپ نے پدر میں قتل کیا ہے۔ آپ جانیں اور وہ۔ آپ نے فرمایا کہ بہتان نہ باندھنا۔ انہوں نے کہا کہ البتہ بہتان بُری چیز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کسی نیک کام میں نافرمانی نہ کرنا۔ انہوں نے کہا کہ اب ہم سے نافرمانی نہ ہو سکیگی یہ نہ کو بیعت فرما کر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسی طرح تم اور عورتوں کو بیعت میری نیابت سے کر لو۔ اور سب کے لئے دُعائے مغفرت کرو۔

جب ظہر کی نماز کا وقت آیا تو آپ نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم بیت اللہ شریف پر چڑھ کر اذان کہو۔ اور قریش پہاڑوں پر کھڑے تھے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی۔ جب لفظ اشہد انّا محمدٌ الرسول اللہیٰ کہا تو ابو جہل کی بیٹی جویریہ نے کہا کہ یہ بزرگی خدا نے میرے باپ کو دی ہے کہ اُس نے بیت اللہ پر بلال رضی اللہ عنہ کو گدھے کی طرح چنختا نہ سنا اور حارث بن ہشام نے کہا کہ کیا اچھا ہوتا جو میں اس بد واقعہ کے دیکھنے سے پہلے مرجاتا اور ایسی ایسی نامعقول باتیں بہت سے ایسے لوگوں نے کہیں جو ہنوز مسلمان نہ ہوئے تھے۔ مگر بعد کو سب مسلمان ہو گئے اور اسلام میں بڑا رتبہ پایا۔

## غزوہ حنین

مکہ و طائف کے مابین موضع حنین و موضع اوطاس کے باشندوں یعنی قبیلہ ہوازن اور ان کے ساتھ دوسرے فرقوں ثقیف مضر اور جثیم نے جو مکہ کے ارد گرد بھڑ بھڑیاں اور اونٹ چرایا کرتے تھے فتح مکہ کی اطلاع پا کر آخری جھرجھری لی۔ اور قسمت آزمائی کا منصوبہ باندھ کر چاہا کہ سب مل کر اپنے ملک مذہب کی حفاظت پر جی توڑ کر کوشش کریں۔ چنانچہ چار ہزار کفار کی جماعت حنین میں جمع ہوئیں جو مکہ سے براہ عرفات طائف کے قریب دس میل سے کچھ زیادہ فاصلہ پر ذوالمجاز کے پہلو میں ایک مشہور وادی ہے۔ اس جماعت کا سردار مالک بن عوف نضری تھا اور اس نے اپنے لشکر کے ساتھ انکی بیوی بچوں اور تمام مویشیوں کو لیلیا تھا۔ تاکہ انکی حفاظت کیلئے جان کا دینا سہل ہو جائے، جب ہوازن و ثقیف کی وادی حنین میں جمع ہوئی کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو جنگ کا عزم فرما کر اول حضرت عبداللہ حدود سلمیٰؓ کو جاسوس بنا کر بھیجا کہ دشمنوں کی جمعیت و کیفیت معلوم کر کے آئیں۔ جب انہوں نے واپس آ کر مفصل کیفیت سنادی تو آپ نے دس ہزار مدنی مہاجرین و انصار طائف سے مکہ یعنی نو مسلم اصحاب کو ہمراہ لیا اور حضرت عتاب بن اسید کو امیر مکہ بنا کر ۶ شوال ۶ ہجری المقدمس کو حنین کی جانب روانہ ہوئے۔ جہاں ہوازن



کی جماعت اپنے اہل و عیال سمیت سامان عیش و طرب کو لئے اپنی بھڑ بھڑیوں  
 کے گلے گھیرے ہوئے پڑی تھی ۔ مسلمانوں کو جنین میں پہنچنے کیلئے ایک تنگ گھائی سے نکلنا تھا  
 اور مالک بن عوف نے پیشبندی کے طور پر پہلے ہی اسکے ناکوں اور  
 راستوں پر قبضہ کر کے فوج کے دستے کے دستے بٹھا دیئے اور بحال مستعدی  
 انکو مامور کر دیا تھا۔ کہ جس وقت کوئی مسلمان بخبری کے ساتھ یہاں پہنچیں تو  
 دفعۃً انکو تیروں کا نشانہ اور نیزہ و تلوار کا شکار بنا لیا جائے اور اتنا موقع نہ دیا  
 جائے کہ وہ باخبر یا جنگ کیلئے آمادہ ہو سکیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس وقت  
 اسلامی لشکر اسی سے نیچے اترتا تو اچانک ان پر حملہ ہوا اور دشمنوں کا جم غفیر  
 نڈھیل کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا۔ جس سے وہ گھبرا گئے اور بدحواس ہو کر ادھر  
 ادھر بھاگ نکلے ۔

دشمنوں کی چال اور خفیہ تدبیر کی وجہ سے جب اسلامی لشکر میں بھگلی  
 پڑ گئی تو گویا مسلمانوں کو شکست ہو گئی کیونکہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے پاس سوائے چند صحابہ کے مہاجرین میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور  
 عمر خطابؓ اور اہلبیت میں علیؓ و عباسؓ اور ابوسفیان بن حارثؓ و فضل بن عباسؓ  
 و ربیعہ بن حارثؓ اسامہ بن زیدؓ اور امین بن امیہؓ وغیرہ کے کوئی بھی نہ رہا  
 سب تتر بتر ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ اور اس بے سرو سامانی کی حالت میں

انکے پاؤں ایسے اکھڑے کہ جنے شکل پڑ گئے یہاں تک کہ بعض بدگمان ضعفاً کو  
 بدگمانی کا موقع ملا کسی نے کہا۔ آج مسلمان ایسے بھاگے کہ دریائے رے  
 رکنے کا نام نہ لینگے۔ اور کوئی بولا کہ آج سحر کے لیا میٹ ہونے کا دن  
 آپہنچا بغرض جس نے جو چاہا کہا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی  
 کی بات کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور اس کس مہر سی کے ہنگامہ میں آپکی شجاعت  
 و استقلال نے ثابت کر دیا کہ آپکے ہاشمی خون میں جو انردی کا وہ پورا حصہ  
 شامل ہے جو افضل الرسل میں ہونا چاہیے۔ کیونکہ آپ اس تنہائی و کس مہر سی  
 کے خوفناک وقت میں اپنی سواری سے نیچے اتر گئے اور پاپیادہ یہ کلمات  
 کہتے ہوئے آگے بڑھے۔ میں نبی ہوں۔ جھوٹا نہیں ہوں۔ اور میں  
 عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ چند صحابہ جو آپکے ساتھ رہ گئے۔ ہالہ بنے ہوئے  
 آپکو اندر کئے ہوئے تھے۔ اور آپ چاہتے تھے کہ سب آگے بڑھیں اور  
 بنفس نفیس دشمنوں کے جم غفیر کا مقابلہ کریں آخر حضرت امین بن امین شہید  
 ہوئے اور ہوازن کا ایک شخص حضرت کی طرف بڑھتا ہوا نظر پڑا جو سرخ  
 اونٹ پر سوار جنگ کا سیاہ نشان اور ایک لمبا نیزہ ہاتھ میں لئے قوم  
 کے آگے آگے جولاہی کرتا۔ اور جبکو پاتا قتل کرتا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ  
 نے پیچھے سے آکر اونٹ کے پاؤں میں ایسی تلوار ماری کہ اسکے دونوں قدم  
 کٹ گئے اور سرین کے بل بیٹھ گیا۔ سامنے سے انصاری نے حملت نہ

لینے دی اور سوار پر وار کیا۔ کہ پندلی میں اترتا چلا گیا۔ آخر سوار گرا۔ اور  
 اسکے ہمراہیوں نے مجتمع ہو کر دست بدست لڑائی شروع کر دی۔  
 مسلمانوں کا یہ انتشار چونکہ عارضی تھا۔ اسلئے جسوقت حضرت عباس  
 رضی اللہ عنہ نے باواز بلند پکارا کہ اے جماعت انصار اور اے گروہ ہاجرین  
 اے بیعت رضوان والو اور اے لیکر کے نیچے کھڑے ہو کر مرنے اور پیٹھ پھرنے  
 کا عہد کر نیوالو۔ کہاں جا ہے ہو۔ تو سب لبیک پکارتے ہوئے ٹوٹ پڑے  
 اور گھمسان لڑائی میں مشغول ہو گئے۔ مسلمانوں کا بصد حیرت و ندامت لوٹنا  
 اور شجاعت کے جوش میں لہریں مارنے والے خون سے ابلنا تھا۔ کہ چند لمحہ  
 میں میدان جنگ کا رخ پھر گیا۔ اور اب اس میدان میں کافر بھاگتے نظر  
 آئے۔ جہاں مسلمانوں کو بھاگنا پڑا تھا۔ اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ایک مٹھی خاک لشکر کفار کی طرف پھینک کر یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ کہ  
 یہ منہ ذلیل و خوار ہوں۔ اس لئے ہوازن و ثقیف کے ہزیمت خوردہ بدوں  
 کے جماؤ کی کوئی صورت نہ رہی اور بی بی بچوں کے ساتھ سائے مال و متاع  
 کو چھوڑ کر ہزار ہا اسماعیلی کافروں کی ستر جانیں تلف ہوئیں۔ پیچھے نہایت  
 نقصان کے ساتھ شکست پائی۔ کفار کے چھوڑے ہوئے مال و اسباب  
 اور کثیر التعداد مویشی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ بھاگے ہوئے ہوازن میں  
 ایک جماعت گرفتار ہوئی اور کچھ لوگ جن میں زیادہ تر قوم ثقیف کے بدو تھے

اپنے سردار لشکر یعنی عوف بن مالک کے ساتھ طائف کے اُس قلعہ میں پناہ گزین ہوئے  
 جہاں کھانے پینے کی سہولت بھر کھیلنے کافی مقدار رسد پہلے سے جمع کر رکھی تھی  
 باقی جو بچے وہ اوطاس کے مستحکم درہ میں جا چھپے یا نخلہ کی جانب پوش  
 ہو گئے شیبہ بن عثمان جنگ کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ اور مکہ  
 پر بسہولت قابض ہونا کھٹکا ہاتھا۔ اسلامی لشکر کے ساتھ اس نیت سے  
 ہوئے تھے کہ ممکن ہے ہوازن کے ساتھ مسلمانوں کی مدد بھڑکے وقت  
 موقع ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وار کرنے سے قریش کے دلوں  
 کی آگ نکلے۔ اسلئے عین اس وقت جبکہ مسلمان منتشر ہو رہے تھے۔ یہ اپنی  
 بدینتی کے ساتھ حضرت کی طرف بڑھے۔ خود حضرت شیبہ رضی اللہ عنہ کا بیان  
 ہے کہ میں اس وقت کا دشمن تھا کہ عداوت کا شعلہ دبا نہیں سکتا تھا۔ اوریوں  
 کما کرتا تھا۔ کہ اگر سارا عجم و عرب بھی محمد کا اتباع کر لیا تب بھی اتباع نہ کرے گا  
 مگر جس وقت تلوار سونت کریں آپ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ میں آپ کا تمام کر دوں تو  
 دفعۃً آگ کی ایک بڑی چنگاری میری طرف بڑھی جسکے خوف سے میں نے اپنی  
 آنکھیں بند کر لیں اور دفعۃً میں نے حضرت کا ہاتھ اپنے سینہ پر دیکھا کہ آپ نہایت  
 شفقت کی آواز سے یوں فرماتے ہیں کہ یا اللہ اسکو شیطان سے پناہ میں رکھیو  
 خدا جانے اس دست مسیحا اور کلمہ روح افزا میں کیا مقناطیسی اثر تھا کہ میری  
 عداوت فوراً مٹ گئی اور آپ کا وجود باجود مجھ کو میری آنکھ اور کان اور روح و

جان سے زیادہ محبوب معلوم ہونے لگا۔ اسکے بعد میں نے آنکھ کھول دی اور حضرت نے فرمایا کہ آگے بڑھو اور جنگ کرو۔ چنانچہ میں حضرت کی سپر بن کر دشمنوں سے جنگ میں لگ گیا اور اس جوش کے ساتھ آگے بڑھا کہ اس وقت اگر میرا باپ سامنے آتا تو واللہ اسکے پیٹ میں تلوار گھسائے بغیر نہ رہتا چند لمحہ بعد جب مسلمان لوٹ آئے اور کفار کی ہزیمت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے آئے۔ تو میں بھی اندر داخل ہوا کہ آپ کے پیاسے چہرے کی محبت و مسرت کے ساتھ زیارت کروں تب آپ نے میری بدنیتی اور سائے مانی الضمیر کا ذکر فرمایا اور کہا کہ اے شیبہ جو بات خدا نے تمہارے لئے پسند کی وہ بہتر ہے کہ اس ارادہ سے جو تم نے اپنے لئے پسند کر رکھی تھی۔ یہ سنکر میں شرمندہ ہو گیا۔ اور میں نے کلمہ شہادت پڑھ کر عرض کیا کہ میرے لئے استغفار فرمائیں کہ خطائیں معاف ہو جائیں۔ چنانچہ آپ نے استغفار فرمایا اور بشارت دی کہ حق تعالیٰ نے تمہارے گناہ بخش دئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین سے فارغ ہو کر حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا حضرت ابو عامر کو صحابہ کی ایک جماعت کا امیر بنا کر مضر و ہوازن کے تعاقب میں اوطاس کی جانب روانہ فرمایا۔ اور خود باقی اصحاب کو لیکر مستحکم قلعہ میں پناہ گیر ہزیمت خوردہ فوج کو سزا دینے کیلئے طائف کی جانب مراجعت فرمائی۔

حضرت ابو عامر اوطاس کی جانب روانہ ہوئے اور جو ملا اسکو پکڑتے یا قتل کرتے آگے بڑھتے چلے گئے۔ آخر حارث کے بیٹے علاء حشمی کے ہاتھ سے زخمی ہو کر جان بحق تسلیم ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پھر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلامی نشان ہاتھ میں لیا۔ اور یکدم اسلامی فوج کو لٹکار کر بہادرانہ حملہ کر دیا۔ اسلامی لشکر کا حملہ وہ حملہ نہ تھا۔ جسکو ہوازن کے بددور دکھتے۔ اسلئے قوم کا سرغنہ ورید بن صمہ حضرت ربیعہ بن رفیع رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے قتل ہوا اور اسکے جمع کئے ہوئے لشکر نے بے سرو سامانی کے ساتھ بھاگن شروع کیا۔ اسوقت ہزار ہوازن پکے بوڑھے اور عورت مرد چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں چوبیس ہزار اونٹ اور چار ہزار اوقیہ چاندی جو مال غنیمت میں ہاتھ آیا وہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لارکھا۔

انہیں گرفتار مصیبت قیدیوں میں جنکو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ گرفتار کر کے لائے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن شیماء بنت السحارث بھی تھیں جنہوں نے بہن ہونی کی علامت یہ ظاہر کی کہ بچپن میں جس وقت آپکو گود میں لئے کندھے سے لگائے ہوئے تھی۔ تو آپ نے میری کمر میں کاٹ کھایا تھا۔ جسکا نشان اب تک موجود ہے۔ چنانچہ آپ نے وہ نشان دیکھا اور اپنی چادر پچھادی اور فرمایا کہ تم چاہو تو میرے پاس رہو اور تمہارے

خرج کی میں کفالت کروں۔ اور چاہو تو تمہارے وطن واپس کروں مگر جب  
حضرت شہما نے اپنے وطن کو ترجیح دی۔ تو آپ نے تین غلام اور ایک باندی  
اور چند اونٹ اور بکریاں دیکر نہایت اکرام کے ساتھ انکو انکے وطن بھیج دیا

## غزوہ بتوک

۹۔ ہجری المقدس میں بمقام بتوک لڑائی ہوئی۔ اسکا سبب یہ  
ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ ہرقل روم کا بادشاہ ان عربوں کو  
ہمراہ لیکر جو نصرانی ہو گئے تھے۔ مجھ پر چڑھائی کر نیکارادہ کر رہا ہے پس آپ نے  
اس سے مقابلہ کر نیکاسامان کیا۔ اور اس زمانہ میں سخت گرمی پڑ رہی تھی اور  
مسلمان کمال تنگدستی کی حالت میں تھے اسوقت آپ نے جہاد میں مال خرچ  
کر نیکو ارشاد فرمایا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال خدا کی راہ  
میں دیدیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدھا مال دے ڈالا۔ حضرت عثمان  
رضی اللہ عنہ نے تین سوا اونٹ اور ایک ہزار دینار فی سبیل اللہ دیدیئے۔ اسی  
طرح اور صحابہ نے حسب وسعت اس لشکر کی تیاری میں امداد دی بغرض تیسرا  
مجاہدین کا لشکر لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کے مقابلہ کا  
ارادہ کیا اور مدینہ پاک سے روانہ ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ  
میں اپنی جگہ چھوڑا۔ جب آپ بتوک تشریف لائے تو وہاں بغرض انتظام

ہر قتل کے ہاں قیام کیا۔ مگر وہ ڈر کر نہ آیا۔ آخر آپ نے بتوک کے اطراف جوانب  
میں لشکر کے جدا جدا حصے کر کے ہر ایک والے ملک کے اوپر روانہ کئے۔ مگر  
کسی کو مقابلہ کی تاب نہ ہوئی۔ چنانچہ یوحنا والے ابلہ نے جزیہ دینا قبول  
کر لیا اور والے افرح نے ہر سال سو دینار دینے پر صلح کر لی اور عرب والوں  
نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصلحتاً بتوک سے  
آگے نہیں بڑھے۔ اور ہر قتل نے مائے خوف کے پیش قدمی نہیں کی اس  
لئے آپ مدینہ منورہ کو واپس تشریف لائے۔

## مسجد خزار

ابوعامر راہب قوم خزرج کا ایک مفسد شخص تھا۔ جو کتابیں پڑھ کر  
نصرانی ہو گیا تھا۔ پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبریں سُناتا۔ اور آپ کی  
پیشینگوئیاں سُن کر سچیل سے بیان کیا کرتا تھا۔ مگر جب آپ تشریف لائے تو  
منکر ہو گیا اور حسد کے مائے اپنی ہجرت کے وقت مدینہ میں بھی نہ ٹھہر سکا۔  
چنانچہ غزوہ بدر کے بعد چند تبعین کو ساتھ لیکر اہل مکہ سے آ ملا اور جنگِ احد  
میں انکے ساتھ شریکِ جنگ ہوا۔ جب مکہ فتح ہو گیا۔ وہ طائف بھاگ آیا  
اور جس وقت اہل طائف بھی اسلام لائے تو وہ یہ کہہ کر ملکِ شام کی طرف بھاگ گیا  
کہ عرب کے زیرِ کر لینے پر محمد ناز نہ کریں۔ دیکھو شاہِ روم کو کتنے لشکر جبار کے



ساتھ چڑھا کر لاتا ہوں۔ جب اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی تو اس نے منافقین کی جماعت سے جو اسکے ساتھ خفیہ سازشیں رکھتی تھی کہا کہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا بناؤ۔ اور وہ جگہ مشورہ کی ہوگی۔ چنانچہ مسجد قبا کے متصل مسجد بنائی گئی عین اس وقت جبکہ غزوہ بتوک کا تہیہ ہو رہا تھا حضرت سے عرض کیا کہ آپ اس میں چل کر نماز پڑھیں مطلب یہ تھا کہ آپ کے نماز پڑھنے سے اسکو رونق حاصل ہو جائیگی۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو جہاد کو جاتا ہوں بعد معاودت دیکھا جائیگا۔ چنانچہ جب بعافیت واپسی ہوئی تو لوگوں نے بادوہانی کی اور عرض کیا کہ ہماری نو تعمیر مسجد یہاں سے قریب ہے۔ اس لئے اس میں نماز پڑھنے چلئے۔ اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی اور انکے مکر پر مطلع فرمایا اور یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرًا رَ اللَّهُ اِسی وقت آپ نے مانک اور معن کو بلا کر حکم دیا کہ اس مسجد ضرار کو جلا کر خاکستر کریں اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں چنانچہ عین اس وقت جبکہ اس میں منافقوں کا مجمع بھرا ہوا تھا۔ آگ لگا کر جلدی جلدی گرانا شروع کر دیا۔ منافق تو آگ کے انگارے دیکھ کر ادھر ادھر بھاگ گئے۔ اور وہ جگہ آن کی آن میں کھنڈر بنا کر کوڑھی قرار دی گئی۔

## فرضیت حج

اسی سال حج فرض ہوا۔ آپ خود بسبب مشغل و تعلیم و ہدایت نود کے مختلف قبائل و مقامات کے ایلچیوں کے جنکا ذکر بعد میں آتا ہے ۹ ہجری المقدس میں یہ لوگ زیادہ آئے تھے اور بسبب اہتمام غزوات کے خود تشریف نہ لیا سکے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج مقرر کر کے مکہ معظمہ کو روانہ کیا کہ لوگوں کو شرائع اسلام کے موافق حج کرائیں اور سورہ برات واسطے سنانے احکام نقص عمد کے انکے ساتھ کر دیئے

## وفات ام کلثوم

اسی سال آپکی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون

## حجۃ الوداع

ہجرت کے بعد ایک حج آپنے کیا۔ چونکہ یہ حج آپکا آخری حج تھا۔ اور جس سال آپنے یہ حج کیا۔ وہ سال آپکی عمر گرامی کا آخری سال تھا۔ اسی سال آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور اس سال کئی بار عام جمعوں میں آپنے وداع

لحج کا مفصل بیان یا تو علیحدہ لکھا۔ یا ارسالت کے کسی حصے میں۔ مصنف رح

فراق کی خبر اشارات و کنایات میں بیان فرمائی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ان اشارات کو سمجھ گئے۔ اور اسی وقت رونے لگے۔ کبھی کبھی یہ بھی فرما دیا کہ شاید سال آئندہ میں تم مجھ کو نہ پاؤ گے۔ حضرت معاذؓ سے یہاں تک فرما دیا کہ لے معاذ اب میں سے لوٹ کر تم میری قبر دیکھو گے اس پر حضرت معاذ بہت روئے۔ خاص کر اس حج کے آخر میں جو خطبہ آپ نے پڑھا وہ بالکل صاف بتا رہا ہے کہ اب عنقریب آپ دنیا کو اپنے جمالِ لربا سے محروم فرمانے والے ہیں۔ ایسے الفاظ تھے کہ عام طور پر صحابہ کہنے لگے۔ *كَانَ مَوْظِعَهُ مَوْذِعًا نَصِيحَتًا* تو گویا نصیحت ہونیوالی ہے۔ انہیں جوہ سے اس حج کا نام حجۃ الوداع مشہور ہوا۔

جب آپ نے اس حج کا ارادہ فرمایا۔ تو صحابہ کو اطلاع دی۔ سب نے حج کی تیاری کر دی اور یہ خبر مدینہ منورہ کے اطراف قرب جوار کے گاؤں میں پہنچی تو وہاں کے تمام مسلمان مدینہ میں آگئے اور راستہ میں چلتے چلتے جیسے مسلمانوں کو خبر ہوتی جاتی تھی۔ آتے جاتے تھے۔ ایک شور برپا تھا۔ کہ حضرت اس سال حج کو جاتے ہیں جو سنتا تھا۔ وہ دوڑا چلا آتا تھا۔ ایک شمع جان نواز تھی کہ روشن تھی۔ اور پروالوں کا اُس پر ہجوم تھا۔ اس قدر لوگ مجتمع ہوئے کہ حد شمار سے باہر۔ اب تک صحیح تعداد انکی تحقیق نہیں معلوم ہوئی ہاں اس قدر ضرور کہا جاتا ہے کہ جس طرف نظر جاتی تھی۔ آدمی کے سوا کچھ نہ دکھائی دیتا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار آدمی تھے

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار۔ واللہ اعلم بالصواب۔  
 ہفتہ کے دن ۲۴ ذیقعدہ کو آپ نے ظہر کی نماز مدینہ مقدسہ کی مسجد  
 میں پڑھی بعد نماز کے سر مبارک میں تیل ڈالا اور کنگھی کی اور چادر اورتہ بند پہنکر  
 کوچ فرمایا اور دو اہلیفہ میں پہنچ کر قیام کر دیا عصر کی نماز وہاں قصر سے ادا فرمائی  
 اور رات بھر اور دوسرے دن ظہر تک وہیں قیام کیا۔ تمام اہمات المؤمنین۔ اور  
 فاطمہ ہر رضی اللہ عنہا اس سفر میں ہمراہ تھیں شب کو آپ نے تمام ازواج کے  
 یہاں تھوڑی تھوڑی دیر قیام فرمایا اور دوسرے دن ظہر وہاں پڑھ کر آپ نے  
 احرام کیلئے غسل فرمایا۔ اور خطمی اشنان بھی صفائی کی غرض سے پانی میں ملا دیا  
 تھا غسل کے بعد عائشہ صدیقہ نے ایک مرکب خوشبو جس میں مشک بھی تھا  
 آپ کے سر اور بدن پر لگا دی اور اس قدر لگائی کہ مشک کا اثر آپ کی داڑھی اور سر  
 پر دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا۔ بعد اسکے آپ نے چادر اورتہ بند احرام کی پہن لی۔  
 اور دو رکعت نماز احرام پڑھی اور بدنہ کی گردن میں دو جو تیاں لٹکا دیں۔ اور  
 اسکی داہنی جانب اشعار کیا۔ بعد اسکے احرام باندھ لیا۔ صحیح یہ ہے کہ آپ نے  
 قرآن کا احرام باندھا تھا۔ بعد اسکے تلبیہ کی اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ پھر  
 جب وہ اٹھی تو آپ نے دوبارہ تلبیہ کی۔ اور بعد اسکے جب اونچے مقام پر  
 چڑھنے کا اتفاق ہوا۔ تو پھر آپ نے تلبیہ کی اور کبھی آپ فرماتے تھے  
 لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ کبھی صرف اس قدر کہتے تھے کہ لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ تلبیہ میں

اپنے یہ عبارت پڑھی لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدُ  
 وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ شَرِيكَ لَكَ تلبیہ اپنے باواز بلند کی اور تمام  
 صحابہ کو اپنے یہی حکم دیا۔ صحابہ تلبیہ کی عبارت میں تغیر و تبدل کرتے تھے  
 مگر اپنے کسی کو منع نہیں فرمایا۔ احرام کی حالت میں اپنے اپنے سر کے بالوں  
 کو خطمی لگا کر چپکا لیا تھا تاکہ ٹوٹنے سے اور جوڑوں وغیرہ سے حفاظت ہے  
 جب آپ مقام روح میں پہنچے ایک زخمی گورخر کو دیکھا۔ صحابہ کو اپنے منع  
 کر دیا کہ اسکو نہ چھیڑنا۔ اتنے میں اسکا شکار کر نہوا الا آگیا۔ اور اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ  
 یہ شکار میں نے آپکو دیدیا۔ آپ جو چاہیں کریں حضرت ابو بکر صدیق سے فرمایا  
 کہ اُسکو اگر صحابہ میں تقسیم کر دو۔ پھر مقام اثاثہ میں ایک بہرن کو دیکھا کہ ایک  
 درخت کے نیچے سو رہا تھا اور وہ زخمی تھا۔ اپنے ایک شخص کو متعین کر دیا  
 تاکہ کوئی محرم اسکو چھیڑنے نہ پائے۔ پھر جب آپ مقام عراج میں پہنچے تو حضرت ابو بکر  
 صدیق نے اپنے غلام کو مارا۔ اُس نے ایک اونٹ جس پر آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا بھی اسباب تھا کھو دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حال کو دیکھ  
 کر مسکرائے اور فرمایا کہ أَنْظِرُنِي إِلَى هَذَا الْمُحْرَمِ مَا يَصْنَعُ اس محرم  
 کو دیکھو کہ کیا کر رہا ہے۔ اسکے سوا اپنے کچھ نہیں فرمایا کہ تمہارا حج فاسد ہو گیا  
 کہ تمکو فدیہ ادا کرنا پڑیگا۔ جب مقام ابوا میں پہنچے تو صعب بن جشمہ نے  
 ایک گورخر ہدیہ پیش کیا۔ اور اپنے نہیں لیا۔ اور فرمایا کہ ہم محرم ہیں۔

جب آپ وادی عسفان میں پہنچے فرمایا کہ میں موسیٰ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جا رہے ہیں۔ اور انگلیاں اپنے کان میں ڈیٹے ہوئے بہت آواز بلند سے تلبیہ کہہ رہے ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہوؤ اور صالح بھی اس وادی سے گزرا کرتے تھے۔ جب آپ مقام سرف میں پہنچے تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عذر زنا نہ پیش آگیا۔ وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا تم کیوں روتی ہو۔ یہ تو ایک تقدیری بات ہے۔ اس میں تمہارا کیا اختیار ہے۔ کوئی حرج نہیں۔ سوا طواف کے تم تمام اعمال کے حج ادا کرو۔ عائشہ صدیقہ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ لہذا آپ نے فرمایا کہ تم عمرہ چھوڑ دو اور غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ بعد اسکے جب وہ پاک ہوئیں اور وقوف کر چکی تھیں تو طواف اور سعی کی۔ آپ نے فرمایا کہ اب تم حج سے باہر ہو گئیں۔ بعد اسکے عمرہ کی قضا کیلئے آپ نے انکے بھائی عبد الرحمن سے فرمایا کہ تم انکو تنعیم تک لیجاؤ۔ اور وہاں سے عمرہ کا احرام بندھو کر لے آؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور انہوں نے عمرہ کی قضا کر لی۔

اسی مقام سرف میں آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ جسکے ہمراہ ہدی نہ ہو۔ وہ چاہے تو اپنے احرام کو عمرہ سے بدل دے۔ ہاں جسکے پاس ہدی ہو وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ پھر مکہ پہنچے تو یہ حکم قطعاً طور پر دیدیا۔ اور فرمایا کہ اگر میں ہدی نہ لایا ہوتا۔ تو میں بھی ایسا ہی کرتا۔

جب مکہ مکرمہ قریب آگیا تو آپ نے مقام ذی طوی میں نزول فرمایا اور  
یکشنبہ کے دن ذیحجہ کی پانچویں تاریخ صبح کی نماز پڑھ کر آپ نے غسل فرمایا  
اور طلوع آفتاب کے کچھ دیر بعد حجوں کے راستہ سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے  
جب آپ باب السلام میں پہنچے اور کعبہ شریف پر آپ کی نظر مبارک پڑی تو آپ نے  
یہ دعا پڑھنی شروع کی اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هَذَا الشَّرِيفًا وَتَعْظِيْمًا  
وَ تَكْرِيْمًا وَ مَهَابَةً بعد اسکے آپ کعبہ کی طرف سیدھے روانہ  
ہوئے۔ تحیۃ المسجد نہیں پڑھی۔ حجر اسود کے مقابل پہنچ کر استلام کیا۔ اور  
طواف میں مشغول ہو گئے۔ کعبہ کو اپنی بائیں جانب کی طرف چھوڑا اور اپنے دائیں  
ہاتھ کی طرف سے طواف شروع کیا۔ طواف کے اندر کسی خاص مقام کی کوئی مخصوص  
دعا آپ سے منقول نہیں مگر ہاں کن یمانی اور حجر اسود کے درمیان میں آپ نے  
یہ دعا پڑھی۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً  
وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا  
طواف میں آپ نے سات شوط کئے۔ پہلے تین شوطوں میں رمل فرمایا۔ اور  
اخیر کی شوطوں میں رمل نہیں کیا۔ اس طواف میں آپ نے اپنی چادر بصورت  
اضطرباغ اوڑھی تھی۔ ہر شوط میں جب حجر اسود کی محاذات پر پہنچے تو ایک  
لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے اُس کا  
بوسہ دیتے اور رکن یمانی کی محاذات پر جب پہنچتے تو اُس کی طرف

اشارہ کرتے مگر اسکو بوسہ نہ دیتے۔ حجر اسود کے مقابل جب پہنچتے تو اللہ اکبر  
 کہتے۔ جب طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم میں آئے اور یہ آیت پڑھی  
 وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلِّاً اور دو رکعت نماز طواف پڑھی  
 پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل یا ایہا الکافرون! اور دوسری رکعت میں سورہ  
 فاتحہ اور قل ہو اللہ پڑھی۔ نماز طواف سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کی طرف  
 تشریف لائے اور اسکا استلام کیا۔ بعد اسکے بیچ کے دروازہ سے کوہ صفا  
 کی طرف تشریف لے گئے۔ صفا کے قریب پہنچ کر یہ آیت پڑھی۔ رَانَ  
 الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَحَابِ إِبْرَاهِيمَ اور فرمایا کہ جس کو اللہ نے پہلے ذکر  
 فرمایا ہے اسی سے ہم طواف کی ابتدا کریں گے۔ پھر آپ صفا پر چڑھ گئے اور  
 کعبہ مکرمہ کے مقابل کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھی۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ  
 لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا  
 إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ صِدْقٌ وَعَدَاهُ وَنَصْرَ عَبْدِهِ وَهَزَمَ الْأَخْرَابَ  
 وَحْدَهُ اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَخْضِرَاتِكَ وَ  
 الْعَيْمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ لَائِمٍ لَا تَدْعُنِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ  
 وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَحْتَهُ وَلَا كَرْبًا إِلَّا كَشَفْتَهُ وَلَا حَاجَةً إِلَّا أَقْضَيْتَهَا  
 پھر صفا سے اتر کر مروہ پر آئے۔ اثنائے سعی میں چونکہ لوگوں کا ہجوم زیادہ  
 ہو گیا تھا۔ اس لئے اونٹنی پر سوار ہو کر آپ نے سعی کو پورا کیا۔ ابتدا





دوسرے دن نوین تاریخ کو جب آفتاب نکل آیا آپ عرفات کی طرف متوجہ ہوئے کوئی صحابہ تکبیر کہتے تھے۔ کوئی تلبیہ آپ نے کسی پر انکار نہیں فرمایا۔ جب آپ مقام نمرہ میں پہنچے تو وہاں نزول آپ کے حکم سے اونی خیمہ آپ کے لئے پہلے سے نصب کر دیا تھا۔ زوال آفتاب کے بعد آپ نے اونٹنی پر سوار ہو کر نہایت بلیغ اور مؤثر خطبہ پڑھا۔ تمام اسلام کے اصول اس میں تعلیم فرمائے۔ اور تمام کفر و شرک کی باتوں کی جڑ کاٹ دی۔ رسوم کو بال ہٹا دیا۔ اور جو باتیں تمام مذاہب میں ممنوع ہیں انکا ذکر فرمایا۔ جاہلیت کے زمانہ کے خونوں اور سودوں کو معاف کر دیا اور مردوں کو عورتوں سے خوش خلقی اور ملاحظت کرنیکی تاکید فرمائی اور زوجین کے باہمی حقوق یاد دلائے اور لوگوں کو کتاب خدا پر عمل کرنیکا حکم دیا اور فرمایا کہ جو کوئی کتاب خدا پر عمل کریگا۔ وہ گمراہ نہ ہوگا۔ پھر صحابہ سے پوچھا کہ تم لوگ میرے حق میں کیا کہتے ہو۔ سب نے یکزباں ہو کر عرض کیا کہ ہم سب گواہ ہیں کہ آپ نے خدا کے احکام پہنچا دئے اور امت کی خیر خواہی جیسی کہ چاہیئے تھی۔ کی اور تمام حقوق رسالت کو آپ نے ادا فرمایا۔ یہ سن کر آپ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی۔ اور اس کو گھمایا اور فرمایا اللہم اشہد اللہم اشہد اللہم اشہد پھر فرمایا کہ جو لوگ اس مجمع میں ہیں۔ وہ غائبین کو یہ تمام احکام پہنچا دیں۔ اسکے بعد آپ نے ظہر کی نماز پڑھی۔ ظہر اور عصر

دونوں کی نمازیں ایک ساتھ پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ سوار ہو گئے اور عرفات آئے۔ وہاں دامن کوہ کے پاس قبلہ رو کھڑے ہو کر سواری پر اپنے وقوف فرمایا۔ اور نہایت الحاح اور زاری کے ساتھ بہت درود الہی میں حضرت تعالیٰ سے دعا مانگنا شروع کی۔ جب دعا مانگ چکے تو فرمایا کہ عرفات میں کھڑا ہونا کچھ خاص اسی مقام پر ضروری نہیں بلکہ تمام جنگل عرفات کا موقف ہے۔ جہاں چاہو عرفات میں کھڑے ہو۔ عرفات میں یہ آیت نازل ہوئی اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا۔ ترجمہ (اے مسلمانو!) آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔ یہ آیت اگرچہ تمام اہل اسلام کیلئے نہایت مسرت اور فرحت کا باعث ہے لیکن صحابہ میں جو لوگ تیز نظر اور دقیقہ رس تھے وہ اس آیت کے سنتے ہی نہایت شکستہ دل اور محزون ہو گئے۔ کہ اب زمانہ فراق قریب ہے۔ کیونکہ آپ کا دنیا میں آنا محض تعلیم دین اور تلقین کے لئے تھا۔ جب وہ کام پورا ہو گیا تو آپ کا قیام دنیا کس لئے ہوگا۔ پھر اسکے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے دین کے مسائل مجھ سے یاد کر لو۔ آئندہ سال شائد مجھے پاؤ بیاندہ پاؤ۔ اسی دن عرفات میں ایک صحابی اونٹ کے اوپر سے گر پڑے اور انکی وفات ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ انکو غسل دیکر احرام کے لباس میں دفن

کردو اور خوشنوز لگاؤ اور سر اور چہرہ کو نہ بند کرو۔ اور فرمایا کہ قیامت کے دن وہ لبیک کہتے ہوئے میدان حشر میں آئیں گے۔

جب آفتاب غروب ہو گیا تو آپ نے اسامہ بن زید کو اپنے ہمراہ سوار کر لیا اور مزدلفہ کی طرف چلے۔ اُس وقت لوگوں کا ہجوم تو تھا ہی سہی تیز رفتاری سے تیز رفتاری سے چلے۔ اور آپ کے اوپر گرنے لگے۔ تو آپ نے انکو منع فرمایا کہ جلدی کرنے میں کوئی فائدہ اور کچھ نواب نہیں بغرض نہایت سکون و وقار کے ساتھ وہاں سے آپ روانہ ہوئے جب راہ کشادہ اور میدان وسیع بلجاتا تو اونٹنی کو کچھ تیز بھی کر دیتے تھے جس راستہ میں آئے تھے۔ اُس راستہ سے نہیں لوٹے بلکہ دوسرے راستے سے یہی عادت آپ ہی عید گاہ جانے میں بھی تھی کہ جس راستہ سے تشریف لیجائے اُس راستہ سے لوٹتے نہ تھے۔ اثنائے راہ میں ایک مقام پر اتر کر خفیف وضو فرمایا۔ اسامہ نے فرمایا کیا مغرب کی نماز نہ پڑھئے گا؟ آپ نے فرمایا کہ مغرب کی نماز آگے چل کر مزدلفہ میں پڑھینگے پھر مزدلفہ پہنچ کر آپ نے پورا وضو کیا اور اذان پڑھی گئی اور اسبابِ غیرہ اتارا۔ اور عشا کی نماز پڑھی مغرب اور عشاء کے فرض کے درمیان میں اور کوئی نفل نماز آپ نے نہیں پڑھی پھر رات بھر آپ مزدلفہ میں رہے اور شب بیداری نہیں کی۔ عورتوں اور بچوں کو صبح ہونے سے پہلے آپ نے رخصت کر دیا کہ منے چلے جائیں۔ عبداللہ بن عباسؓ کو انکے ہمراہ کر دیا۔ اور یہ فرما دیا کہ آفتاب نکلنے سے پہلے رمی نہ کریں پھر

فجر کا وقت آتے ہی بہت اول وقت اپنے فجر کی نماز پڑھ لی اور سوار ہو کر  
 مشعر حرام میں آئے اور وہاں قوف فرمایا۔ اور قبلہ رو ہو کر امت کے لئے  
 نہایت تضرع و زاری کے ساتھ دعا مانگتے رہے۔ یہاں تک کہ جب طلوع آفتاب  
 کا وقت قریب آگیا تو آپ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور فضل بن عباسؓ  
 کو اپنے ہمراہ سوار کیا۔ اور آپ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ  
 راستہ سے کنکریاں رے کیلئے چن کر حضور کے ہاتھ میں دیں۔ آپ نے کف مبارک  
 میں انکو لیکر غبار وغیرہ سے صاف کیا اور فرماتے رہے کہ اس قسم کی کنکریوں سے  
 رمی کرنی چاہیے۔ اور اے لوگو دین میں زیادتی نہ کرو۔ اگلے لوگ اسی سے برباد  
 ہوئے۔ اسی راہ میں ایک عورت ملی۔ اور اُس نے آپ سے پوچھا کہ میرا باپ بہت  
 بوڑھا ہے اونٹ پر نہیں بیٹھ سکتا۔ کیا میں اُسکی طرف سے حج کر سکتی ہوں۔  
 آپ نے فرمایا ہاں۔ فضل بن عباس اس عورت کی طرف دیکھنے لگے۔ تو آپ نے  
 اُنکی آنکھیں بند کر دیں۔ اور اُنکی گردن پھردی۔ پھر ایک بڑھیا ملی۔ اور  
 اُس نے کہا کہ میری والدہ بہت کمزور ہے اور بہت بوڑھی ہے۔ کیا میں  
 اُسکی طرف سے حج کر سکتی ہوں آپ نے فرمایا کہ ہاں پھر جب آپ وادعی محشر  
 میں پہنچے تو وہاں سے اونٹنی کو بہت تیز دوڑایا۔ اور بہت عجلت کے ساتھ  
 وہاں سے نکل آئے اور فرمایا کہ یہاں دشمنانِ خدا پر عذاب ہوا تھا یعنی اس  
 مقام پر اصحابِ فیل کو عذاب ہوا تھا جو کعبہ مکرمہ گرائیکے لئے آئے تھے،

پھر جب آپ حجۃ العقبہ کے محاذی پہنچے تو کھڑے ہو گئے کعبہ پر  
 اس وقت آپ کے بائیں ہاتھ کی طرف تھا۔ اور منیٰ دانے ہاتھ کی طرف اور سواری  
 پر سے آپ نے سات کنکریاں ایک ایک کر کے حجۃ العقبہ پر ماریں۔ رمی کرتے  
 وقت بلال اور اسامہ بن زید حاضر رکاب تھے۔ ایک تو اونٹ کی مہار پکڑے  
 ہوئے تھے۔ اور دوسرے آپ کے اوپر سایہ کئے ہوئے تھے۔ رمی کے بعد آپ نے  
 تلبیہ موقوف کر دیا اور اسکے بعد اپنی فرود گاہ پر چو مسجد خیف کے قریب تھی تشریف  
 لے گئے اور وہاں ایک نہایت بلیغ اور نہایت موثر اور دروانگیز خطبہ پڑھا اور  
 ایسی آواز سے پڑھا کہ تمام حاضرین نے اسکو سنا۔ اس بات کو بھی علمائے  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ قوت بشری سے یہ  
 بات باہر ہے کہ اتنے کثیر مجمع کیلئے ایک شخص کی آواز کفایت کر جائے اس خطبہ  
 میں آپ نے ماہ حرام کی فضیلت اور ذبحہ کی دسویں تاریخ کی بزرگی سنائی۔ اور  
 ان مہینوں میں جدال و قتال کی ممانعت کی اور فرمایا کہ حج کے مناسک سیکھ لو  
 شاید اب میں دوبارہ حج نہ کرونگا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ میرے بعد جو تمہارا سردار ہو  
 اسکی اطاعت کرنا بشرطیکہ وہ کتاب اللہ پر عمل کرے۔ اور فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ  
 بنجانا اور باہم خونریزی نہ کرتا۔ فساد نہ کرتا۔ بعد اسکے لوگوں سے آپ نے نصیحتی کے  
 کلمات کہے اور اپنے فراق کی تلخ خبر باشارت واضحہ سب کو سنائی اور حکم دیا  
 کہ جو احکام تم لوگوں نے مجھ سے سنے ہیں وہ ان لوگوں کو پہنچا دینا جنہوں نے

نہیں سنے خطبہ پڑھ کر آپ قربانی کے مقام پر آئے اور وہاں تریسٹھ اونٹ  
 آپ نے اپنے ہاتھ سے قربانی کئے۔ اس خاص عدو کے اختیار کرنے میں بھی اپنی عمر کے  
 ختم ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ آپ نے تریسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ تو  
 گویا عمر کے ہر سال کے عوض میں ایک اونٹ قربانی فرمایا۔ اور پھر حضرت علیؓ  
 کو حکم دیا کہ سینتیس اونٹ تم قربان کر دو۔ تاکہ سٹوپوکے ہو جائیں۔ اونٹوں  
 کی کیفیت تھی کہ پانچ پانچ چھ چھ اونٹ قربانی کیلئے آپ کے قریب آتے جاتے  
 تھے۔ ایک اونٹ دوسرے اونٹ پر گرا پڑتا تھا۔ اور ہر اونٹ پہی چاہتا تھا کہ  
 پہلے میں مشرف کیا جاؤں پھر آپ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اونٹوں کی کھالیں اور  
 انکی جھولیں کھینچ کر تقسیم کر دیں اور گوشت بنا نیو ایکی اجرت آپ نے علیؓ سے  
 دلوائی۔ جب قربانی سے آپ فارغ ہو گئے تو لوگوں سے یہ بھی فرما دیا کہ  
 یہ نہ خیال کرنا کہ جس جگہ میں نے قربانی کی ہے۔ وہاں کے سوا اور کہیں  
 قربانی جائز نہیں۔ بلکہ تمام منی میں قربانی کرنا درست ہے۔  
 پھر آپ نے سرمنڈوانیکے واسطے حکم دیا حضرت معمر بن عبد اللہؓ آئے اور  
 استرہ لیکر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے معمر دیکھو اس وقت رسول اللہؐ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں اپنے سر پر قبضہ دیا ہے اور تمہارے ہاتھ میں استرہ ہے  
 مقصود یہ تھا کہ اس نعمت کی قدر دانی کرو اور خدا کا شکر سجالاؤ۔ انہوں نے  
 عرض کیا کہ ہاں یہ اللہ کا فضل و احسان ہے آپ نے فرمایا بیشک پھر آپ نے حکم دیا

کہ پہلے داہنی جانب کے بال موٹے و داہنی جانب کے بال تو سب آپ نے حضرت  
 ابو طلحہ کو دیدیئے اور بائیں جانب کے بالوں کی نسبت فرمایا کہ لوگوں کو تقسیم کر دو۔  
 تمام لوگوں کو ایک ایک بال یا دو دو بال پہنچے۔ بالوں کی تقسیم میں بھی اس امر کی  
 طرف اشارہ تھا کہ اب جدائی کا زمانہ قریب ہے اور وہ وقت اب کچھ دنوں کے  
 بعد آئیوا ہے کہ جو آنکھیں ہمیشہ اس خیال بہ مثال سے منور رہتی تھیں۔ اپنے  
 محبوب کے دیدار کو ترس جائیں گی اور لوگ اس بات کی تمنا کرنے لگیں کہ کاش حضرت  
 کی کوئی نشانی ہوتی۔ اسی کو دیکھ کے ہم اپنے دل کو سمجھاتے اسی وجہ سے حضرت  
 نے اپنے موعئے مبارک لوگوں کو تقسیم فرمائے تاکہ آئندہ ان عاشقان بیدل  
 کی تسکین و طمانیت کا سبب اور رحمت و برکت کا باعث ہو۔ بعد اسکے آپ نے  
 ناخون کو بھی ترشوا یا اور ان کو بھی لوگوں میں تقسیم فرمایا۔  
 اب بھی بعض صاحب نصیب لوگوں کے پاس آپ کے موعئے مبارک موجود  
 ہیں اور ان میں سے بعض بعض کی نسبت تو یقین ہو سکتا ہے کہ وہ بیشک وہی  
 موعئے اقدس ہیں جو کسی وقت حضرت کے جسم النور سے تعلق رکھتے تھے۔ اس  
 امر کا یقین حاصل کرنے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے۔ اول یہ کہ سند  
 ان بالوں کی بواسطہ ثقات کسی صحابی تک پہنچی ہوئی ہو اور اسکے راویوں  
 میں تمام وہ شرطیں موجود ہیں جو ایک صحیح حدیث کے راویوں میں ہونی چاہئیں  
 دوسرے یہ کہ کوئی صاحب دِل اپنے وجدان سے ان بالوں کے انوار و تجلیات





مجموع صفات سے تعلق رکھتی ہیں مثل موعے مبارک اور نقش نعلین اور  
نقش قدم شریف کے۔

وہ مسلمان کیسے خوش نصیب ہیں جنکے بابرکت گھران موعے مبارک  
سے آباد ہیں وہ آنکھیں کس درجہ تعظیم کے قابل ہیں جنہوں نے ان مقدس  
بالوں کی زیارت کی ہے اگلے زمانے میں دستور تھا کہ ان موعے مبارک کے  
ذریعہ سے اکثر بیمار ونکی دوا کیجاتی تھی۔ اور انکو شفا ہوتی تھی۔ وہ لوگ ان  
موعے مبارک کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ بخاری میں ہے  
کہ ابن سیرین سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبیدہ سے حضرت عبیدہ  
جناب سالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مسلمان ہو چکے تھے لیکن ملاقات  
کی نوبت نہیں آئی، کہا کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موعے مبارک ہے  
ہم نے اسے حضرت انس کے پاس سے پایا ہے تو انہوں نے نہایت حسرت  
سے کہا کہ بیشک اگر میرے پاس حضرت کا موعے مبارک ہوتا تو مجھے دنیا  
سے اور تمام ان چیزوں سے جو دنیا میں ہیں زیادہ محبوب ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیوں کا جو ذکر آیا تو ایک اور عجیب اور  
مقدس نشانی جو زمانہ حال میں دستیاب ہوئی ہے اسکا ذکر کئے بغیر جی  
نہیں مانتا سلطان عبدالحمید خان خلیفہ ترکی کے عہد میں بعض عیسائی سیاحوں کو  
کسی سرزمین میں دو خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستیاب ہوئے بہرن

کی جھلی پر لکھی ہوئی عبارت ان خطوں کی روایت کردہ صحیح بخاری سے  
 بالکل مطابق ہے۔ ان سیاحوں نے ان خطوط مقدسہ کو خلیفہ کے یہاں نہ  
 کیا اور خلیفہ نے ان کو تبرکات کے خزانہ میں رکھ لیا اور پیش بہا وصلہ ان  
 سیاحوں کو عنایت کیا۔ ان خطوط مقدسہ کے نوٹواکثر بلاد اسلامیہ میں  
 باجارت سلطانی بھیجے گئے۔ منجملہ ان کے میرے احباب کے پاس بھی ان کے  
 نوٹوائے اور خدا کا شکر ہے کہ میں انکی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔  
 الغرض بالوکی تقسیم کے بعد زوال سے پہلے آپ مکہ تشریف لائے اور طواف  
 وداع کیا۔ طواف کے بعد اپنے آب زمزم کھڑے ہو کر پیا۔ یہ طواف  
 اپنے سوار ہو کر کیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ہجوم بہت زیادہ ہو گیا تھا اور یہ  
 بھی مقصود تھا کہ تمام حاضرین آپکے طواف کو دیکھیں اور آپکے جمال  
 جہاں آراء سے اپنی آنکھیں روشن کریں۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ  
 آپکے پاؤں میں کچھ چوٹ آگئی تھی۔ پھر اپنے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھ  
 کر منیٰ کی طرف مراجعت فرمائی اور رات کو وہیں رہے۔ دوسرے دن  
 نماز ظہر سے پہلے زوال کے بعد پاپیادہ تینوں جمروں کی رمی فرمائی۔ پہلے  
 اسکی جو مسجد خیف کے قریب ہے اور اسکے رمی کے بعد تھوڑی دُور آگے  
 بڑھ کر اپنے کھڑے ہو کر اتنی دیر تک دعا فرمائی کہ جتنی دیر کوئی سورہ  
 بقرہ پڑھے پھر اسکے بعد والے جمرہ کی رمی کی اور اسکی رمی کے بعد بھی دابھنے

ہاتھ کی طرف ہٹ کر اتنی ہی دیر تک آپ نے دعا کی پھر حجرۃ العقبہ کی رمی  
کی اور اُسکی رمی کے بعد آپ نے دعا کی اور نہ وہاں توقف فرمایا۔

منیٰ میں آپ نے پورے دو روز قیام یعنی گیارہ راتیں اور بارہویں تاریخ  
کو اور ہر روز اسی طرح رمی کی اور تیسرے تاریخ کو نماز ظہر کے بعد رمی کر کے آپ  
مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں آپ محصب میں اترے اور ظہر  
عصر مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھیں بعد اسکے آپ تھوڑی دیر کیلئے  
سورہے۔ پھر آپ بیدار ہوئے اور کوچ کیا۔ مکہ میں آ کر رات ہی کو طواف  
وداع کیا۔ اس طواف میں مل نہیں کیا۔ عائشہ صدیقہ نے اپنے چھوٹے  
ہوئے عمرے کی قصدا بھی اسی شب میں کی رات ختم نہ ہوئی تھی کہ عمرے  
سے فراغت ہو گئی۔ پس آپ نے کوچ کا اعلان کیا۔ اور مدینہ منورہ کی طرف  
روانہ ہو گئے۔ صبح کی نماز کعبہ مکرمہ کے سامنے پڑھ کر چلے تھے۔ پھر جب آپ  
مقام غدیر خم میں پہنچے تو وہاں آپ نے کچھ دیر قیام فرمایا۔ چونکہ آپ نے اس  
سال اپنی امت کیلئے اُسندہ اور موجودہ اصلاح کے تمام مدارج گردائے  
تھے اور جن جن مفاسد کا آگے چل کر آپ کو اندیشہ تھا۔ انکا سد باب  
کر دیا تھا۔ آپ کو اپنی امت میں دو باتوں کا زیادہ اندیشہ تھا۔ ایک تو  
باہمی خونریزی کا دوسری باہمی رنجش کا چٹا پنچہ آپ نے ان دو باتوں کے  
متعلق حج کے خطبوں میں بہت بلیغ اور موثر نصیحت فرمائی اور اپنے

خلفا کی اطاعت کا بھی حکم دیا۔ آپ کو یہ بھی بذریعہ وحی معلوم ہوا تھا کہ  
 حضرت علیؑ سے کچھ لوگ بغض و عداوت رکھیں گے اور انکو نہایت  
 مظلومانہ حالت میں شہید کرینگے اور انکی عداوت کو اپنا جزو ایمان  
 بناینگے جیسا کہ احادیث میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ تمہاری وارثی تمہارے خون سے  
 ایک دن رنگین ہوگی۔ یہ بھی فرمایا کہ کچھ لوگ تم سے بغض و عداوت  
 رکھیں گے جس طرح یہودی حضرت عیسیٰ سے بغض رکھتے ہیں چنانچہ ایسا  
 ہی واقع بھی ہوا۔ فرقہ خوارج نے جو کچھ کیا وہ تو الیخ و سیر کی کتابوں میں  
 مذکور ہے۔ المختصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فساد عظیم کی اصلاح  
 کیلئے مقام غدیر خم میں ایک خطبہ پڑھا۔ اس میں اپنے اہلبیت سے محبت  
 رکھنے کا لوگوں کو حکم دیا۔ بعد ازاں حضرت علیؑ کو مثل اپنی محبت کے لازم  
 واجب کر دیا۔ الفاظ اس حدیث کے یہ ہیں۔ أَخَذَ عَلِيٌّ فَقَالَ  
 السَّمْعَةُ تَعْمَلُونَ انِي اَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ قَالُوا بَلَىٰ  
 قَالَ السَّمْعَةُ تَعْمَلُونَ انِي اَوْلَىٰ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ قَالُوا بَلَىٰ فَقَالَ  
 اَللّٰهُمَّ مَنْ كُنْتَ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَاَلْ مَنْ وَاَلَاهُ وَعَادُ مَنْ عَادَهُ  
 فَلَقِيَهُ عَشْرَ رَجَدٍ ذَلِكِ فَقَالَ هُنَيْئًا يَا ابْنَ اَبِي طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَصِيَّتِ  
 مَوْلَىٰ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ (مشکوٰۃ)

ترجمہ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ کیا تم لوگ

نہیں جانتے کہ میں مومنوں کا آنکلی جان سے بھی زیادہ دوست ہوں۔

سب لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں ہم جانتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ کیا تم

نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کا آنکلی جان سے زیادہ دوست ہوں سب

لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں ہم جانتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے اللہ میں

جس کا مولے (یعنی محبوب) ہوں علی بھی اسکے مولے یعنی محبوب ہیں۔ اے

اللہ تو اس شخص سے محبت کر جو علی سے محبت کرے اور اس شخص سے

عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھے۔

بعد اسکے حضرت علی سے ملے اور ان سے کہا کہ مبارک ہو اے

ابن ابی طالب تم ہمیشہ کیلئے ہر مومن و مومنہ کے مولے (یعنی محبوب) ہو گئے

اسی طرح اور بھی بعض اصحاب نے حضرت علی کو اس فضیلت کی مبارکباد دی

حضرت علی کے فضائل کا خطبہ پڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سح اپنے اصحاب کے وہاں سے روانہ ہو گئے جب مدینہ قریب آ گیا تو آپ نے

تکبیر کی اور فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ

وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اَبْنُون تَابُون عَابِدُون

سَاجِدُونَ رَبَّنَا حَامِدُونَ صَادِقُ اللَّهِ وَعْدُهُ انصر عبد و هم لم لا خفر

وحدہ بعد اسکے آپ نہایت خیر و خوبی کے ساتھ مدینہ منورہ میں

داخل ہوئے۔ اور اُس شہر مقدس کو اپنے جمال جہاں آراء سے منور  
فرمایا۔ (زہے مکان وزہے مکین)۔

## وُفُودِ کَا حَاضِر ہونا

۹۔ ہجری المقدس میں جا بجا سے اسلام کا پیام لانے اور  
احکام اسلام سیکھنے کی غرض سے وفود کا آنا شروع ہوا۔ اس لئے  
اس سال کو سنتہ الوفود کہا جاتا ہے۔  
یہ لوگ آتے ہی مسلمان ہو کر بقدر ضرورت مذہبی تعلیم حاصل کرتے  
فیضان نبوت سے جس کا ایک لمحہ بھی انکو ولی کامل بنانیکے لئے  
کافی تھا۔ مستفید ہوتے اور رخصت ہو کر اپنی قوم میں احکام شرعیہ  
کو رواج دیتے تھے۔ چنانچہ غزوہ بتوک کی واپسی پر تو وفود کی آمد کا تار  
بندھ گیا۔ اور بقیہ رمضان و شوال ذیقعدہ میں آپکو جہاں نوازی سے  
فرصت ہی نہ ملی۔ اس جگہ صرف وفود کی مختصر فرست لکھی جاتی ہے۔  
تفصیل بخوف طوالت لکھنے سے معذور ہیں۔

## مختصر فرستِ وفود

(۱)۔ سب سے پہلے بنی ثقیف کا وفد آیا۔ جنکا ذکر طائف میں ہو چکا ہے

- وہ لوگ خود حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے +
- (۲) - وفد بنی تمیم جنکا ذکر غزوہ طائف کے بعد گذرا کہ اقرع بن حابس وغیرہ نے حاضر ہو کر تنظیم و نشر میں مباحثہ کیا۔
- (۳) - وفد طے جن کا ذکر غزوہ تبوک سے پہلے ہوا ہے کہ عدی بن حاتم نے حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔
- (۴) - وفد عبدالقیس۔ انہی میں شیخ عبدالقیس تھے۔ جنکا ذکر احادیث میں آتا ہے۔ اور نیز جاور بن علائہ تھے۔ جنہوں نے نصرانیت سے توبہ کر کے اسلام اختیار کیا۔
- (۵) - وفد بنی حنیفہ جن میں مسلمہ کذاب بھی آیا تھا۔ جو وطن پہنچ کر مرتد ہو گیا۔ خلافت صدیقی میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے قتل ہوا +
- (۶) - دوسرا وفد طے جن میں حضرت زید خیل رضی اللہ عنہ آئے تھے۔
- (۷) - وفد کندہ جن میں اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔
- (۸) - وفد اشعر بھی تھا۔ اور اہل مین بھی جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان بھی یمانی اور حکمت بھی یمانیہ ہے
- (۹) - وفد ازوجن میں حضرت مرد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔
- (۱۰) - وفد بن الحارث بن کعب یہ لوگ حضرتؐ کے ہمراہ آئے تھے۔



- (۱) - وفد ہمدان - یہ لوگ شرایع اسلام سیکھ کر مین کو واپس ہوئے۔
- (۱۲) - وفد مزینہ اس قبیلہ کے چار سو نفر حاضر خدمت ہوئے تھے۔
- (۱۳) - وفد دوس یہ لوگ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔
- (۱۴) - وفد نجران - مہابہ کا ابتدا انہی لوگوں سے ہوا تھا۔ انہوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا۔ مگر مطیع اور باجگذار ہو گئے۔
- ۱۵ - وفد بنی سعد بن بکر یہ آنے والے ضمام بن ثعلبہ تھے۔ جنہوں نے مشرف باسلام ہو کر قوم میں پہنچ کر نہایت مستعدی سے اسلام کی تبلیغ کی۔ اور تمام قبیلہ نور اسلام سے منور ہو گیا۔
- (۱۶) - طارق بن عبد اللہ مع اپنی قوم کے آئے تھے اور مشرف باسلام ہو کر واپس چلے گئے۔
- (۱۷) - وفد نجیب تیرہ نفر آئے تھے۔ جنہوں نے چند یوم رہ کر شرایع اسلام سیکھنے اور صحبت نبویہ سے مستفیض ہو کر رخصت ہوئے۔
- (۱۸) - وفد بنی سعد یعنی قبیلہ قضاہ کا خاندان ہذیم اپنی قوم کے چند نفروں کو ساتھ لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ مشرف باسلام ہو کر واپس ہو گئے۔
- (۱۹) - وفد بنی فزارہ حارثہ بن حصین وغیرہ بارہ تیرہ نفر مسلمان ہو کر حاضر

خدمت ہوئے۔ اور دعاء کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے منبر پر  
کھڑے ہو کر ان کے لئے دعائے خیر مانگی۔

(۲۰)۔ وفد بنی اسد۔ البصہ بن معبد وغیرہ دس نفر حاضر خدمت ہوئے  
اور بغیر حیل و حجت کے اسلام لائے۔

(۲۱)۔ وفد بہراء تیرہ نفرین کی طرف سے اپنی قوم کے وکیل بن کر آئے  
اور مسلمان ہو گئے۔ چند یوم ٹھہر کر ضروریات اسلام سیکھنے کے بعد  
واپس وطن ہوئے۔

(۲۲)۔ وفد عذرہ بارہ نفر تھے۔ ۹ سنیہ میں آئے تھے۔ جن میں حمزہ بن  
نعمان بھی تھے۔ جو مشرف باسلام ہو کر واپس وطن ہوئے۔

(۲۳)۔ وفد بلی ۹ سنیہ ہجری المقدس کو سردار ابو خبیب کے ہمراہ  
مدینہ میں آئے۔ اسلام لاکر رخصت ہوئے۔

(۲۴)۔ وفد ذی مرہ۔ تیرہ نفر تھے۔ جنکے سردار حارث بن عوف تھے۔

حضرت کی خدمت میں مشرف باسلام ہوئے حضور علیہ السلام

نے انکے وطن کے شہروں کا حال دریافت فرمایا تو انہوں نے

خشکسالی اور تنگی بارش کی شکایت کی حضور علیہ السلام نے انکے

لئے دعاء بارش فرمائی۔ اسی دن ہاں بارش ہو گئی اور قحط سالی

دور ہو گئی۔ چنانچہ اُس ملک کے آبیوالوں نے تصدیق کی (خصائص الکریم)

(۲۵) - وفد خولان دس نفراتہ کو حاضر خدمت ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو فراتض اسلام سکھلا کر رخصت کیا۔  
(۲۶) - وفد محارب دس نفر حجۃ الوداع میں حاضر ہوئے مشرف باسلام ہو کر رخصت ہوئے۔

(۲۷) - وفد صدائہ ہجری المقدس میں پندرہ نفر آئے جنہوں نے حضرت سے بیعت کی اور واپس ہو کر اپنی قوم میں اسلام کو پھیلایا۔  
(۲۸) - وفد غسان تین نفر رمضان سنہ ہجری المقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ اور واپس ہو کر اپنی قوم میں تبلیغ کی۔

(۲۹) - وفد سلیمان سات آدمی شوال سنہ ہجری المقدس میں حاضر ہوئے۔ جن میں حضرت خبیب بن عمر تھے سب اسلام لاکر بائبل مرام واپس ہوئے۔  
(۳۰) - وفد بن عبس۔ آپ نے ان حضرت سے خالد بن سنان رضی اللہ عنہ کی اولاد کو پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ ایک لڑکی تھی۔ اسکی نسل منقطع ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ خالد نبی تھا جسکو اسکی قوم نے ہاتھوں سے کھویا۔

(۳۱) - دوسرا وفد ازود۔ یہ سات نفر تھے۔ جن میں سوید بن جارش رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو پند و نصائح کر کے رخصت کیا۔

(۱۳۲)۔ وفد بنی منتفق لقیط بن عامر اپنے رفیق نہیک بن عاصم کو لیکر حاضر خدمت ہوئے۔ فراتھن اسلام کی پابندی پر انکو بیعت فرما کر اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔

(۱۳۳)۔ وفد نخع۔ یہ سب میں آخری وفد ہے جو نصف محرم ۱۰ ہجرت میں حاضر خدمت ہوا۔ جن میں حضرت زرارہ بن عمرو تھے یہ دوسو نفر تھے۔ جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ اور حضرت کے وصال سے دو ماہ قبل اپنے وطن کو واپس ہوئے اب میں آپ کے وصال کا حال لکھتا ہوں جسکے پڑھنے سے عاشق صادق ماہی بے آب کی طرح تڑپینگے۔

## مرض الموت و وفات

ناتھ محرم اور صفر کے دو مہینہ آپ نے ہدایت ارشاد خلق یعنی تزکیہ و تعلیم صحاب و عبادت خالق میں گزارے۔ یہاں تک کہ آپ پر اس آیت کا نزول ہوا۔ **وَلَا أُخِرُ خَيْرَ لَكَ مِنَ الْأُولَىٰ** کہ درحقیقت اب آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے اور گویا تمام دنیا کو خبر دیدیگی کہ حضرت کی رحلت کا وقت آگیا۔

تکمیل شریعت کی آیت وفات سے اسی روز بیشتر اور سورہ فتح

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ  
 اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَخْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا اور  
 آیت وَالْقَوَايِمُ كَاتِبُونَ فَيَدْرَأُونَ إِلَى اللَّهِ وَمَاتَ سَارِوَزُ بِشَيْءٍ نَازِلٍ بِوَجْهِ تَحْسِينِ  
 اور جبریل علیہ السلام بھی سائہ ہجری المقدس کے رمضان میں عادت  
 کے خلاف آپ کے ساتھ دو دفعہ قرآن شریف کا دور کر چکے تھے۔ یہ سب  
 اس امر کی تفہیمیں تھیں کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم سے  
 رحلت فرما ہونگے۔ ان تفہیمات کے چہار شنبہ (بدھ) کا دن تھا اور ماہ صفر  
 السائہ ہجری المقدس میں ابھی دو دن باقی تھے کہ آپ کو درد سر شروع ہوا  
 اور بخار ہو گیا۔ بخار روز بروز بڑھتا گیا۔ گو موسم سرد تھا لیکن شدت حرارت  
 کے سبب آپ تیرید کیلئے پانی کی مشکیں اپنے سر مبارک پر چھڑکواتے  
 تھے۔ جمعہ کے دن آپ نے برسبر منبر خطبہ پڑھا۔ اور ایک مثل بیان کی کہ  
 اپنے ایک بندے کو خدا تعالیٰ دنیا میں رہنے اور انعامات کو حاصل کرنے  
 میں جو اسکے پاس ہیں۔ اختیار دیا ہے۔ اور اس بندہ خدا نے خدا کے  
 انعامات کو منظور کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو آپ کے  
 کلام کی رموز اور اشاروں کو خوب پہچانتے تھے مطلب پا گئے۔ رونے  
 لگ پڑے اور کہنے لگے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ پر اپنی  
 جانوں اور بیٹوں کو فدا کرتے ہیں۔ پھر آپ نے سب اصحاب کو جمع کیا

اور سب کو مر جبا کہا۔ اور رو رو کر سب کیلئے بہت بہت دعائیں کیں۔ اور فرمایا میں تمکو خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی تاکید کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے بھی تمکو اسکی تاکید کی ہے اور اسی کو تم پر خلیفہ چھوڑتا ہوں۔ اور اسی کی امانت میں رکھتا ہوں۔ میں تمہارے لئے بشیر و نذیر ہوں۔ خدا تعالیٰ کے بندوں اور شہروں پر تعدی کر کے اُس سے سسرکشی نہ کرنا۔ کیونکہ اُس نے مجھے بھی اور تم کو بھی فرمایا ہے۔ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ عُلُوقًا فِي الْأَرْضِ وَلَا فِسَادًا ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

(پارہ ۲۰، آخرت والا گھر یعنی جنت) ہم اُن لوگوں کے لئے مقرر کرتے ہیں۔ جو زمین میں بُرائی اور

فساد نہیں چاہتے۔ اور انجام بخیر متقین ہی کا ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے یہ بھی فرمایا

الَّذِينَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ یعنی کیا تکبروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں۔

غرض روز بروز مرض بڑھتا گیا۔ اور اسی طرح ضعف و ناتوانی

اس حد تک بڑھ گئی کہ آپ مسجد میں جماعت تک کیلئے بھی نہ آسکے

آپکو غشی سی ہو گئی اور سب ازواج مطہرات اور دیگر اہلبیت جمع ہو گئے۔

جب افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا مَرُّوا بِاللَّيْلِ بِالنَّاسِ

یعنی میری طرف سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم کر دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ آپ کا حضرت

ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی حیات میں اپنی جگہ امامت پر کھڑا کرنا

منصب خلافت کے زینے پر کھڑا کرنا تھا۔ خیر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

نے عرض کیا کہ میرے آبا بہت نرم دل ہیں۔ وہ آپ کی جگہ کھڑے ہو کر  
 مائے غم کے نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم کریں  
 کیونکہ وہ بہت دلیر اور قوی حوصلہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے  
 اور اللہ تعالیٰ اس امر میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوائے سب سے  
 انکار کرتا ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بموجب حکم نماز پڑھانے لگے۔  
 اتنے میں آپ کو کچھ سکت معلوم ہوئی۔ آپ کا حجرہ مسجد کی بغل میں تھا۔ چنانچہ  
 مسجد میں تشریف لائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آہٹ پائی  
 پیچھے ہٹنے لگے تو آپ نے پکڑ کر انکو اسی جگہ رہنے دیا۔ اور خود حضرت ابو بکر  
 صدیق رضی اللہ عنہ کے بائیں ہاتھ کھڑے ہوئے۔ پس اس طرح آپ  
 اصل امام تھے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے نائب اور  
 مقتدی تھے اور دیگر لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا  
 کرتے تھے علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اسی طرح سترہ نمازیں پڑھیں +  
 غرض مرض بڑھتا گیا اور روات کے آثار نمودار ہونے لگے پیر کے  
 روز جس دن آپ کی وفات ہوئی آپ سر باندھ کر نماز فجر کیلئے مسجد میں تشریف  
 لے گئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا ہے تھے۔ آہٹ پا کر  
 پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ نے انکو اسی جگہ بحیثیت امام کھڑا کیا اور خود انکے  
 دائیں ہاتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ گویا عملی طور پر خود اقتدا کر کے سب

لوگوں کو دکھلا دیا کہ میرے بعد خلیفہ اول یہی ہیں۔  
 نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کو کچھ وعظ و نصیحت کی جب وعظ ختم کیا تو حضرت  
 ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ  
 کے فضل و نعمت سے اس وقت آپ کا مزاج مبارک بخیر نظر آتا ہے۔ اسی خیال  
 سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے گھر میں مقامِ سخن میں جو مدینہ طیبہ  
 سے باہر کی جانب تھا چلے گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے  
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جہاں بیماری کے دنوں میں  
 آپکی اقامت تھی داخل ہوئے اور لیٹ گئے ضعف ناتوانی زیادہ ہو گئی  
 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا  
 کا بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بھی آیا۔ انکے ہاتھ میں ایک ہری مسواک  
 تھی۔ آپ نے اسکو دیکھا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سمجھا آپ اسکی خواہش  
 کرتے ہیں۔ جھٹ سے لیکر اور اپنے منہ میں نرم کر کے آپکو دیدی۔ آپ نے مسواک  
 کر کے رکھ دی اور ضعف زیادہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ رسالتاب کی آنکھیں کھل  
 گئیں اور یہ کہنے لگے **اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى** اے خدا میں رفیقِ اعلیٰ یعنی جنتی لوگوں  
 کو اختیار کرتا ہوں۔ یہ آخری کلمہ ہے۔ جو آپکی زبان مبارک سے نکلا۔ سبحان اللہ  
 کیا پاک موت ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **قُلْ إِنْ صَدَّقْتُمْ**  
**وَنَسُكْتُمْ وَتَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** (سورہ انفاء) اے پیغمبر تم



کہو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب کچھ خدا کے لئے ہے جو رب العالمین ہے +

اسی طرح آپ کے سب کام اور سب ایام صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوئے۔ آخری دم بھی اسی کی یاد میں نکلا۔  
غرض اس سانحہ عظیمہ کی اطلاع دفعۃً باہر پہنچی اور ہوا کی طرح مدینہ کی گلی کوچوں میں گشت لگا گئی تو صحابہ کے اضطراب و بیگلی کی حد نہیں رہی کیونکہ ابھی صبح کی نماز میں حضرت کی زیارت کی تھی۔ اور ہشاش بشاش دیکھ کر آئے تھے۔ یاد وہی گھنٹے گزرنے پر اشراق کے وقت یہ صدا آنے لگی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور آپ نے عالم آخرت کا سفر اختیار فرمایا اسلئے لوگ بدحواس ہو گئے۔ اور اکثروں کو یقین نہ آیا کہ یہ خبر سچھی ہے۔ چنانچہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بایں کمال و عظمت ایسے مدہوش ہوئے کہ برہنہ تلوار لیکر دروازہ مسجد پر کھڑے ہو گئے کہ حضرت کا وصال نہیں ہوا۔ اور نہ آپ دنیا سے رخصت ہوئے بسواگر میں نے کسی کو یہ لفظ کہتے سنا کہ حضرت کی وفات ہو گئی تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے تامل گردن اڑا دوں گا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی گھبرائے ہوئے آئے۔ اور منبر پر چڑھ کر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ  
 أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا يَعْنِي مُحَمَّدٌ بَعْدَ تَوَاتُرِ

پیغمبر ہی ہیں۔ جن سے پہلے بہتیرے پیغمبر گذر گئے ہیں۔ سو اگر ان کا انتقال ہو جائے یا شہید

کردئے جائیں تو کیا تم لوگ اٹھے ایڑیوں پر لوٹ جاؤ گے۔ اور جو شخص اپنی ایڑیوں پر

لوٹ جائیگا وہ اللہ کا ہرگز کچھ بھی نقصان نہ کریگا۔

پھر فرمایا کہ اے لوگو اگر تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت

کرتے تھے تو انکا تو واقعی انتقال ہو گیا۔ اگر عبادت واقع میں اللہ جل شانہ

کی تھی۔ تو اللہ حئی و قیوم ہے۔ ہمیشہ زندہ رہیگا۔ سنبھلو اور کوئی حرکت

ایسی نہ کرو جو حضرت کی تعلیم اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔

ان کلمات کا صحابہ کے کانوں میں پڑنا تھا کہ بے قابو ہو جانے والوں

کو قرار آ گیا۔ اور زائل ہو جانے والی عقلیں اپنے ٹھکانے آ گئیں۔ چنانچہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا

و عظامی نے پر میں نے اپنی تلو اور نیام میں کر لی۔

غرض ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ (پیر) چاشت کے وقت

ترسیٹھ برس کی عمر میں تیرہ روز بیمار رہ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا کے حجرہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان تینوں باتوں پر فخر کیا

کرتی تھیں کہ مسواک کی بدولت آخر وقت میں اللہ تعالیٰ نے میرے لعا  
اور حضرت کے لعاب مبارک کو جمع کیا۔ حضرت کا ایکے حجرے میں انتقال ہوا  
اور میری باری کے اُس دن وفات ہوئی جو بیسیوں میں باری قائم رکھنے  
کے حساب سے بھی میرے ہی حصہ میں آیا تھا۔

رسول خدا بالائے عرش و زیر زمین تشریف لے گئے۔ جبریل امین  
علیہ السلام کی زمین پر آمد بند ہو گئی۔ وحی آسمانی کا سلسلہ ختم ہوا۔ اور وہ  
الوار و تجلیات جن کی جھڑی موسلا دھا رہا مینہ بن کر ہر وقت لگی رہتی تھی  
ختم ہو گئی۔ سچ سے خدائے واحد کی ذات کے سوائے کسی کو بقا نہیں۔  
اور موت کا ناطق حکم تمام مخلوق کے لئے ایسا عام ہے کہ کسی سے  
ٹلنے والا نہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ :

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وعظ سے جب صحابہ کی  
حالتیں سنبھلیں تو اسلام کی آئندہ حفاظت کا فکر لاحق ہوا۔ چنانچہ  
خلافت کے بارے میں بڑا جھگڑا ہوا۔ آخر جب آراء مختلفہ کا شور و  
شغب بڑھا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ضروری سمجھا۔ کہ  
اختلاف کو جلد مٹائیں۔ پس فوراً کھڑے ہو گئے۔ اور حضرت صدیق  
رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ لائیے ہاتھ پھیلائیے کہ آپ کے بیعت  
کریں اس لئے کہ آپ کے ہتر اس مجمع میں کوئی نہیں جو اس منصب کے

شایاں ہو۔

الغرض سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور ان کے بعد ماجرین آگے بڑھے جو وہاں موجود تھے اور جب سلسلہ چل گیا تو انصاری نے بیعت شروع کر دی۔ یہاں تک کہ سارا مجمع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین تسلیم کر کے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اس طرح پر پہلا مرحلہ جو سب میں عظیم الشان تھا طے ہو گیا۔

نظام شرعی کے مستحکم ہونیکے بعد بیوم شنبہ تجمیر تکفین کی طرف متوجہ ہوئے اور تجمیر ہوا کہ حضرت کو غسل دیا جائے۔ اور اگر دیا جائے تو بدن سے کپڑے اتارے جائیں۔ اتنے میں ایک غیبی ندا آئی کہ مسح کپڑوں کے غسل دو۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جسم مبارک کو اٹھا کر اپنے سینہ کے سہارے لگایا حضرت عباسؓ حضرت فضلؓ اور حضرت قثم رضی اللہ عنہم نے رُخ بدلنے اور کروٹ دلوانے میں مدد دی۔ اور اسامہ بن زید و شقران نے جو حضرت کے آزاد شدہ غلام تھے پانی ڈالنا شروع کیا۔ اس وقت ایک تیز خوشبو دار ہوا اٹھی جس سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ ہلک گیا۔ اور جس کا سونگھنا اس سے پہلے اور پیچھے کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بدن مقدس کو تر کر کے اوپر سے ملتے جاتے اور خوشبو سے متمتع ہو کر عرض کرتے جاتے تھے کہ میرے

ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ بجا نیت حیات و ممات کس قدر معطر  
ہیں۔ اسکے بعد آپ کا رتہ سچوڑ دیا گیا اور تین سفید پیمانی کپڑوں میں کفن  
دیا گیا ۶

اسکے بعد جنازہ گھر میں رکھ دیا گیا کہ نماز پڑھی جائے۔ چنانچہ اول  
مردوں نے گروہ گروہ ہو کر نماز پڑھی۔ پھر عورتیں آئیں اور انہوں نے نماز پڑھی  
انکے بعد بچے آئے اور وہ اس شرف سے مشرف ہوئے۔ چونکہ ہر مرد و زن اور  
بچہ و بوڑھا منتہی تھا کہ شرف یاب ہوں۔ اسلئے جماعت نہ ہو سکی اور بشر کی  
مختلف جماعتیں تو نماز پڑھتی ہوئی نظر بھی آگئیں۔ باقی فرشتوں کی خبر  
نہیں کہ کس تعداد کی جماعت نے نماز ادا کی۔ اس اہتمام میں منگل کا دن ختم ہو گیا  
تجھیز و تکفین کے بعد یہ فکر ہو کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ مگر چونکہ آپ  
فرما چکے تھے کہ انبیاء کی روح وہیں قبض کی جاتی ہے جہاں وہ اپنا مدفون ہونا  
پسند کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ  
آپ کو وہیں دفن کرو جہاں آپ کا بستر تھا۔ پس حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو قبر کھودنے  
پر مقرر کیا۔ اور جب قبر کنی سے فارغ ہوئے تو ماہتاب اسلام کو زیر زمین پہنچانے  
کا تہیہ ہوا۔ چنانچہ حضرت علیؓ حضرت عباسؓ اور حضرت عباس کے دو  
صاحبزادے قثم اور فضل یعنی ایک چچا اور تین چچا زاد بھائی۔ ان چار  
حضرات نے شب چہار شنبہ میں عین آدھی رات کے وقت آپ کو قبر شریف

میں اتارا اور آپکی لحد پر نوکچی اینٹیں پاٹ کر اس کا منہ بند کر دیا۔ اس کے بعد مٹی بھر دی گئی جس میں تمام صحابہ شریک ہوئے اور قبر مبارک کو ہانٹا بنا کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک مشکیزہ پانی چھڑک دیا کہ مٹی بیٹھ جائے۔

صحابہ کو آپکی وفات پر سخت غم ہوا اور ہوتا کیوں نہ۔ ایسا مری۔ ایسا شفیق۔ ایسا محسن۔ ایسا ہادی۔ ایسا رہبر۔ کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر نور ایمان و معرفت کی طرف لانے والا۔ بد اخلاقی و بد اعمالی کی آلودگی سے پاک کر کے زیور اخلاق و فاضلہ اور اعمال صالحہ سے سجا نیوالا خلاصہ موجودات سرور کائنات فداہ روحی و نفسی کہاں ملیسکتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ  
 بروح پاک محمد رسد درود ازما سلام بر ہمد آل و صحاب رضوانی

## زیارتِ روضہ مقدسہ

اگر در مکہ مقام ابراہیم است بہ مدینہ آء کہ مقام محمد است  
 اینجا بیابا کہ صبط اسرار ایزدی است اینجا بیابا کہ مشرق نور محمدی است  
 اینجا بیابا کہ نور یقین جلوہ میکند خوش وقت آن کسیکہ نور ہمدی است  
 اینجا نزول باندہ عیش دائمی است اینجا وصول فائدہ فیض ہمدی است  
 اے در حجاب ظلمت و شک این طرف بیابا تا بنگری بحشم کہ دین دین احمدی است

مدینہ منورہ کا تقدس اور اُس کی عظمت شان صرف اسی بات سے ظاہر ہے کہ وہ بہترین انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن تھا۔ اور اب ان کا مدفن ہے یہ ایک بڑی فضیلت ہے جو کسی دوسرے مقام کو نصیب نہیں۔ اور کوئی دوسری فضیلت کیسی ہی کیوں نہ ہو اسکی ہمسری کسی طرح نہیں کر سکتی ہے۔

اے خوش آن سہریں کہ منزل تست یا برا نجا گزار محمل تست  
 سہر کجا بگذری چو باد و باران نہ دمد جز شمیم مشک تار  
 روئے زمین بر آن زمین اولیٰ کہ بود پائے ناقہ لیل  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سہرا پئے سعادت دنیا و آخرت ہے اور اہل ایمان و محبت کا مقصود اسی اور حقیقی غایت اُسکے فضائل کریمگی چنداں حاجت نہیں قسم ہے رب العرش کے عزت و جلال بے زوال کی کہ اگر اس زیارت میں کچھ بھی ثواب نہ رکھا جاتا اور اسکا معاوضہ آخرت میں کچھ بھی نہ دیا جاتا تب بھی مشتاقان بیدل کی یہی حالت ہوتی اور حضرت زحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے اُس وقت بھی اسی طرح مہینوں بلکہ برسوں کا سفر اختیار کر کے دشوار گزار راستوں سے عبور کر کے فوج کی فوج اُس آستانہ عالی کی زیارت و شرف ہوتی اور سرور انبیاء کی مقدس چوکھٹ پر جہہ سائی کی دولت

سے سرفراز ہوتے ۛ

سَلَامٌ عَلٰی اَنْوَارِ طَلْعَتِكَ الَّتِي  
 اَعْيَشُ بِهَا شُكْرًا وَاَفْنِي بِهَا وَجْدًا  
 لَعَلَّكَ اِنْ تَعَطَّفَ عَلَيْنَا بِنَظْرَةٍ  
 تَرَى مَا اَسْرُّ الْوَجْدُ وَمَا اَبْدًا  
 وَاَنْتَ مَلَاذُ الْعَبْدِ يَا غَايَةَ الْمُنَى  
 وَيَا مُبْتَدَاً قَدْ سَارَ مَنْ جَاءَهُ عَجْبًا  
 وَاَنْتَ اِرَادَتِي وَاَنْتَ وَسِيْلَتِي  
 فَيَا حَبَّذَا اَنْتَ الْوَسِيْلَةُ وَالْقَصْدَا

مگر اس بارگاہِ رحمت و کرامت کی فیاضی کا مقتضی ہے کہ جو لوگ اس  
 آستانہ عالی کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ انکے لئے علاوہ اس دولت  
 بے بہا یعنی جمال بہیشتال روضہ سرور انبیاء کے اور بھی بڑے بڑے  
 اعلیٰ مدارج کا وعدہ کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری قبر  
 کی زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے ۛ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری زیارت  
 کیلئے آئے اور میری زیارت کے سوا اور کوئی کام نہ ہو تو میرے اوپر ضروری  
 ہے کہ میں قیامت کے دن اسکی شفاعت کروں ۛ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ شریف کی مثال  
 مانند بھٹی لوہار کی ہے۔ جو میل کو نکال دیتی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ  
 ضعیف الایمان کا وہاں گذر نہیں۔ (جذب القلوب)



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص حج کے  
پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے وہ مثل اُس شخص  
کے ہوگا جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قصد کرے  
میری زیارت کو آئے وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا اور  
جو شخص حرمین میں سے کسی مقام میں مر جائیگا اسکو اللہ تعالیٰ قیامت کے  
دن بیخوف لوگوں میں اٹھائیگا \*

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص وفات کے بعد  
میری زیارت کرے۔ گویا اُس نے زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے  
میری قبر کی زیارت کی اُسکے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب  
ہوگئی اور میری امت میں جس کسی کو مقدر ہو پھر وہ میری زیارت نہ  
کرنے تو اُس کا کوئی عذر نہیں سنا جائیگا \*

احادیث کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ایسے اشارات صریح  
موجود ہیں جو زیارت اقدس الطہر کی ترغیب دیتے ہیں منجملہ انکے ایک آیت یہ ہے  
وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ  
لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝ یعنی اگر وہ لوگ جبکہ اپنی جانوں  
پر ظلم کر چکے تھے اے نبی تمہارے پاس آتے۔ پھر وہ اللہ سے استغفار کرتے اور رسول یعنی

تم بھی، اُنکے لئے استغفار کرتے۔ بیشک وہ اللہ کو بخشنے والا ہر بان پاتے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ کے پاس جانا اور اُن سے استغفار کرنا باعث مغفرت ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے لئے حیاتِ ابدی کا ثبوت تمام اہل اسلام کو مسلم اور قرآن و احادیث سے واضح طور پر ظاہر ہے۔ لہذا یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ فضیلت صرف اسی زمانہ کے لوگوں کو نصیب ہو سکتی تھی۔ اب اس کا وقت جاتا رہا۔

## حَیَاتُ النَّبِیِّ

انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد زندہ ہو جاتے ہیں اور وہ زندگی اس دنیاوی زندگی سے بدرجہا کامل اور فائق ہوتی ہے احادیث صحیحہ بھی اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں **الانبياء هم في القبور يصلون** یعنی انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ اسکے علاوہ اور بہت سی احادیث اور واقعات ہیں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دکھائی دینا حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس سے آواز نماز کی سننا۔ جبکہ یزید کے زمانہ میں تین روز تک مسجد نبوی میں نماز اور اذان نہیں ہوئی۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا

قیام قبروں میں رہتا ہے یا قبر سے منتقل ہو کر آسمان پر رہتے ہیں محققین  
اس امر کے قائل ہیں کہ انکا قیام بدستور انکی قبروں میں رہتا ہے اور انکی قبر  
باعتبار رتبہ کے اور نیز باعتبار آسائش کے آسمان وغیرہ سے بدرجہا افضل  
ہے۔ احادیث میں مروی ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر  
شریف کے پاس جا کر سلام کرتا ہے حضور خود اسکا جواب دیتے ہیں۔  
بخوف طوالت اس مضمون کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اگر زیادہ تفصیل  
سے دیکھنے کا شوق ہو تو کتاب جذب القلوب مصنفہ شیخ عبدالحق  
محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ کرو اور نیز الرسائل کے کسی حصہ  
میں اس مسئلہ کو بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

قیامت تک بھیج یارب مدام پیمبر پہ اپنے درود اور سلام

## وجوب زیارت روضہ مبارک

علمائے محققین کے نزدیک زیارت روضہ مبارک واجب چنانچہ  
حدیث میں ہے جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا  
اس حدیث پر اگرچہ بعض لوگوں نے حرج کی ہے مگر یہ حدیث بہت  
سندوں سے مروی ہے اس وجہ سے اسکے حسن ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا۔  
اور حدیث حسن بالاتفاق محدثین قائل استدلال ہے۔ اس سے احکام

شرعیہ کا اثبات کیا جاتا ہے۔

تمام علماء کا سلف سے آجتک تارکین زیارت پر روقح کرنا اور ترک زیارت کو معیوب سمجھنا بھی اسی امر کی دلیل ہے کہ وہ لوگ زیارت کو واجب سمجھتے تھے۔ ورنہ سنت یا استحباب کے ترک پر ایسے سخت کلمات کا استعمال جیسے تارکین زیارت پر ان لوگوں نے کیا ہے نہیں ہوا۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ سنت و استحباب کے تارک پر وعید وارو نہیں ہوتی۔ وعید صرف تارک واجب پر ہوتی ہے۔

علاوہ ان سب کے سلف صالح کا صحابہ و تابعین کے زمانہ میں اس زیارت باسعادت کے لئے اہتمام کرنا اور اس پر سخت التزام رکھنا اسکے وجوب کی طرف صریح اشارہ کر رہا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خاص زیارت روضہ اقدس کے لئے شام سے مدینہ منورہ آنا بہت مشہور واقعہ اور صحیح روایت ہے۔ چنانچہ ابن عساکر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام سے مدینہ منورہ آئے انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے بلال یہ کیا ظلم ہے کہ تم کبھی ہماری زیارت کو نہیں آئے۔ یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے آئے۔ جب روضہ مقدسہ پر پہنچے۔ تو بہت

روئے۔ پھر حسین رضی اللہ عنہما کے کہنے سے انہوں نے اذان دہی جس سے  
ایک قیامت برپا ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا غم  
از سر نو تازہ ہو گیا۔ کلمہ اشہد ان محمدًا از رسول اللہ پر پہنچان کی  
عجیب حالت ہو گئی اور بغیر اذان تمام کئے اتر آئے۔  
حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس تشریف لے گئے  
اور کعب احبار رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے  
ان سے فرمایا کہ اے کعب رضی اللہ عنہ کیا تمہارا جی چاہتا ہے کہ تم ہماری  
ساتھ مدینہ منورہ چلو اور سرور انبیا کی زیارت کرو۔ چنانچہ کعب رضی اللہ  
عنہ ان کے ہمراہ زیارت کے لئے مدینہ منورہ آئے پھر حضرت عمر رضی اللہ  
عنہ نے مدینہ منورہ پہنچ کر سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ روضہ  
مقدسہ پر حاضر ہوئے اور رحمۃ للعالمین کی جناب میں بادب تمام  
سلام عرض کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب کسی سفر سے آتے  
تو سب سے پہلے روضہ مقدسہ پر حاضر ہو کر جناب نبوی میں سلام عرض کرتے  
امام مالک اپنے ٹوٹا میں روایت کرتے ہیں کہ نافع رضی اللہ عنہ سے کسی  
نے پوچھا کہ تم نے دیکھا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ قبر شریف کے پاس  
کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے تھے۔ انہوں نے کہا ہاں دیکھا ہے

اور سو پار سے زیادہ دیکھا ہے وہ قبر شریف پر کھڑے ہو کر یہ کہتے تھے  
 السَّلَامُ عَلَي النَّبِيِّ السَّلَامُ عَلَي اَبَا بَكْرٍ السَّلَامُ عَلَي اَبِي  
 حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ شام سے مدینہ منورہ تاحمد  
 بھیجا کرتے تھے۔ خاص اس لئے کہ ان کا سلام بارگاہ رسالت میں پہنچائے  
 اور یہ زمانہ جلیل القدر تابعین کا تھا۔

اسی قسم کی اور بہت سی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ  
 اور تابعین اس زیارت پر کیسے دلدادہ تھے اور اسکے لئے کتنا اہتمام کرتے تھے  
 درحقیقت مومن کیلئے اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بعد اس سے زیادہ اور کون دو  
 اور نعمت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس قبۂ نور کی زیارت کرے۔  
 اور کس بیکس تک یہ گاہ ہر دو جہان کی خدمت میں سلام عرض کرے اور اسکے  
 جواب سے مشرف ہوے

ابن سعادت بزور بازو نیست گر نہ بخشد خدا ئے بخشنده  
 اس نعمت عظمیٰ کا لطف اس شخص سے پوچھئے جسکی قسمت نے یادری  
 کی اور اس شربت کی چاشنی اسکو لچکی ہو اور خدا نے اسکو قلب سلیم اور ایمان  
 کے ساتھ درود و محبت سے ممتاز فرمایا ہو۔ اس سے زیادہ بد نصیبی اور کیا  
 ہوگی کہ بعض لوگ اس زیارت باسعادت کو یا اسکے لئے سفر کر نیکیوں نا جائز  
 کہتے ہیں اور خوش فہمی سے اس پر نازاں ہیں۔ سنا ہے کہ بعض لوگ حج

کر کے اپنے وطن لوٹ آئے اور مدینہ منورہ نہ گئے۔ ہائے افسوس اس سے زیادہ محرومی اور کیا ہوگی؟

ابن تیمیہ اس امر کے قائل تھے لَا تَشُدُّ وَلَا رِحَالٌ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ أَوْ مَعَهُ  
جاویں یعنی سفر نہ کیا جاوے مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام یعنی کعبہ اور مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس اور میری مسجد یعنی مسجد نبوی؟

وہ اس حدیث کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ ان مسجدوں کے سوا کسی اور مقام کی زیارت کیلئے سفر کرنا جائز نہیں مگر اس حدیث سے انکا استدلال کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ سوا ان تین مسجدوں کے کسی اور مسجد کیلئے سفر نہ کیا جائے۔ قاعدہ پنجویں اسی کو مقتضی ہے۔ کیونکہ جب مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہوتا تو وہاں سے وہی چیز مستثنیٰ منہ مانی جاتی ہے جو مستثنیٰ کی ہمجنس ہو۔ پس یہاں مستثنیٰ مساجد ثلاثہ ہیں۔ لہذا مستثنیٰ منہ بھی مسجد کے قبیل سے ہونا چاہئے؟

پس اس حدیث سے اگر عدم جواز ثابت ہوگا تو ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کیلئے سفر کر نیکا۔ نہ کہ زیارت قبر سید المرسلین یا اور صلحائے امت کی قبور متبرکہ کی زیارت کیلئے سفر کر نیکا مثلاً کوئی شخص دہلی کی جامع مسجد کی زیارت کیلئے سفر کر کے آئے تو یہ ناجائز نہ ہوگا۔ اگر حضرت باقی باقی

رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کے لئے آئے تو ناجائز نہ ہوگا۔  
 اسی مطلب کی تائید مسند امام احمد کی حدیث سے ہوتی ہے وہ اس حدیث  
 کو ان الفاظ سے روایت کرتے ہیں لَا یَنْبَغِي لِلدُّصَلِّ أَنْ يَشُدَّ رِحَالَهُ إِلَى  
 مَسْجِدٍ يَنْبَغِي فِيهِ الصَّلَاةُ غَيْرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي  
 یعنی نماز پڑھنے والے کو زیبا نہیں کہ سوا کعبہ اور بیت المقدس اور میری

مسجد کے کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر کرے۔

یہ سچے اب تو کوئی جھگڑا ہی نہ رہا۔ حدیث کی شرح خود حدیث سے ہو گئی  
 کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ بخاری کی حدیث سے زیارت قبر اقدس سرور  
 انبیاء کیلئے سفر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے حاشا ثم حاشا۔ کوئی ذی علم منصف  
 ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ سوا ان تین مسجدوں کی زیارت کے اور  
 کسی کام کیلئے سفر جائز نہیں ہے تو چاہیے کہ طالب علم اور کسب معاش اور ملاقات  
 احباب اعزہ بلکہ حج کر نیکی کے لئے بھی سفر ناجائز ہو۔ حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں  
 علاوہ اسکے زیارت قبر اقدس کیلئے صحابہ کا سفر کر کے آنا اور دوسروں کو اس زیار  
 کر نیکی کے لئے سفر کر نیکی ترغیب دینا جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر  
 نے کیا۔ اس امر کی وضع دلیل ہے کہ اس حدیث کا وہ مطلب نہیں ہے۔ جو  
 ابن تیمیہ یا انکے ہنجیال لوگوں نے سمجھا ہے۔ اگر زیادہ تحقیق دیکھنی مطلوب



ہو تو کتاب السعی المشکور فی رد المذہب الماثور مصنفہ مولوی عبدالحی

لکھنوی کو منگو کر پڑھو

جسکی رکھتے تھے بہت دل میں تمنا دیکھو

لو چلو حاجیو اب روضہ مولیٰ دیکھو

چلکے سودائیوں کا اٹکے بھی سودا دیکھو

سرکھلے ہونگے درشہ پہ ترپتے ہونگے

اسلئے حق نے دیا دیدہ بینا دیکھو

روضہ پاک کا دل بھر کے نظارہ کرو

زندہ ہو جاؤ چلو اپنا مسیحا دیکھو

مثل مردہ ہے کیا جسکی جدائی نے تمہیں

اب چلو لطف دہاں آب بقا کا دیکھو

آب زمزم تو پیام نے یہاں جی بھر کے

اسی حسرت سے گیا قبر میں دارا دیکھو

در حضرت کی نہ دی حق نے مجھے در بانی

آؤ جی بھر کے مزار گل رعنا دیکھو

مثل بلبل کے فدائتم بھی ہو ہر دم ابرار

## آداب زیارت

جو شخص حج کرنے جائے اسکو چاہیے کہ اگر حج فرض ہو تو پیشتر حج سے

فراغت کر لے پھر زیارت کیلئے جائے۔ اگر حج نفل ہو تو اختیار ہے چاہے

پہلے زیارت کر لے بعد اسکے حج کرے۔ چاہے پہلے حج کر لے۔ بعد اسکے زیارت

کو جائے یہ سب صورتیں اس حالت میں ہیں کہ جب حج کیلئے جانیکا راستہ مدینہ

منورہ کی طرف سے نہ ہو۔ اگر مکہ معظمہ جاتے ہوئے راستہ میں مدینہ منورہ ملتا ہو جیسے

اہل شام کہ مکہ معظمہ آنا چاہیں تو پہلے انکو مدینہ منورہ بلیگا تو ایسی حالت میں

خواہ مخواہ حج سے پہلے زیارت کرنا چاہیے۔ خواہ حج فرض ہو یا نفل کیونکہ باوجود  
استفادہ قرب کے پھر زیارت کا ترک کر دینا نہایت بد بختی اور قسادت قلبی  
کی دلیل ہے۔

زائر کو چاہیے کہ جب زیارت کیلئے چلے تو یہ نیت کرے کہ میں قبر اقدس  
اطہر اور مسجد النور حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے سفر کرتا ہوں  
غرض یہ کہ اس سفر کے دو مقصود ہوں۔ زیارت قبر شریف بھی اور زیارت  
مسجد شریف بھی (در مختار وغیرہ)

جب وقت سے مدینہ منورہ کی طرف کوچ کرے اپنے ذوق و شوق کو  
ترقی دے۔ اور اپنے دل کو بشارت دے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب عنقریب  
حضرت رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوا چاہتی ہے۔  
اور سو ان خیالات کے اور کسی قسم کے خیالات اپنے دل میں نہ آنے دے اور راہ  
بھر درود شریف کی کثرت رکھے۔ سوا اوقات نماز کے اور قضاے حاجت کے  
اسی عبادت عظمیٰ میں مشغول رہے۔ درود شریف سے زیادہ کوئی ذریعہ بارگاہ رسالت  
میں تقرب کا نہیں ہے اور درود شریف کی کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے جمال بہتال کی زیارت نصیب ہوتی ہے خصوصاً مدینہ منورہ  
کے قریب پہنچ کر درود شریف کی کثرت کرنا عجیب ہی ثمرہ دیتا ہے۔ حدیث  
شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو اسی کام پر مقرر کیا

ہے کہ جب کوئی زیارت کیلئے آئیوالات اور دشریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتے  
 حضور نبوی میں جا کر عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا حضور علیہ السلام  
 کی زیارت کیلئے آتا ہے اور اس نے اپنے پہنچنے سے پہلے یہ تحفہ حضور کے  
 لئے بھیجا ان خیال کرو کہ اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوگی کہ اس سردار عالم  
 کے سامنے تمہارا اور تمہارے باپ کا نام لیا جائے اور تمہارا تحفہ  
 پیش کیا جائے ۵

جان سید ہم در آرزوئے قاصد آخر باز گو در مجلس آن نازنین عرفی کہ از ما میرود  
 اثنائے راہ میں جس قدر مقامات متبرکہ کہیں مثلاً وہ مساجد جن میں رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی یا اور اسی قسم کے مقامات ان سب کی زیارت  
 سے مشرف ہوا اور جب ذوالحلیفہ کی مسجد میں پہنچے تو وہاں دو رکعت نماز بھی  
 پڑھے۔ جب حرم شریف مدینہ منورہ کا قریب آجائے اور وہاں کی عمارات  
 اور مقامات دکھائی دینے لگیں تو نہایت خشوع خضوع اور سترت و فرحت  
 کو اپنے دل میں جگڑے۔ اور اس امر کا تصور کرے کہ اب ہم سلطانِ عالم  
 کی بارگاہ میں پہنچنا چاہتے ہیں۔ اور اس مقام مقدس کی عظمت و جلال  
 کا خیال بیش از بیش رکھے اور کوئی بات خلافِ اوہ اپنے سے سرزد نہ ہونے  
 دے۔ یہ وہ وقت ہے کہ جنکے دل نور ایمان سے منور ہوتے ہیں رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت انکے سینوں میں مشتعل ہو جاتی ہے اور ایک

عجیب وجد و سرور کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ پھر انکو اپنے تن بدن کا  
 ہوش نہیں رہتا۔ اس بنخودی کی حالت میں کبھی کسی سے کوئی بات  
 خلاف شرع بھی صادر ہو جاتی ہے۔

وقت آن آمد کہ من عمریاں شوم جسم بگذارم سر اسر جہاں شوم  
 بوئے یار ہر یانم نے رسد بوئے جاناں سوئے جانم میرسد  
 باز آمد آب مادر جوئے ما باز آمد شاہ مادر کوئے ما

اگر کسی شخص کو یہ حالت نصیب نہ ہو تو اسکو چاہیے کہ بتکلف اپنے  
 اوپر یہ حالت پیدا کرے اور ذوق و شوق والوں کی سی اور صورت بنائے  
 انشاء اللہ تعالیٰ اگر کچھ بتکلف یہ حالت اپنے اوپر قائم رکھیگا تو پھر  
 خود بخود ایک اصلی کیفیت پیدا ہو جائیگی۔ پھر جب مدینہ منورہ ہاکل سامنے  
 آجائے تو بخیاں ادب اور بمقتضائے شوق اپنی سواری سے اتر پڑے  
 اگر ممکن ہو تو وہاں سے مسجد شریف تک پیادہ پا جائے۔ چنانچہ جب  
 قبیلہ عبد القیس کے لوگ حضور نبوی میں حاضر ہوئے تھے۔ جیسے ہی  
 انکی نظر اس جمال پاک پر پڑی۔ بغیر اسکے کہ اونٹ کو بھلا میں بے اختیار  
 اپنی سواریوں سے نیچے آگئے اور حضور نے انہیں منع نہیں فرمایا۔

پھر جب حرم شریف مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے لگے تو پہلے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام بادب تمام عرض کرے۔

بعد اسکے یہ دعائے مانگے۔ اللّٰهُمَّ هَذَا حَرَمٌ بِنَبِيِّكَ وَمَهَبْتُ  
 وَحَيْبِكَ فَأَمِّنْ لِي بِاللَّخْوَلِ فَيُدِرِ وَأَجْعَلْهُ لِي وَقَايَةً مِّنَ  
 النَّارِ وَأَمَّا نَائِمِينَ الْعَذَابِ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْفَائِزِينَ لِشَفَاعَةِ الْمُصْطَفَى  
 يَوْمَ الْمَأْثُومِ اے اللہ یہ تیرے نبی کا حرم ہے اور تیری وحی کے اترنے کی جگہ

ہے۔ پس مجھے اس میں داخل ہونے کی دولت عنایت کر اور اسکو میرے

لئے دوزخ سے بچنے کا ذریعہ اور عذاب سے امان کا باعث بنا دے او

مجھے ان لوگوں سے کر جن کو قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی شفاعت نصیب ہوگی۔

مدینہ منورہ کے حرم شریف میں داخل ہونے کے لئے خوب اچھی طرح غسل

کرے اگر غسل کا سامان حرم شریف سے باہر ممکن ہو تو بعد داخل ہونے کے

زیارت روضہ اقدس کیلئے جانے سے پہلے غسل کرنے خوشبو کا استعمال

کرنے عمدہ لباس جو اسکو میسر ہو پہننے۔ بہتر یہ ہے کہ سفید کپڑے ہوں کیونکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس سے زیادہ رغبت ہے۔ او

نہایت ادب و حلم و وقار سے مدینہ منورہ کی زمین مقدس پر قدم رکھے اور

اس بات کا خیال ہر وقت دل میں رکھے کہ وہ پاکیزہ زمین ہے جس سے حبیب

خدا کے مبارک قدموں نے مس کیا ہے یہی گلی کوچے ہیں جہاں سرور انبیاء

کے اصحاب چلتے پھرتے تھے۔ و حقیقت وہ زمین تو اس قابل ہے کہ

وہاں آدمی سر کے بل چلے وَلِئَعْمَاقِيل  
 برزینے کے نشان کف پائے تو بود سالما سجدہ ارباب نظر خواہد بود  
 مدینہ منورہ کے اندر پہنچ کر سب سے پہلے مسجد شریف میں بقصد زیارت  
 حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جائے اور اسکو بہر کام اور ہر چیز پر  
 مقدم رکھے۔ ہاں اگر یہ سمجھے کہ اگر اسباب وغیرہ اچھی طور پر نہ رکھ لیا جائیگا  
 تو تلف ہو جائیگا تو اپنا اسباب وغیرہ حفاظت سے رکھ کر باطمینان زیارت  
 کیلئے آئے اور مسجد شریف میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے :-

اَعُوذُ بِاللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ  
 السَّلَامُ عَلَیْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

یعنی میں شیطان سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اللہ کا نام لیکر اس میں داخل

ہوتا ہوں۔ رسول خدا پر سلام ہو۔ اے نبی آپ پر سلام ہو اور خدا کی

رحمت اور اس کی برکتیں

یہ دعا ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑھنی مستحب ہے اور مسجد شریف  
 میں نہایت آداب اور تعظیم کے ساتھ داخل ہو۔ پہلے داہنا پاؤں مسجد  
 میں رکھے۔ اور یہ بات دل میں ہر وقت ہے کہ یہ مسجد شریف حضرت  
 خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔ یہ وہ مسجد ہے جہاں سرور انبیا  
 نماز پڑھتے تھے۔ وعظ فرماتے تھے۔ اعتکاف کرتے تھے۔ یہاں

وحی اترتی تھی جبرائیل علیہ السلام آتے تھے مسجد شریف میں داخل ہونے سے پہلے مستحب ہے کہ کچھ صدقہ فقراء ۽ مدینہ طیبہ کو دیدے اور مسجد شریف میں پہنچ کر اعتکاف کی نیت کرے۔ گو تھوڑی دیر کیلئے ہو کیونکہ یہ ایک بے مشقت عبادت ہے جس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ اور چاہئے کہ ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کر لیا کرے مفت بے مشقت ثواب ملتا ہے۔ اسکو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ پھر مسجد شریف میں منبر اقدس کے قریب دو رکعت نماز بنیت تحیۃ المسجد پڑھے۔ اس نماز میں زیادہ طول نہ دے صرف سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پراکتفا کرے۔ بعد تحیۃ المسجد کے دو رکعت نماز شکرانہ کی پڑھے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اسکو یہ دولت نصیب کی اور اس بارگاہ با عظمت و جاہ میں اسکو پہنچایا جس کی آستان بوسی کی تمنا میں بڑے بڑے قدوسی جان دیتے ہیں۔

تحیۃ المسجد اور نماز شکر کے بعد زیارت کی طرف متوجہ ہو اور یہ سمجھ لے کہ میں اب اس بارگاہ با عظمت میں جاتا ہوں جسکے سامنے تمام دنیا کے پر جلال بادشاہوں کی کچھ بھی وقعت نہیں جو خدا کے تمام نیک بندوں کا سردار اور سب سے زیادہ اُسکا مقرب اور محبوب ہے اور خدا سے دعا کرے کہ اے اللہ اس مقام مقدس کے لائق ادب اور تعظیم کی مجھے

توفیق دے اور میرے دل اور اعضا کو تمام خلافِ ادب باتوں سے محفوظ رکھے۔ سچ تو یہ ہے  
کہ بغیر عنایتِ بیزوی کے اس درگاہِ عرشِ اشتباہ کے لائق ادب اور تعظیم کسی سے  
ممکن نہیں۔ ایک زائرِ ولدا وہ کتنا ہے

فَلَمَّا آتَيْنَا قَبْرَ أَحْمَدٍ لَاحِمْ مِنْ سِنَاهِ ضِيَاءِ انْجَلِ الشَّمْسِ الْبَدْرًا  
وَقَدْ نَامَقَامًا أَشْهَدَ اللَّهُ أَنَّهُ يَذْكَرُنَا مِنْ فَوْطَاهِيَةِ الْكُشْرَا

یعنی جب ہم احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر پہنچے تو انکے نور سے ایک

ایسی روشنی نکلی جس نے آنتاب اور ماتاب کو شرمندہ کر دیا۔ اور ہم ایسے

مقام میں کھڑے ہوئے ہیں کہ میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ مقام اپنی ہیبت

سے حشر کو یاد دلاتا تھا۔

غرض جس قدر اسکے امکان میں ہو ظاہر و باطن سے تعظیم و ادب اور خشوع و  
خضوع کا کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھے۔ پھر نہایت ادب کے ساتھ نماز کی طرح داہنا ہاتھ  
بائیں ہاتھ پر رکھ کر مبارک کی طرف منہ کرے۔ اور قبلہ کی طرف پشت کر کے  
چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو اور اس بات کا یقین کر لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
اس کی حاضری سے واقف ہیں اور اسکو دیکھ رہے ہیں۔ اور اسکے سلام کا جواب  
دیتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ اور نہایت لطف و عنایت اس  
شخص کے حال پر فرماتے ہیں۔ اس خیال کو سنبھلتے کر کے نہایت دردناک اور  
با ادب آواز میں نہایت شوق و ذوق کے ساتھ معتدل آواز سے عرض کرے



السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِي يَا رَسُولَ اللَّهِ - السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ  
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ الرَّحْمَةِ السَّلَامُ  
 عَلَيْكَ يَا شَفِيعَ الْأُمَّةِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ  
 يَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَزْمَلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ  
 وَعَلَى أَصْوَابِكَ الطَّيِّبِينَ وَأَهْلَ بَيْتِكَ الطَّاهِرِينَ الَّذِينَ أَذْهَبَ اللَّهُ عَنْهُمْ  
 الرَّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيرًا اجْزَاكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزَى نَبِيًّا عَزَّ وَجَلَّ  
 رَسُولًا عَزَّ وَجَلَّ أَنْتَ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ قَدْ بَلَغْتَ الرِّسَالََةَ وَأَدَّيْتَ الرِّمَامَةَ وَنَصَرْتَ  
 الْأُمَّةَ وَأَوْضَحْتَ الْحُجَّةَ وَجَاهَدْتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى جَاءَ دِيكَ  
 وَأَتَاكَ الْيَقِينُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ وَعَلَى أَشْرَفِ مَكَانٍ تَشْرَفَ بِحُلُولِ جَنَابِكَ  
 الْكَرِيمِ فِي صَلَاةٍ وَسَلَامٍ مَا دَامَ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ عَدَدَ مَا كَانَ وَعَدَدَ مَا يَكُونُ  
 يَعْلَمُ اللَّهُ صَلَاةً لَا أَنْفِضَاءَ لَا مَدَّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَحْنُ وَفَدَاكَ  
 وَذَوَا حُرْمِكَ تَشْرَفْنَا بِأَحْلَوْلِ بَيْنِ يَدَيْكَ وَقَدْ جُنْتُكَ مِنْ  
 يَدَا شَاسِعَةٍ وَأَمَكْنَةٍ بَعِيدَةٍ تَقَطَّعَ السَّمَلُ وَالْوَعْرُ  
 بِقَصْدِ زِيَارَتِكَ لِنَفْوَالِ شِفَاعَتِكَ وَالنَّظَرِ إِلَى مَا تَرَكَ وَ  
 مُعَاهِدِكَ وَالْقِيَامِ بِقَضَائِهِ وَبَعْضِ حَقِّكَ وَالرَّسْتِ شِفَاعَتِكَ إِلَى  
 رَبِّنَا فَإِنَّ الْخَطَايَا قَدْ قَصَمَتْ ظُهُورَنَا وَالْأَوْزَارُ قَدْ أَثْقَلَتْ وَ  
 أَهْلِنَا وَأَنْتَ الشَّافِعُ الْمُسْتَفْعَرُ الْمُؤَعَّدُ بِالشَّفَاعَةِ الْعَظِيمَةِ وَالْمَقَامُ الْمَحْمُودُ

الْوَسِيلَةَ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ  
 فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا وَقَدْ جِئْنَاكَ  
 ظَالِمِينَ إِنْ نَفْسِنَا مُسْتَغْفِرِينَ لِيُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدًا فَاسْتَفْعَمْنَا لَنَا إِلَىٰ رَبِّكَ وَاسْأَلَهُ أَنْ  
 يَغْفِرَ لَنَا عَلَىٰ سُنَّتِكَ وَإِنِّي أَحْسَبُ نَفِي زَمْرَتِكَ وَإِنْ تُورِدْنَا حَوْصًا وَ  
 أَنْ يَسْقِينَا كَأْسًا غَيْرَ خَوَّانِيًا وَلَا نَدَامَىٰ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا  
 اعْتَرَفْنَا وَإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا  
 غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝

یعنی سلام آپ پر اے میرے سردار اے خدا کے رسول سلام آپ پر اے

خدا کے نبی سلام آپ پر اے خدا کے پیارے آپ پر سلام۔ اے نبی رحمت

سلام آپ پر ہو۔ اے امت کی شفاعت کر لیا اے سلام آپ پر اور آپ کے

پاکیزہ باپ دادوں اور آپ کی اہلبیت پاک پر جن سے اللہ نے نجاست کو

دور کر دیا۔ اللہ آپ کو ہم سب کی طرف سے جزا دے۔ ان جزاؤں سے بڑھ

کر جو اس نے کسی نبی کو اسکی قوم کی طرف سے اور کسی رسول کو اسکی امت

کی طرف سے دی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔

آپ نے خدا کے پیغام پہنچائے اور امانت ادا کر دی اور امت کی خیر خواہی

کی اور دین حق کی دلیل روشن کر دی اور اللہ کی راہ میں خوب جہاد کیا۔ اے

دین کو مضبوط کیا۔ یہاں تک کہ آپ کو موت آگئی۔ اللہ آپ پر صلوة و سلام

بھیجے۔ اور اس بزرگ جگہ پر جو آپ کے جسم کریم کے حلال سے مشرف ہے  
 ایسے صلوة و سلام جو رب العالمین کی طرف سے ہمیشہ رہیں۔ ایسی چیزوں  
 کی تعداد کے موافق جو ہو چکیں اور خدا کے علم میں ہو نیوالی ہیں۔ ایسی صلوة کہ  
 جسکی انتہا نہ ہو۔ یا رسول اللہ ہم آپ کے مہمان اور آپ کے حرم کے زائر ہیں۔ آپ کے  
 سامنے حاضری سے مشرف ہوئے ہیں اور بیشک ہم دور دراز شہروں اور  
 بعید مقامات سے نرم اور سخت زمین کو قطع کر کے آپ کے پاس آپکی زیارت  
 کے ارادے سے آئے ہیں۔ تاکہ ہم آپکی شفاعت سے اور آپکی بخششوں سے  
 اور آپ کے وعدوں سے اور کسی قدر آپ کے حق ادا کرنے سے اور آپکی شفاعت سے  
 اپنے پروردگار کے سامنے کامیاب ہوں۔ کیونکہ خطاؤں نے ہماری پیٹھ  
 کو توڑ ڈالا ہے اور گناہوں نے ہمارے شانوں کو بوجھل کر دیا ہے اور آپ  
 شافع مقبول الشفاعۃ ہیں۔ جن سے بڑی شفاعت اور مقام محمود کا وعدہ  
 کیا گیا ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی جانوں  
 پر ظلم کر چکے تھے آپ کے پاس آتے۔ پھر وہ اللہ سے استغفار کرتے اور  
 رسول بھی انکے لئے استغفار کرتے تو بیشک وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان  
 پاتے اور ہم آپ کے پاس اپنی جانوں پر ظلم کر کے اپنے گناہوں سے استغفا  
 کرنے آئے ہیں۔ پس آپ اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کیجئے۔ اور  
 اس سے دعا کیجئے کہ ہم کو آپ کے طریقہ پر موت دے اور ہمارا آپ کے گرو

میں حشر کرے۔ اور ہمیں آپکے حوض پر پہنچائے اور آپکے جام سے  
 ہمیں سیراب کرے۔ اور ہم نہ رسوا ہوں نہ شرمندہ شفاعت کیجئے  
 یا رسول اللہ اے پروردگار بخشیدے ہمارے ہمارے اُن بھائیوں  
 کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کا کینہ  
 نہ رکھے اور پروردگار ہمارے تو شفقت کرینو الامہربان ہے +

زیارت کرنے والے کو چاہئے کہ جو دعاء وہاں پڑھے اُسکے معنی  
 ضرور معلوم کرے۔ معلمین زیارت جو دعائیں اسوقت پڑھاتے ہیں۔ اگر انکے  
 معنی نہ معلوم ہو سکیں تو پھر اپنی زبان میں بھی حسب قدر جی چاہے عرض معروض  
 کرے اور اپنے ذوق و شوق کو نہ روکے مگر ادب کا خیال ہمیشہ از پیش رکھے۔  
 بعض علمائے لکھنوی کہ اس مقام مقدس میں زیادہ کوئی بھی خلاف  
 ادب ہے۔ لہذا صرف صلوة و سلام پر اکتفا کرنا اولیٰ ہے مگر یہ بات ٹھیک  
 نہیں کیونکہ مشتاق دردمند ہزار تمنائوں کے بعد اس قدر مصائب سفر برداشت  
 کر کے اپنے جیب بندت میں پہنچا ہو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے دل کی  
 کیفیت اچھی طرح عرض نہ کرے۔ یہ بڑا ظلم ہے کہ اسوقت اس سے کہا جائے  
 کہ تو اپنے سوز و شکایت کو دل کی دل ہی میں رکھ جب اپنی عرض نیاز سے  
 فارغ ہو تو اپنے دوستوں میں جس شخص نے عرض سلام کی وصیت کی ہو اس کا  
 سلام حضرت سید المرسلین کی خدمت اقدس میں عرض کرے کہ یا رسول اللہ

فلاں ابن فلاں نے حضور کو سلام عرض کیا ہے حضور اس کے لئے پروردگار  
عالم سے شفاعت کریں۔

ناظرین میں جس اقبال مند خوش نصیب کو یہ دولت نصیب ہو اور حضرت  
رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے وہ مشرف ہو اس سے نہایت  
التجا کے ساتھ میری صیت ہے کہ اس ذرہ بمقدار کا سلام بھی اس کے آقائے  
نادر کو پہنچا دے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ادنیٰ اعلام ابوالبشیر محمد  
صالح بن مولوی مست علی مرحوم حنفی نقشبندی حشتی قادری گدی نشین نے  
حضور کی جناب میں سلام عرض کیا ہے اور آپ کے لطف و کرم اور رحمت و  
شفاعت کا امیدوار ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو  
رحمۃ للعالمین اور رُود و رحیم فرمایا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی  
رحمت و رافت تو خدا کی تمام مخلوق پر محیط ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
خدا کی مخلوق میں میں بھی ہوں بلکہ میں آپ پر ایمان لایا ہوں۔ اگرچہ نیک بندوں  
میں نہیں لیکن آپ کی امت کے گنہگاروں میں تو ہوں۔

تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاہے کنی بر حال لب خشکان نگاہے  
ذہ آخر رحمۃ للعالمینی ز محرومان چہ اغافل نشینی

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ  
جب حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اس طریقہ

سے سلام نیا زاپنا اور اپنے احباب کا عرض کر چکے تو حضرت امیر المومنین  
امام المتقین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے سامنے نہایت  
ادب سے کھڑے ہو کر اس عبارت میں سلام عرض کرے:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامُ  
عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ وَأَنْبِيَاءَهُ فِي الْغَارِ وَرَفِيقَهُ فِي الْأَسْفَارِ  
وَأَمِينَهُ فِي الْأَسْرَارِ جَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَوَّزَ إِمَامًا عَن نَّبِيِّهِ  
فَلَقَدْ خَلَقْتَهُ بِأَحْسَنِ خَلْفٍ وَسَلَكْتَ طَرِيقَهُ وَمِنْهَا جَدَّ خَيْرَ مَسَلِكٍ  
وَقَاتَلْتَ أَهْلَ الْبُرْدَةِ وَالْبِدْعِ وَمَهَّدْتَ الْإِسْلَامَ وَشَبَّدْتَ أَرْكَانَهُ فَكُنْتُ  
خَيْرًا مَا مَرَّ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ وَكَمْ تَزُولُ قَائِمًا بِالْحَقِّ نَاصِرًا لِلدِّينِ وَوَلَاةً  
حَتَّى آتَاكَ الْيَقِينِ سَلِّ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لِنَادِ وَأَمْرٍ حُبِّكَ وَالْحَشْرُ مَعَ حُرْبِكَ وَقَبُولِ  
زِيَارَتِنَا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ - (ترجمہ)

یعنی آپ پر سلام اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ آپ پر سلام ہو۔ اے

رسول خدا کے ہم نشین اور غار میں انکے انیس اور سفروں میں انکے رفیق اور انکے

رازوں کے امین اللہ آپ کو ہمازی طرف سے جزا دے۔ تمام جزاؤں سے بڑھ

کر جو اس نے کسی امام کو اسکے نبی کی طرف سے دی ہو بیشک آپ نے نبی کی خلافت

بہت اچھی کی اور انکے طریقہ اور روش پر چلے اور اپنے مرتدوں اور بدعتیوں سے

جنگ کی اور آپ نے اسلام کی بنیاد ڈالی اور اسکے ارکان بلند کر دئے پس آپ

بہت اچھے امام تھے اور آپ نے رسول خدا کے قرابت والوں کے ساتھ نیک

سلوک کیا اور ہمیشہ حق پر اور دین اور اہل دین کے مددگار رہے یہاں تک کہ

آپ کو موت آگئی۔ آپ اللہ سبحانہ سے ہمارے لئے اپنی محبت کے دوام اور

اپنی محبت میں محسوس ہونے اور ہمارے مقبول ہونے کی دعا کیجئے۔ آپ پر سلام

ہو۔ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

پھر حضرت امیر المؤمنین امام المتقین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے

سر مبارک کی محاذات میں اسی ادب کے ساتھ کھڑا ہوا اور انکو سلام کرے

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ الْإِسْلَامِ

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُكَبِّرَ الْأَضْمَانِ جَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ جَزَاءٍ لَقَدْ نَصَرْتَ

الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِينَ وَفَتَحْتَ مَعْظَمَ الْبِلَادِ بَعْدَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ

وَكَفَلْتَ الْآيَاتِ وَأَوْصَلْتَ الْأَرْحَامَ وَقَوَّيْتَ بِكَ الْإِسْلَامَ وَكُنْتَ

لِلْمُسْلِمِينَ إِمَامًا مَرْضِيًّا وَهَادِيًّا مَهْدِيًّا جَمَعْتَ شَمْلَهُمْ

وَاعْتَمَدْتَ عَلَيْهِمْ وَجَبَرْتَ كَسْرَهُمْ۔ (ترجمہ)

یعنی آپ پر سلام ہو اے امیر المؤمنین۔ آپ پر سلام ہو اے اسلام کے غالب

کرنیوالے آپ پر سلام ہو اے بتوں کے توڑنے والے اللہ آپ کو ہماری طرف سے

بڑی جزا دے۔ بیشک آپ نے اسلام کی اور مسلمانوں کی مدد کی اور بعد سید المرسلین

اکثر شہر آپ نے فتح کئے۔ اور آپ نے یتیموں کی کفالت کی اور رسول خدا کی

قربت والونکے ساتھ نیک سلوک کیا۔ اور اسلام آپ کے قوی ہو گیا۔ اور آپ  
مسلمانوں کے لئے پسندیدہ پیشوا اور ہدایت یافتہ راہ نما تھے۔ آپ نے مسلمانوں کی  
تفریق کو جمع اور انکے فقیروں کی مدد کی اور انکی شکستگی کا اندمال کیا۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں سے  
مخاطب ہو کر عرض کرے اس عبارت سے

السَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا صُحْبَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَدَفِيقَيْهِ وَوَزِيرَيْهِ وَالْمُعَاوِنِينَ لَهُ عَلَى الْفِيَامِ بِالْدِّينِ وَالْقَائِمِينَ  
بَعْدَهُ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ جَزَاكَمُ اللَّهُ أَحْسَنُ الْجَزَاءِ جِنَانًا لَنَا  
نَتَوَسَّلُ بِكُمْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعُ لَنَا وَيَسْئَلُ  
اللَّهُ رَبَّنَا أَنْ يَقْبَلَ سَعِينَا وَيُجِيبَنَا عَلَى طَلْتِهِ وَيَجْتَرَُّنَا فِي زُرْمَتِهِ

یعنی آپ دونوں پر سلام ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیٹنے والوں

اور آپ کے رفیق اور آپ کے وزیر اور آپ کے مشیر اور دین پر قائم رہنے میں آپکی مدد کرنے والوں

اور آپ کے بعد مسلمانوں کی مصلحت کو قائم رکھنے والوں۔ اللہ آپ دونوں کو عمدہ

جزا دے۔ ہم آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ آپ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے

تقرب کا ذریعہ بنائیں جس میں آپ ہماری شفاعت کریں اور ہمارے پروردگار

سے دعا کریں کہ وہ ہماری کوشش کو قبول کر لے اور ہمیں آپ کے مذہب پر

زندہ رکھے اور آپ کے گردہ میں ہمارا حشر کرے۔



پھر جس طرح پہلی بار حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا تھا۔ اسی طرح کھڑا ہوا اور پھر تضرع و زاری شروع کرے اور جو جو خواہشیں رکھتا ہو حضرت کے طفیل میں اللہ تعالیٰ سے مانگے اور بہت ذوق شوق کے ساتھ حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر کے وہاں سے ہٹے۔ اور حضرت ابو لہب ابہ رضی اللہ عنہ کے ستون کے پاس آ کر توبہ کرے اور جس قدر ممکن ہو نوافل پڑھے بعد اسکے اور آثار نبویہ کی زیارت کرے جو معلمین زیارت بتا دیتے ہیں پھر بعد اسکے جنت البقیع میں جائے اور وہاں کے مزارات مقدسہ کی زیارت کرے خصوصاً حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب عم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس بن عبد المطلب اور حضرت امام حسن اور بقیۃ النبی اہلبیت اور حضرت امیر المومنین امام المتقین عثمان بن عفان اور حضرت ابراہیم فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات اور حضرت صفیہ عمہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی صحابہ کی۔ پھر شہدائے احد کی زیارت کرے اور جب ہاں پہنچے تو یہ کہے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ يَا صِدْرَتِمْ فَنَحْمُ عُقْبَى الدَّارِ۔ یعنی آپ پر سلام ہو۔ آپ کے عوض میں۔ پس کیا اچھا ہے آپ

کے لئے آخرت کا گھر

ان تمام مشاہدہ و مزارات پر جا کر فاتحہ پڑھے۔ یعنی قرآن مجید کی

سُورتیں پڑھ کر ان کا ثواب ان ارواح مقدسہ کو پہنچائے۔ پھر ہفتہ کے دن یا جس دن ممکن ہو مسجد قبا کی زیارت کیلئے بھی جائے اور وہاں پہنچ کر کم از کم دو رکعت نماز بدایتِ شحیۃ المسجد پڑھے۔ جتنے دنوں مدینہ منورہ میں قیام ہو سکے۔ اسکو غنیمت سمجھے اور وہ زمانہ غفلت میں نہ کاٹے اور جس قدر ہو سکے عبادت اور طاعت حق تعالیٰ کی کرے اور ہر روز اکثر حصہ اپنے وقت کا حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میں صرف کرے۔ پھر یہ دولت کہاں نصیب ہوگی۔ یہ روضہ اقدس کہاں ملیگا۔ جو وقت ہے غنیمت ہے اپنا اکثر وقت مسجد شریف نبوی کی ملازمت میں صرف کرے وہاں اعتکاف کرے اور ہر قسم کی عبادت سے وقت کو آباد رکھے۔ نماز روزہ صدقہ غرض حسبِ عبادتیں ممکن ہوں اس مسجد مقدس میں کرے اور حسبِ قدر حصہ مسجد کا حضرت سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا بیشک وہ اس حصہ سے افضل ہے جو آپ کے بعد اس میں اضافہ کیا گیا پس اگر اس حصہ میں بیٹھنا ممکن ہو تو بہت بہتر ہے۔ اور کم سے کم ایک شب اس مسجد مقدس میں شب بیداری کرے اور اس رات کو اپنی تمام عمر کا خلاصہ اور ما حاصل سمجھے اور تمام رات عبادت میں کاٹ دے۔ بہتر ہے کہ اس رات میں اور کوئی عبادت نہ کرے۔ بلکہ صرف درود شریف کا درورکھے۔ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ

وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ۝

اگر اس شب میں نیند کا غلبہ ہو تو اسکو دفع کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ  
جسوقت اس امر کا خیال کریگا کہ میں کس مسجد مقدس میں بیٹھا ہوں اور  
حضرت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری مجھے حاصل ہے اسوقت  
نیند و غفلت کا اثر بالکل جاتا رہیگا۔

مسجد مقدس میں رات بھر رہنے کیلئے اگر کچھ حکام و خدام کی خوش آمد  
کرنی پڑے اور کچھ روپیہ خرچ کرنی کی ضرورت ہو بے تامل خوش آمد بھی کرے۔  
روپیہ بھی خرچ کرے اور جو جو باتیں کرنی پڑیں سب کرے اور اس دولت کو  
ہاتھ سے نہ دے۔

اس مسجد شریف میں جہتک ہے اپنے دل اور زبان اور تمام اعضاء کو  
لغو کلمات اور حرکات سے محفوظ رکھے اور سوا حضور اقدس نبوی کے اور  
کسی طرف متوجہ نہ ہو۔ اگر نہایت ضرورت کسی سے کلام کرنی ہو تو مختصر  
کلام کرے۔ پھر اسی جناب مقدس کی طرف متوجہ ہو جائے۔  
مسجد شریف کے ادب کا خیال خوب رکھے۔ تھوک وغیرہ وہاں نہ گرنے  
پائے۔ کوئی بال سرد اڑھی کا وہاں نہ ڈالے اگر پڑا ہو ادیچھے تو فوراً اٹھالے بعض  
لوگ چھوہائے کھا کر مسجد شریف میں اسکی گٹھالی دیتے ہیں یہ بھی خلاف ادب ہے  
جہتک مسجد مقدس میں ہے حجرہ شریفہ کی طرف نہایت شوق کی نگاہوں سے

نظر کرتا ہے اور کم از کم ایک قرآن مجید کا ختم اس مسجد عالی میں کرے اگر  
ممکن ہو تو کوئی کتاب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و فضائل  
میں اسکو پڑھے۔ یا کوئی شخص پڑھتا ہو تو اس سے سُنے۔

مدینہ منورہ کے رہنے والوں سے نہایت محبت اور ادب کے ساتھ پیش آئے  
اگرچہ ان میں کوئی بات خلاف شریعت دیکھے۔ پھر بھی انکی بُرائی نہ کرے۔

اور ان سے بخشونت نہ پیش آئے۔ ہاں نجیال امر بالمعروف نہایت  
ادب کے ساتھ نرم و شیریں الفاظ میں انکو اس فعل کی خرابی سے مطلع کر دے۔

جب مدینہ منورہ میں قیام کی مدت ختم ہو جائے اور اس مقام مقدس  
سے چلنے لگے تو مسجد شریف سے رخصت کرے۔ یعنی ہاں نماز پڑھ کے

و عامانگے اور حسرت کے ساتھ وہاں سے جدا ہو پھر حضور نبوی صلی اللہ  
علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہما کی زیارت حسب معمول کرے اور اللہ

تعالیٰ سے دعامانگے کہ پھر اس درگاہ اقدس کی زیارت اُسے مشرف فرمائے۔  
علامت مقبولیت دعا اور زیارت کی یہ ہے کہ اُسوقت بے اختیار

آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہوں اور دل میں یاس و حسرت بھری ہو۔ اگر خدا  
سزاوار کسی شخص پر نہ پیدا ہو تو وہ بتکلف اپنے اوپر اس حالت کو طاری

کرے پھر حضرت سے رخصت ہوتے وقت پیروں نہ لوٹے جس طرح کہ کعبہ  
بکرہ سے رخصت ہوتے وقت پچھلے پیروں لوٹتے ہیں کیونکہ یہ طریقہ سلف

سے منقول نہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جذب القلوب  
میں لکھا ہے کہ پچھلے پیروں لوٹنا صرف کعبہ کے ساتھ مخصوص ہے  
پھر جب اپنے وطن کی طرف چلے تو وہاں سے کچھ تحائف احباب  
واعزہ کیلئے ہمراہ لائے مثلاً مکہ معظمہ سے آب زمزم اور دینہ منورہ  
کی کھجوریں۔ پھر جب اپنے شہر کے قریب پہنچ جائے تو یہ دعا پڑھے:  
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا  
وَشَرِّ مَا فِيهَا اللَّهُمَّ اجْعَلْ لَنَا فِيهَا قَرَارًا وَرِزْقًا حَسَنًا

یعنی اے اللہ میں تجھ سے اس مقام کی خیریت اور ان چیزوں کی خیریت

بجو اس مقام میں ہیں طلب کرتا ہوں اور اس مقام میں ہیں۔ تیری پناہ

مانگتا ہوں۔ اے اللہ مجھے یہاں قیام اور عمدہ رزق عنایت فرما۔

جب اپنے شہر میں پہنچ جائے تو یہ دعا پڑھے:-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى  
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ أَيُّوبُ نَابِيُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّهِمْ حَامِدُونَ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَعَدَاهُ صِدْقٌ وَعَدَاهُ وَنَصْرَاهُ عَبْدُهُ حَزْمٌ  
الْأَحْزَابِ وَحْدَهُ وَأَعَزَّ جَدَّهُ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ

یعنی اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ ایک ہے کوئی اسکا شریک نہیں

اسی کی یاد شاہت اور اسی کی ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ہم لوگ اسکے گھر سے لوٹے ہوئے آرہے ہیں تو بہ کر رہے ہیں۔ عبادت  
 کر نیوالے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اس نے اپنا وعدہ سچا کیا  
 اور اپنی پناہ کی اور کافروں کی جماعت کو خود اکیلے بھگا دیا اور اپنے لشکر  
 کو غالب کر دیا۔ پس اس کے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔

چاہئے کہ مکان پہنچنے سے پہلے اپنے اعزہ کو خبر کرے کہ فلاں دن  
 فلاں وقت میں ہاں پہنچوں گا۔ بغیر اطلاع کے یکدم نہ پہنچ جائے۔ پھر جب  
 اپنے مکان پر پہنچ جائے تو مکان کے اندر جانے سے پہلے جو مسجد مکان کے  
 قریب ہو اس میں جائے۔ اس میں دو رکعت نماز پڑھے اور خدا تعالیٰ کا  
 شکر کرے کہ اس نعمت عظمیٰ پر حق تعالیٰ نے اسے فائز کیا۔ بعد اسکے اپنے  
 مکان پر جائے پھر جب اپنے گھر میں پہنچ جائے تو دو رکعت نماز شکر پڑھے  
 اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا دل سے شکریہ ادا کرے۔

اس مبارک سفر سے لوٹنے کے بعد یہ سمجھ لے کہ میں تجدیدِ توبہ  
 کر چکا ہوں اور توبہ بھی کسی اور کے سامنے نہیں۔ بلکہ وہ توبہ جو حضرت  
 سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہوئی۔ لہذا اس امر کا عزم قوی  
 رکھے کہ میں اب کبھی اس توبہ کو نہ توڑوں گا اور حق جل شانہ سے ہر نماز کے  
 بعد خصوصاً بعد نماز صبح کے دعا کرے کہ الہی مجھے اس توبہ پر قائم رکھ اور  
 اپنی نافرمانیوں سے بچا اور اپنی فرمانبرداری کی توفیق دے اور ایمان پر سیرِ خاتمہ کرے۔

کریں التجا کس سے ہم اینچدا  
 سوا تیرے مشککشاکون ہے  
 تو فرمانروا ہم ہیں فرماں پذیر  
 کیا ہم نے یہ جان دل سے قبول  
 ہمارا یہ ایمان بالغیب ہے  
 بھلا کیونکہ ہو یہ ہماری مجال  
 مگر نفس و شیطان کے لکر و فریب  
 جہاں پھونکا اک سوسہ کان میں  
 پڑا جس گھڑی معصیت کا حجاب  
 دکھاتا ہے شیطان ادھر اپنا رنگ  
 بچھے ہر طرف نفس و شیطان کے جاں  
 کٹی ہائے غفلت میں عمر عزیز  
 کئے فعل ہم نے بہت ناسزا  
 خطائیں میری غفور کراے کریم  
 ہے افسوس پاس ایک خوشہ نہیں  
 مدد میری اے میرے رحمان کر  
 رکھ ایسا محبت میں ثابت قدم  
 نہیں دوسرا کوئی تیرے سوا  
 غریبوں کا والی بتا کون ہے  
 ہم افتادہ بیکس ہیں تو دستگیر  
 کہ سچا ہے تو اور تیرا رسول  
 کہ تو سب کا معبود لاریب ہے  
 نہ مانیں تیرا حکم اے ذوالجلال  
 لئے لیتے ہیں عقل و صبر و شکیب  
 تزلزل پڑا دین و ایمان میں  
 نہیں سو جھٹا کچھ ثواب و عذاب  
 ادھر نفس امارہ کرتا ہے تنگ  
 بچا اپنی قدرت سے اے ذوالجلال  
 نہ کی نیک بد میں ذرا کچھ تمیز  
 ہوئی ہم سے واقع خطا پر خطا  
 کہ ہے ذات تیری غفور رحیم  
 سفر ایسا دور اور تو شہ نہیں  
 میری سخت منزل کو آسان کر  
 کہ غافل نہ ہوں تجھ سے میں ایک دم

رہوں یا کہ دنیا سے جاؤں گذر نہ نکلوں تیرے حکم سے ذرہ بھر  
 ہیں دنیا میں جو مہرباں اور شفیع یہ سب جیتے دم تک ہیں اپنے رفیق  
 پھر انجام جس دن دم آخر ہوا ہوں سب قبر میں رکھ کے اک اک جدا  
 نہ پوچھیں گا تربت پہ آکر کوئی کہ اے خستہ تن کیا ہے حالت تیری  
 مگر تجھ سے امید ہے اے خدا کہ ہر حال میں تو ہو مولیس میرا  
 نہ رسوا مجھے اے خدا کیجئے میری شرم محشر میں رکھ لیجئے  
 عمل پر نہیں زعم بالکل مجھے ہے خیر الوری کا تو تسل مجھے  
 خطائیں میری بخش یا رب تمام طفیل پیہر علیہ السلام  
 قیامت تک بھیج یا رب دم پیہر پہ اپنے درو اور سلام

## متفرق مضامین

صحیح روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ عورتوں سے نکاح کیا جن میں سے نو وفات کے وقت موجود تھیں جنکا مفصل ذکر تو "الرسالت" کے کسی حصہ میں لکھا گیا ہے مگر مختصر بیان اس جگہ ناظرین کی دلچسپی کے لئے کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ سب سے پہلے ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہما حضور کے نکاح میں آئیں۔ یہ خویلد بن اسد کی صاحبزادی تھیں۔ نکاح کے وقت



ان کی عمر تو چالیس سال کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پچیس سال کی تھی۔ آپ انکے تیسرے خاوند تھے۔ چنانچہ انکا نکاح پہلے عتیق بن عابد سے ہوا تھا۔ اسکی وفات کے بعد ابو ہالد بن زرہ سے ہوا۔ اسکی وفات کے بعد جناب رسالت سے ہوا۔ سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے، باقی تمام اولاد آپکے ہی بطن اطہر سے پیدا ہوئی۔ آپ کا انتقال ہجرت سے تین سال پہلے ہوا۔

(۲)۔ پھر آپ نے سودہ بنت زمعہ قریشیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا

ان کا نکاح پہلے سکران بن عمر سے ہوا تھا۔ اسکی وفات کے بعد جناب رسالت کے نکاح میں آئیں۔

(۳)۔ پھر تھوڑی مدت بعد آپکا نکاح عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اس وقت انکی عمر چھوٹی تھی ہجرت کے پہلے سال جبکہ انکی عمر نو سال کی تھی۔ رخصت ہو کر آئیں۔ اور آپکی

بیبیوں میں صرف یہی ایک کنواری تھیں۔ آپ تمام عورتوں میں زیادہ فقیہ اور بڑی عالمہ اور سب سے زیادہ خوبصورت تھیں۔ اٹھارہ برس

کی عمر میں بیوہ ہو گئیں اور ۵۸ ہجری المقدس میں وفات پائی۔

(۴)۔ پھر آپ نے حفصہ بنت فاروق رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ انکا

نکاح پہلے خنیس بن حذافہ سے ہوا تھا۔ اس کی وفات کے بعد جناب

رسالتِ مآب کے نکاح میں آئیں ۛ

(۵)۔ پھر آپ نے زینب بنت خزیمہ قیسیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

انکا نکاح پہلے جہم بن عمر سے ہوا۔ پھر اسکی وفات کے بعد عبیدہ بن

الحرث سے نکاح ہوا۔ پھر جب اسکا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ لیکن دو ماہ کے بعد فوت ہو گئیں ۛ

(۶)۔ پھر آپ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ پہلے انکا نکاح سلمہ

بن ابی سلمہ بدری صحابی رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ جب وہ جنگ احد میں شہید

ہوئے تو غزوہ احزاب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے

نکاح کر لیا۔ اور ان کی وفات سب کے بعد ہوئی ۛ

(۷)۔ پھر آپ نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ یہ

آپکی چھوٹی زادی تھیں۔ پہلے یہ آپکے آزاد غلام زید بن حارثہ رضی اللہ

عنہ کے عقد میں تھیں۔ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

سب بیبیوں سے پہلے ان کی وفات ہوئی ۛ

(۸)۔ پھر آپ نے جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ پہلے

یہ سافع بن صفوان مصطکی کے نکاح میں تھیں۔ غزوہ بنی مصطلق کے زمانہ

میں قید ہو کر آئی تھیں۔ آزاد کئے جانیکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان سے نکاح کیا ۛ

(۹)۔ پھر آپ نے جبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔  
 پہلے یہ عبداللہ بن حبش اسدی کے نکاح میں تھیں۔ اسکی وفات کے بعد  
 یہ حبشہ میں ہجرت کر کے گئی ہوئی تھیں۔ بواسطہ وکیل ۳۲ ہجری المقدس  
 میں آپ سے نکاح ہوا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ کا انتقال ہوا۔

(۱۰) پھر آپ نے صفیہ بنت یحییٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ پہلے یہ  
 سلام بن مشکم کے نکاح میں تھیں اسکے بعد کنانہ بن ربیع کے نکاح میں آئیں۔  
 جنگ خیبر کے قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئیں۔ آزاد کئے جانیکے بعد رسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔ ۳۶ ہجری المقدس میں ان کا

انتقال ہوا۔

(۱۱)۔ پھر میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا۔  
 پہلے یہ ابی اہم بن عبدالعزیز کے نکاح میں تھیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

ان گیارہ میں سے دو یعنی خدیجہ الکبریٰ اور زینب رضی اللہ عنہا  
 آپ کے سامنے انتقال کر گئیں اور باقی تو آپ کی وفات کے وقت زندہ  
 تھیں۔ بعض منکوحات و محظوبات کا اور بھی ذکر آیا ہے۔ مگر ان  
 میں اقوال متفق نہیں ہیں۔

## سراری

سراری یعنی وہ کنیزیں جو بہستری کیلئے ہوں اول ہاریہ رضی اللہ عنہا  
 جنکے بطن پاک سے ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ دوم ریحانہ رضی اللہ عنہا  
 سوم جمیلہ رضی اللہ عنہا۔ چہارم وہ لونڈی جو زینب رضی اللہ عنہا نے  
 بہہ کر دی۔

## اولاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں  
 تھیں۔

صاحبزادے (۱)۔ قاسم جو بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ ان ہی سے  
 آپ کی کنیت ابو القاسم ہے۔ ابراہیم جو ہاریہ قبیلہ کے بطن سے پیدا ہوئے  
 شیرخوارگی میں انتقال کر گئے (۲) طیب (۳) طاہر بقول صحیح بعد نبوت  
 پیدا ہوئے۔ یہ بھی بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔

صاحبزادیاں (۱) رقیہ (۲) زینب (۳) ام کلثوم (۴) فاطمہ ان میں  
 زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ رقیہ رضی اللہ  
 عنہا کا نکاح عتبہ بن ابولہب سے ہوا پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

سے ہوا۔ جب رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو پھر ام کلثوم رضی اللہ  
 عنہا آپ کے نکاح میں آئیں۔ اسی واسطے آپ کا لقب ذوالنورین مشہور  
 ہو گیا۔ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب  
 رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

## موالی یعنی غلام و کنیز

غلام (۱) زید بن حارثہ (۲) سلمہ (۳) ابورافع (۴) ثوبان (۵) ابوبکیر (۶)  
 سلیم (۷) شقران (۸) رماح (۹) یسار (۱۰) مدعم (۱۱) کرکرہ (۱۲) نجشہ  
 (۱۳) سفینہ (۱۴) انیسہ (۱۵) فلاح (۱۶) عبیدہ (۱۷) طہمان (۱۸) کیسان (۱۹)  
 ذکوان (۲۰) مہران (۲۱) مروان (۲۲) حنین (۲۳) سند (۲۴) فضالہ  
 (۲۵) بوڑ (۲۶) واقد (۲۷) ابوڑ (۲۸) واقد قسام (۲۹) ابو عسیب (۳۰)  
 ابو موسیٰ (۳۱) ابو موسیٰ (۳۲) ابو موسیٰ (۳۳) ابو موسیٰ (۳۴) ابو موسیٰ (۳۵)  
 کنیزیں۔ (۱) سلمیٰ (۲) ام رافع (۳) میمونہ بنت سعد (۴) خضیرہ (۵)  
 رضوی (۶) رشیحہ (۷) ام ضمیرہ (۸) میمونہ بنت ابی عسیب (۹)  
 ماریہ (۱۰) ریحانہ (۱۱)

## خدا م

خدا م گھر کے یا خاص خاص کاروبار کرنے والے خادم۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ اکثر کام کاج کرتے تھے (۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ نفل اور سواک کی خدمت پر مامور تھے۔ (۳) حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ یہ سفر میں حجر کے ساتھ رہتے تھے (۴) حضرت اسلم بن شریک رضی اللہ عنہ یہ ناقہ کے ساتھ رہتے تھے۔ (۵) حضرت بلال رضی اللہ عنہ آدو خرچ ان کی تحویل میں تھا (۶) سعد ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ (۷) امین بن عبید رضی اللہ عنہ یہ وضو اور استنجاء کی خدمت پر مامور تھے۔ (۸) معیقب رضی اللہ عنہ انکے پاس انگشتری رہتی تھی۔

## مُوزَن

مُوزَن کل چار تھے۔ دو مدینہ منورہ میں (۱) بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ۔ ایک قبا میں حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ ایک مکہ معظمہ میں ابو محذرہ۔

## حَارِسِین

حَارِسِین یعنی وہ لوگ جو پہرہ چوکی میتے تھے (۱) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یوم بدر میں (۲) حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ یوم احد

میں (۳) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ یوم خندق میں (۴) عباب بن بشیر رضی اللہ عنہ بھی بعض اوقات یہ کام کرتے تھے مگر جب یہ آیت وَاللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی آپ نے پہرہ چوکی کو یکدم موقوف کر دیا ہے

## کاتبین

آپ کے کاتب یعنی منشی یہ تھے (۱) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۵) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (۶) حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۸) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۹) حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ (۱۱) حضرت حنظلہ بن ربیع اسدی رضی اللہ عنہ (۱۲) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (۱۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (۱۴) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (۱۵) حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ (۱۶) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ (۱۷) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ یہ اکثر اس کام کو کرتے تھے

## ضاربِ اعناق

یعنی جو لوگ آپکی پیشی میں واجب القتل مجرموں کی گردن مارتے تھے  
 (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ (۳) حضرت  
 مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ (۴) حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ (۵) حضرت  
 عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ (۶) ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ

## شعراء و خطباء

شعراء و خطباء یعنی اسلام کی حمایت میں نظم کہنے والے اور تقریر کرنے  
 والے (۱) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عبداللہ بن رولحہ  
 رضی اللہ عنہ (۳) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ یہ سب شاعر  
 تھے۔ (۴) مقرر حضرت ثابت قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے  
 اے عاشقانِ مفتوں صلو علی محمد  
 بادیدہ ہائے پرخوں صلو علی محمد

## آپ کا خلیہ مبارک

صد ہزاراں قالب اندر صورتِ حسن و جمال  
 ریختند اماز تو مطبوع ترکم ریختند



سینوں میں حسین ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے  
 وہ نبیوں میں نبی ایسے کہ نضر انبیا ٹھہرے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رنگت سرخ و سفید۔ قد درمیانہ سے کسی قد  
 اونچا۔ لیکن مجمع میں سب سے بلند و بالا معلوم ہوتا تھا۔ چہرہ مبارک نہایت  
 خوبصورت مدور مگر قدرے کتابی تھا۔ آنکھیں زرگین۔ ابرو باریک و خدا  
 ڈولوں میں نورانی فاصلہ ناک باریک و بلند حسن کے قالب میں ڈھلی ہوئی  
 ہونٹ باریک و سرخ۔ کشادہ پیشانی۔ درونداں کی لڑیاں۔ درعدن کو  
 شرماتی تھیں۔ گردن بلند و سطر۔ پیچھے سے ایسی دکھائی دیتی تھی کہ جیسے صاف  
 چمکتی ہوئی چاندی سر پر گھونگر والے بال جو کنگھی کر نیکیے بعد بل کھا کر بہت  
 ہی بھلے معلوم ہوتے تھے۔ داڑھی بھری ہوئی جو گرد نہایت خوبصورت  
 رنگت کی چمک اور سفیدی بالوں کی تیز سیاہی عجب دلکش تھی۔ بازو او  
 ر بازو نہیں بھری ہوئیں۔ دست دراز ہاتھوں کی ہتھیلیاں پر گوشت اور  
 ریشم سے زیادہ نرم۔ سینہ سے ناف تک نہایت باریک بالوں کی  
 سیلی۔ اس گورے بدن پر کیا ہی حسن افزا تھی۔ نہ آپ موٹے تھے  
 نہ پتلے و بلے خشک تھے۔ بلکہ متوسط۔ چلنے میں قدم زمین پر اس  
 تیزی اور زور سے پڑتا تھا کہ جیسے اوپر سے نیچے اترنے میں پڑتا ہے  
 پاؤں نور کے سانچے میں ڈھلے ہوئے چکنے اور سرخ و سفید تلوے

گلاب کی طرح بہا را فزا تھے۔ آپ نہایت طاقتور شہسوار باہمیت و با  
 وقار تھے۔ چہرے پر شہنشاہی اور اقبال کا نور چمکتا دکھائی دیتا تھا۔  
 آپ کو سینکڑوں ہزاروں میں بیٹھے ہوئے اجنبی شخص بھی پہچان لیتا تھا۔  
 کہ آپ ہی سید المرسلین ہیں۔ پسینہ سے نہایت عمدہ خوشبو آتی تھی۔ ایک  
 صحابی کہتے تھے کہ چودھویں رات کا چاند بھی جلوہ گر تھا۔ اور حضور بھی  
 ایک حلقہ اصحاب میں بیٹھے ہوئے تھے میں کبھی چاند اور کبھی چہرہ منور  
 کو دیکھتا تھا۔ چاند سے بدرجہا بڑھ کر چہرہ میں چمک اور خوبصورتی نمایاں  
 تھی۔ کلام نہایت فصیح اور مختصر اور پست آواز سے ہوتا تھا۔ چیخ کر بولنے  
 سے نفرت تھی۔ آپ کی مجلس میں لوگ ایک دوسرے سے بات کرتے  
 تھے۔ تو پاس والے کو سنائی نہ دیتی تھی۔ آنکھوں میں قدرتی سرمہ  
 لگا ہوا تھا۔ الغرض محبوبیت آپ پر سے نثار اور حسن صدقے  
 ہوتا تھا۔ کسی کو ایک بار دیکھنے کے بعد قرار نہ آتا تھا جب تک کہ  
 بار بار نہ دیکھتے اور جس قدر دیر تک دیکھتے جاتے دل ہی نہ بھرتا تھا  
 چلنے بیٹھنے۔ لیٹنے۔ کھانے پینے کلام کرنے سکوت میں نیچی نگاہ  
 کرنے میں گوشہ چشم سے دیکھنے میں ایک عجیب قدرتی دلربائی تھی۔

فَانظُرْ لَادَوْصَانِ خَيْرِ الْخَلْقِ فِي مَدِيْنَةِ كَامِهَاتِ الْوَشْيِ اِذْ تَزْهُو بِهِنَّ الْحَبْرُ

تم خیر الخلق کے اوصاف کو میرے مداح میں دیکھو۔ گو یادہ نقش و نگار میں جبکہ اس پر دھاریہ اکر پڑا فخر کرتا ہے۔

بُرُودٌ رَحِيمٌ رَأَتْهُ خُلُقٌ      مِثْلُ النَّيْمِ فَلَا فِظٌّ وَلَا ضَجْرٌ

آپ محسن میں شفیق میں رحیم میں زینت وہی آپ کو ایسے اخلاق نے  
جو مثل بادبھاری کے مفرج ہیں آپ پرشت خو ہیں نہ ننگ اخلاق ہیں

يُلْفَى أَشَدَّ حَيَاءً مِنْ كُحْرِهِ      عَدْرَاءُ فِي حُدْرَاهَا قَدْ نَزَّهَا الْخَفْرُ

آپ حیا میں اس پر وہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ پائے جاتے ہیں  
جو پردہ میں رہتی ہو اسکو حیا نے زینت دی ہو

فَاقَ النَّبِيِّينَ أَخْلَاقًا وَمُعْجَزَةً      وَرُتَبَةً فَلَهُ التَّقْدِيمُ إِنْ حَصَرُوا

تمام انبیاء علیہم السلام سے اخلاق اور معجزہ اور رتبہ میں  
فاق ہو گئے ہیں تو اگر سب جو ہوں تو حق تقدیم آپ کے لئے ہی ہے

مَكْمَلُ الْخَلْقِ لَا خَلْقٌ يُشَابِهُهُ      لَهُ إِعْتِدَالٌ فَلَا طَوْلٌ وَلَا قَصْرٌ

آپ صورت جہان میں بھی مکمل ہیں کہ کوئی خلق آپ کے مشابہ نہیں  
آپ میں اعتدال تھا نہ طول تھا نہ کوتاہی تھی۔

مُشْرَبٌ لَوْنُهُ الْمَبِيضُ مَنظَرُهُ      بِحُمْرَةِ وَمَحْيَاةٌ هُوَ الْقَمَرُ

آپ کے سفید منظر رنگ میں سرخی دکھتی تھی  
اور آپ کا چہرہ مثل چاند کے تھا

صَلَتْ الْجَبِينِ أَزْجُرُ الْحَاجِبِينَ كَحَيْلِ الْعَيْنِينَ مِنْ حُسْنِهِ لَا يَشْبَعُ النَّظْرُ      سِرْمِينَ حَيْثُمْ كَرَّ أَيْكَةَ حَسَنِ سِرْمِهِ هَبَّتْ تَهَيُّ

آپ کشادہ پیشانی تھے اور باریک ابرو  
سرگمین چشم کہ آپ کے حسن سے نگاہ سیر نہ ہوتی تھی

أَسِيلٌ خَدَّيْهِ الثَّعْرُ بِأَسْمِهِ      مُفْلَجٌ أَبْيَضٌ الْإِنْسَانُ مَا الدُّرُّ

سبک رخسار تھے خوشگوار رخسار ان کے تھے دانتوں کے درمیان نیچیں تھیں اور نہ دانتوں تھے ان کے روبرو موتی کی حقیقت تھی

أَفْنَى الشُّرْطُونِ الْجَمِيدِ مُشْرِقُهُ      مِثْلُ اللَّحْيَيْنِ الْمُصَفَّى فَا بَعْدَكَ

بلند بینی اور باریک بینی دراز گردن اور روشن گردن اس کو چاندی  
کے مثل تھی جو صاف کی ہوئی ہو جس میں میل نہ رہا ہو

ذَوِ حَيَّةٍ كَثَلَتْ ذَانَتْ فَحَاسِنُهُ      كَمَا يَزِينُ عَيُونُ الْعَادَةِ الْخَوْرُ

ذو حیا کی کثرت ذانت فحاسنہ  
کما یزین عیون العادۃ الخور

گنجان ڈاڑھی والے تھے جس پر آپ نے حسن اور زینت دیدی جیسا نازک اندام عورت کی آنکھوں کو آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کی تیزی دیتی ہے

وَلَيْتَنِي تَبْلُغُ الْأُدُنِينَ عَاطِرَةً ۝ كَأَيْسَرَ لَوْنًا وَعَرَفًا حِينَ يَنْتَشِرُ ۝

سر پر بال رکھتے تھے جو کاؤں تک پہنچتے تھے اور معطر تھے مثل مشک کے رنگ میں اور خوشبو میں جیہ خوشبو پھیلتی تھی

ضَخْمُ الْقَرَادِيسِ حُبُّ الصَّدْرِ وَسَعَةُ ۝ تَرَى بِهِ شَعْرَاتِ حَظْمَا الْقَدْرِ ۝

آپ کے جوڑ بند پڑے تھے اور سینہ فراخ اور واسع تھا اس پر چند بال نظر آتے تھے جنکو قدرت اللہ نے خدا کے طور پر بنایا تھا

شَتْنُ الْأَكْفِ خَمِيصُ الْبَطْنِ وَوَعْنُ ۝ مَطْوِيَّةٌ طَالَمَا يُطْوَى بِهَا الْحَجْرُ ۝

آپ کی ہتھیلیاں پر گوشت نہیں اور شکم تپلا اور خالی تھا۔ اس میں گرگیل سے شکن پڑے رہتے تھے اور کثرتاً اس سے پھوٹتا رہتا تھا

عَبْلُ الذِّرَاعَيْنِ وَالسَّاقَيْنِ مُمْتَلَأٌ ۝ إِزَارُهُ لِيَنْصِفَ السَّاقَ يَتَرَا ۝

دونوں دست اور ساقیں بڑے تھے اور بدن کے پر گوشت ہونے سے تمام پر رہتا تھا اور آپ نصف ساق تک تمدد یا نہتے تھے

سَجِيَّةٌ عِنْدَ مَا يَمْشِي تَمَائِلُهُ ۝ تَخَالُ عَنْ صَبِيحَانِ سَارِيَتَيْهِ ۝

آپ کی عادت چہنے کے وقت جھکائے کے ساتھ چلنے کی تھی یہ خیال ہوتا تھا کہ گویا چلنے کے وقت کسی شیب کی طرف اتر رہے ہیں

يَفُوحُ مِنْ عَرَقٍ مِثْلَ الْجَمَانِ لَهُ ۝ شَدُّ الظِّلِّ الْغَوَائِي مِنْهُ تَقَطُّرُ ۝

آپ کے پسینہ میں جو چاندی کی مٹیوں کے مشابہ تھا خوشبوئے مشک جھکتی تھی کہ حسین ریشم کو بجائے عطر کے لگاتی تھیں

ما عاشقان جلوہ رودے محمدیم ۝ مشوریدگان نافہ موئے محمدیم

اندر مشام ما نرسد بوئے زلف کس ۝ دلدادگان نکمت بوئے محمدیم

بیہودہ کس قدم نہند در طریق ما ۝ ما سالکان مسلک کوئے محمدیم

اسے نصر بر تو حالِ ظلم آشکار شد کہ ہر سوئے مزید بسوئے محمدیم

## آپ کی قوت بصر و بصیرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقل میں سب پر ترجیح رکھتے ہیں  
رائے میں سب سے افضل تھے اور آپ ظلمت میں بھی اس طرح دیکھتے تھے  
جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے۔ جیسا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا  
نے روایت کیا ہے۔ اور آپ دُور سے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا  
کہ نزدیک سے دیکھتے تھے۔ اور پیچھے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح  
سامنے سے دیکھتے تھے۔ اور آپ نے بیت المقدس کو مکہ معظمہ سے  
دیکھ لیا تھا۔ جبکہ قریش کے سامنے اُس کا نقشہ بیان فرمایا جب آپ نے  
مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی اُس وقت خانہ کعبہ کو دیکھ لیا تھا  
اور آپ کو ثریا میں گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے۔

بفرست در و دوازل و جاں بوع نبی را زین تخم بکن شاد و رسولِ عربی را

## آپ کا طعام

آپ بہت کم کھاتے اور بہت ہی کم سوتے۔ کھاتے ہوئے  
سہارا لگا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ یعنی نہ ایسی چیز کا سہارا لیتے جو آپ کے

نیچے ہوتی جیسے گدا وغیرہ نہ کبھی کروٹ پر ہاتھ یا تکیہ کے سہارے بوجھ  
 دے کر بیٹھتے تھے۔ آپ کی نشست کھانیکے لئے ایسی ہوتی جیسے کھڑے  
 ہونیکے لئے کوئی تیار ہو کر بیٹھتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں غلام کی  
 طرح بیٹھتا ہوں۔ آپ کا سونا داہنی کروٹ پر ہوتا تھا۔ تاکہ قلت  
 منام میں معین ہو۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے کبھی متواتر تین روز بھی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا۔ یہاں تک  
 کہ آخرت کو روانہ ہو گئے۔

حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ کا بستر ایک ٹاٹ  
 تھا۔ کبھی کبھی آپ چار پائی پر آرام فرماتے جو کھجوروں کی بان کے  
 بنی ہوتی۔ حتیٰ کہ آپ کے پہلو مبارک میں اس کا نشان پڑ جاتا۔

## آپ کی تنگ معیشت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا شکم کبھی پیٹ بھرائی غذا سے پر نہیں ہوا۔ کسی سے شکوہ کا  
 اظہار نہیں کیا۔ فاتحہ آپ کو بہ نسبت تو نگرہی کے زیادہ محبوب تھا۔  
 دن بھر بھوکے گزار دیتے۔ رات بھر بھوک سے کروٹیں بدلتے رہتے

اگر آپ چاہتے تو اپنے رب سے تمام روزے زمین کے خزاں اور اسکی  
پیداوار اور اسکی فراغ عیشی کا سامان مانگ لیتے۔ لیکن آپ ہی  
فرمایا کرتے کہ مجھ کو دنیا سے کیا علاقہ میرے الو العزم پیغمبر بھائیوں  
نے اس سے زیادہ سخت حالت پر صبر کیا اور اپنی اپنی حالت پر  
گذر گئے ۵

قَضَى لِمَرِّكَ يَوْمًا مَدْرًا كَأَسْبَغًا مِنْ الشَّعِيرِ وَكَانَتْ فُرْشَةُ الْحَصْرِ

جاں فدائے تو یا رسول اللہ

دل گدائے تو یا رسول اللہ

فارغ از ابتلائے کونین است

بتلائے تو یا رسول اللہ

گر بنیام بجائے سرمہ کشم

خاک پائے تو یا رسول اللہ

کاش سروئے من زباں گرد

در شنائے تو یا رسول اللہ

از بہر خلق گشتہ بیگانہ

آشنائے تو یا رسول اللہ

اے عاشقانِ منتوں صَلُّوا عَلَيَّ مُحَمَّد

بادیدہ ہائے پرخوں صَلُّوا عَلَيَّ مُحَمَّد

## آپ کی قوتِ بدنیہ

آپ کی قوت کی کیفیت تھی کہ آپ نے رکانہ کو جو اپنے اہل زمانہ میں  
بہت قوی مشہور تھے کشتی میں گرا دیا۔ جبکہ ان کو اسلام کی دعوت دی اور

انہوں نے اپنے اسلام کو اس پر معلق کیا کہ مجھ کو کشتی میں گرا دیجئے اور  
 قبل زمانہ اسلام کے آپ نے ابورکانہ کو کشتی میں گرا دیا تھا۔ وہ دوسری  
 تیسری بار پھر آپ کے مقابل ہوا۔ آپ ہر بار میں اسکو بچھاڑ دیتے تھے  
 اور آپ تیز چلتے تھے کہ جیسے زمین لٹی چلی آرہی ہو۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ  
 فرماتے ہیں کہ ہم بڑی کوشش کرتے تھے کہ آپ کے ساتھ چل سکیں۔  
 اور آپ کچھ اہتمام بھی نہ فرماتے تھے۔ پھر بھی ہم تھک جاتے تھے  
 اور آپکا ہنسنا تبسم ہوتا تھا۔ جب گوشہ کی کسی چیز کو دیکھتے تھے۔ تو  
 پورے اس طرف مڑ کر دیکھنے یعنی وزویدہ نظر سے نہ دیکھتے۔  
 جگر تشنگانیم از رہ رسیدہ نرحم علینا بہما و ترحم  
 توئی یا رسول اللہاں بر رحمت کہ باشد محیط از عطا ئے تو یک نم

## آپ کا کلام

آپ عرب کی تمام زبانیں جانتے تھے۔ ام معبد رضی اللہ عنہ کہتے  
 ہیں کہ آپ شیریں کلام اور واضح بیان تھے۔ نہ بہت کم گو تھے۔ کہ  
 ضروری بات میں بھی سکوت فرمائیں اور نہ زیادہ گو تھے۔ کہ غیر  
 ضروری امور میں مشغول ہوں آپکی گفتگو ایسی تھی جیسے موتی کے  
 دانے پر دوئے گئے ہوں آپکے کلمات میں نہایت وضاحت



ہوتی تھی۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت ہے کہ آپ اس طرح  
کلام فرماتے کہ اگر کوئی شمار کرنے والا الفاظ کو شمار کرنا چاہتا تو شمار  
کر سکتا تھا۔

لَا يَحْكُمُ النَّأءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

## آپ کا لباس

آپ سفید لباس زیادہ پسند فرماتے تھے۔ نیچے ازار۔ اوپر عربی کڑتہ  
سر پر عمامہ پاؤں میں چپل (ایک قسم کی جوتی) ہاتھ میں عصا۔ اوپر ایک  
چادر لاکھ لاکھ خوبصورتی نمایاں کرتی تھی۔ آپ نے پاجامہ بھی پہنا ہے  
قبا بھی زیب تن فرمائی ہے۔ جیتہ بھی پہنا ہے مین کی مخطط لونگیوں  
کو بھی پسند فرماتے تھے۔ ہر وقت پاک صاف رہتے تھے۔ سر اور  
دائرھی میں کنگھی بھی کرتے اور تیل بھی ڈالتے تھے۔

سروں سے نہیں قسریں جاں سے نہیں صدقے دو عالم آپ پر یا رحمۃ للعالمین صدقے  
تو وہ محبوب خالق ہے کہ جس پر یا رسول اللہ جہان بھر کی تھیں جتنی خوبیاں ہویں صدقے  
شراب پاک نعلیں حبیب حق تعالیٰ پر رگ جان ملک تا رنگاہ حوریں صدقے

تراروضہ وہ دلکش ہے کہ جس پر یا رسول اللہ

بہار عرش صدقے تربت خلد بریں صدقے

# آپ کے اخلاق

آپ لوگوں کے ایذا دینے پر سب سے زیادہ صابر تھے اور سب سے بڑھ کر حلیم تھے۔ برائی کرنے والے سے درگزر فرماتے تھے۔ اور جو شخص آپ سے بدسلوکی کرتا تھا۔ آپ اس سے سلوک کرتے تھے۔ جو شخص آپ کو نہ دیتا۔ آپ اس کو دیتے۔ جو شخص آپ پر ظلم کرتا۔ آپ اس سے درگزر فرماتے۔ اور کسی کام کے دو پہلوؤں میں جو آسان ہوتا آپ اس کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ نہ ہوتا۔ اس میں متبعین کے لئے آسانی کی رعایت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا۔ حتیٰ کہ سیرت ابن ہشام میں مروی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے احد کے روز آپ پر پتھر چلایا۔ اس سے آپ کا دندان رباعیہ زیرین جانب راست کا شکستہ ہو گیا۔ اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ان پر بددعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے میرے اللہ میری قوم کو ہدایت کیجئے۔ کیونکہ انکو خبر نہیں۔ کتنا بڑا صبر ہے۔ اور اسی لئے آپ کو رحمتہ للعالمین کا خطاب بارگاہ ایزدی سے ملا۔ آپ نے کبھی کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ نہ

کسی عورت کو مارا۔ نہ کسی خادم کو مارا۔ ۵

بابلیم نالاں گلزارِ محمد ما نرگسیم حیراں دیدارِ محمد

تمری بسرو ناز و بلبل گل فریب ما عا شقیم بے دل دلدارِ محمد

از خوشتر ندامت جز اینقدر کہ گویم ما قطرہ ایم بحرِ ذخارِ محمد

مارا غم جزائے روز جزا نباشد باشد چوروز محشر غمخوارِ محمد

اے نصر بزمِ باہم جز نام او نباشد ما طویم خوشگو گفتارِ محمد

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے کبھی کوئی چیز نہیں

مانگی گئی جس پر آپ نے انکار فرما دیا ہو کسی نے خوب کہا ہے ۵

یونہی ہلا بر زبان مبارکش سرگز مگرداشد ان لا الہ الا اللہ

آپ در ماندوں کا بار اٹھالیتے تھے۔ نادار آدمی کو مال دیتے یا

دلوادیتے مہمان کی مہمانی کرتے۔ حق معاملات میں آپ اعانت فرماتے

چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح ترمذی میں مروی ہے کہ آپ کے پاس ایک بار

نوے ہزار درہم آئے اور ایک بوریٹے پر رکھے گئے۔ آپ نے کسی سائل

سے عذر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ سب ختم کر کے فارغ ہو گئے۔ پھر آپ کے

پاس ایک شخص آیا۔ اور کچھ مانگا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ باقی

نہ رہا جو تجھ کو دے سکوں۔ لیکن تو میرے نام سے ضرورت کی چیز

خرید لے۔ جب ہمارے پاس کچھ آئیگا ہم ادا کر دیں گے حضرت عمر رضی اللہ

عنه نے عرض کیا کہ جو چیز آپ کی قدرت میں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلف نہیں فرمایا۔ پھر آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات خوش نہیں معلوم ہوئی۔ آپ اگلے دن کے لئے کوئی چیز اٹھانہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر میں ہوائے بارش خیز سے بھی زیادہ فیاض تھے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا  
مرد میں غریبوں کی بر لالنے والا  
مُصِیْبَت میں غیرو نکلے کام آئیوالا  
وہ اپنے پرانے کا غم کھانے والا  
غلاموں کا والی یتیموں کا مولا  
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوا  
خطا کار سے در گذر کرنے والا  
بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا  
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا  
مُصِیْبَت میں سینہ سپر کرنے والا  
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہ کوئی شجاع دیکھا۔ نہ مضبوط اور نہ پسندیدہ دیکھا اور ہم جنگ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں پناہ لیتے تھے۔ اور بڑا شجاع وہ شخص سمجھا جاتا تھا۔ جو میدان جنگ میں آپ کے نزدیک رہتا۔ جب آپ غنیم کے قریب ہوتے تھے۔ کیونکہ

اُس شخص کو بھی اس صورت میں غنیم کے قریب رہنا پڑتا تھا۔  
 حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ شرم و  
 حیا میں اس سے بھی بڑھ کر تھے۔ جیسے کنواری لڑکی پردہ میں ہوتی ہے  
 آپ نہایت لطیف الجلد نرم اندام تھے۔ اور کسی شخص کو ناگوار بات نہ  
 فرماتے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نہ آپ بروئے  
 عداوت سخت گو تھے۔ اور نہ بتکلف سخت گو بنتے تھے اور نہ بازاروں  
 میں خلاف وقار باتیں کرنے والے تھے۔ اور بُرائی کا عوض بُرائی سے  
 نہ دیتے تھے۔ بلکہ معاف فرما دیتے تھے۔

يَعْفُو وَيُصْفِحُ عَنْ جَانِبِي كَرَمًا وَيَقْبِلُ الْعُذْرَ مِمَّنْ جَاءَ يَعْتَذِرُ  
 آپ اپنے کرم سے خطا کو معاف فرمادیتے اور ورگزر فرماتے۔ اور  
 جو کوئی عذر کرتا ہوا آتا۔ آپ اس کا عذر قبول فرماتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سب سے بڑھ کر دل  
 کے کشادہ تھے۔ بات کے سچے تھے۔ طبیعت کے نرم تھے۔ معاشرت  
 میں نہایت کریم تھے۔ جو شخص آپکی دعوت کرتا اسکی دعوت منظور  
 فرماتے اور ہدیہ قبول فرماتے۔ اگر چہ وہ ہدیہ گائے یا بکری کا پائیہ ہی  
 ہوتا۔ اور ہدیہ کا بدل بھی دیتے تھے۔ دعوت غلام کی۔ آزاد کی۔  
 لونڈی کی اور غریب کی قبول فرمالیتے۔ مدینہ کی انتہا آبادی پر بھی

اگر مریض ہو تو اسکی عیادت فرماتے۔ اور معذرت کرنے والے کا عذر قبول فرماتے۔ اپنے اصحاب سے ابتدا مصافحہ کی فرماتے۔ کبھی اپنے اصحاب میں پاؤں پھیلانے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔ جس سے اوروں پر جگہ تنگ ہو جائے۔ جو آپ کے پاس آتا اسکی خاطر کرتے۔ بعض اوقات اپنا کپڑا اس کے بیٹھنے کے لئے پکھا دیتے اور تکیہ خود چھوڑ کر اسکو دیدیتے۔ کسی شخص کی بات بیچ میں نہ کاٹتے۔

آپ قیامت میں تمام اولاد آدم کے سردار ہونگے۔ سب سے اول آپ ہی کی قبر شریف کی زمین شرف ہوگی۔ اور آپ باہر تشریف لائینگے۔ سب سے اول آپ ہی شفاعت کریں گے۔

سید و سرد محمد نور جاں بہتر و مہتر شفیع مجرباں

آپ غایت تواضع سے دراز گوش پر بھی سوار ہوتے تھے اور کبھی اپنے پیچھے بھی کسی کو بھلا لیتے۔ غریبوں کی عیادت فرماتے۔ محتاجوں کے پاس بیٹھا کرتے۔ اپنے کپڑے میں خود جوئیں دیکھ لیتے۔ اپنی بکری کا دودھ خود دودھ لیتے۔ اپنے کپڑے میں خود پیوند لگاتے۔ اپنی پاپوش کو بعض اوقات خود ہی سی لیا کرتے۔ اپنا اور گھر والوں کا کام خود کرتے گھر میں جھاڑو بھی خود دے لیا کرتے۔ خدمتگار کے ساتھ کھانا کھا لیتے آٹا خود گوندھ لیتے۔ سودا خود بازار سے اٹھا لیتے۔

فَالثَّوْبُ يَرْقَعُهُ وَالشَّاةُ يَجْلِبُهَا وَمَارِأَى لِأَخِي لَا عُدَامَ يَجْتَقِرُهَا

آپ کپڑے کو پوند لگا لیتے اور بکری کا دودھ نکال لیتے تھے اور صاحب افلاس کو کبھی آپ نے حقیر نہیں سمجھا

وَالْبَيْتُ يَكْنِسُهُ وَالنَّعْلُ يَخْصِفُهَا وَإِنْ دُعِيَ اسْعَفَ اللَّدَاعِي وَلَا يَذُرُهَا

اور گھر میں جھاڑو لے لیتے تھے اور اپنا جوتہ گانٹھ لیتے تھے اور اگر کوئی آپ کی دعوت کرتا تو منظور فرما لیتے تھے اور پہلوئی نہیں فرماتے تھے

كَانَ الْبُرَاقُ لَهُ وَالخَيْلُ يَرْكَبُهَا وَالْإِبِلُ أَيْضًا كَذَلِكَ الْبُغْلُ وَالْحِمْرُ

آپ کے لئے براق تھا اور گھوڑے تھے کہ ان پر آپ سوار ہوتے تھے اور شتر پر بھی اسی طرح فخر اور دراز گوش پر بھی

مَا عَابَ قَطُّ طَعَامًا أَحْضَرُوهُ لَهُ وَلَا سَائِلَهُ الْخَاجِرَ يَنْتَهَرُ

کسی کھانے میں آپ نے عیب نہیں نکالا جو کچھ آپ کے سامنے لے آئے اور نہ کسی پسٹنے والے سائل کو آپ جھڑکتے تھے

اَلْحَنَامُ اللَّيْثِيَّةُ كِي سَرْتَابِي بِرَجْوِ آيْكَو غَضَّةً آتَا تَحَا تُو دُو نُو اَبْرُوُوں مِيں

ایک رگ تھی۔ وہ نمودار ہونے لگتی تھی۔ مگر غصہ میں اور کوئی حرکت

جیسا کہ عوام سے سرزد ہوتی ہے ہرگز نہ ہوتی تھی صرف چہرہ مبارک

سے آثار غضب نمودار ہوتے تھے۔ اسی طرح سننے میں بھی صرف تبسم

فرماتے تھے۔ آواز سے کبھی تمق نہ لگاتے تھے۔ اور خوشی و رنج

کے آثار بھی چہرہ سے نمایاں ہو جاتے تھے۔

وَلَيْسَ يَغْضَبُ إِلَّا أَنْ تُرَى حُرْمٌ لِلَّهِ مِنْهُوَلَةٌ أَوْ هَتِكَةٌ سَتْرًا

یعنی اور آپ غصہ نہ کرتے تھے۔ مگر دو حالتوں میں یا تو اللہ کی ممنوع کی ہونے کی چیزیں ارتکاب میں

آتے ہوئے نظر آتیں۔ اور یا کسی کی پردہ دہی کی جاتی۔

کوئی کیسا ہی بلیغ و فصیح کیوں نہ ہو۔ آپکی تصویر اپنے بیان میں کھینچ نہیں  
سکتا۔ ترسیٹھ برس کی عمر میں دنیا کو چھوڑا۔ اس وقت تک چہرہ کی  
تازگی بدن کی قوت میں کچھ بھی فرق نہیں آیا۔ صرف چند بال سفید  
ہو گئے تھے۔

خط سبز و لب لعل و رخ زیبا داری حسن یوسف دم عیسیٰ دید بضا داری  
خوبی و شکل و شمال حرکات و سکنات آنچه خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

## حضور علیہ السلام کے خصائص

حضور علیہ السلام کا نور تمام مخلوقات سے پیدا شدہ پینچمیری میں پہلے ہے۔

حضور علیہ السلام پر ایمان لائے کا عہد اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے لیا۔

حضور علیہ السلام نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے اقرار میں بلایا کہا

حضور علیہ السلام کیلئے حضرت آدم اور تمام مخلوقات پیدا کی گئی۔

حضور علیہ السلام ہی کا اسم شریف ملائکہ درود شریف کے ساتھ ہر عبادت

یا کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام ہی کا اسم شریف عرش مجید پر اور آسمان اور جنت

میں لکھا ہوا ہے۔

حضور علیہ السلام ہی کا اسم شریف اذان و نماز کے آخر التحیات میں



یا دکر نے کا حکم ہے۔

حضور علیہ السلام ہی کی خوشخبری کتب سابقہ میں انبیاء سابقین  
اور العزم کی زبانی دی گئی۔

حضور علیہ السلام ہی کی پیدائش دنیوی کے وقت شیاطین آسمانوں  
سے روکے گئے۔

حضور علیہ السلام ہی کا شق الصدر تین بار ہوا۔

حضور علیہ السلام ہی کی پشت مبارک پر مہربت تھی اور انبیاء  
کے دانے ہاتھ میں ہے۔

حضور علیہ السلام ہی کے بہت اسماء شریفہ لطیفہ اللہ تعالیٰ  
کے اسماء مبارکہ کے ساتھ مشترک ہیں۔

حضور علیہ السلام کا اسم شریف احمد ہے پہلے کسی کا نام نہیں ہوا۔

حضور علیہ السلام ہی پر ملائکہ مقربین سلام کیا کرتے تھے۔

حضور علیہ السلام ہی تمام بنی آدم سے عقل معاش و معاد میں زاو تھے۔

حضور علیہ السلام ہی تمام بنی آدم سے حقیقی حسن میں زائد تھے حضرت

یوسف علیہ السلام کا حسن گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی

حسن کا ایک حصہ تھا۔

حضور علیہ السلام ہی کو تین بار آغا نزول وہی میں حضرت

جبرائیل علیہ السلام نے بھینچا۔  
 جبرائیل حضور علیہ السلام ہی نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو انکی اصلی  
 صورت میں دیکھا۔

حضور علیہ السلام ہی کے وجود باوجود کی برکت سے کمانت اور  
 شیاطین کا چوری سے آسمانوں میں جانا بند کیا گیا۔  
 حضور علیہ السلام ہی کے والدین زندہ کئے جا کر مومن کئے گئے  
 (مگر یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے)۔

حضور علیہ السلام ہی سے وعدہ عصمت و حفاظت شرر و  
 ایذا کفار سے اللہ تعالیٰ نے کیا۔

حضور علیہ السلام ہی سے معراج جسمانی سے تامقام قاب قوسین  
 مشرف ہوئے +

حضور علیہ السلام ہی نے پیغمبروں کی امامت کرائی۔ بلکہ  
 شب معراج میں فرشتوں کو بھی۔

حضور علیہ السلام ہی کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی آنکھوں سے جنت  
 اور دوزخ دکھلائے۔

حضور علیہ السلام ہی نے اللہ تعالیٰ کا دیدار جسمانی آنکھوں  
 سے کیا۔

حضور علیہ السلام ہی کے لشکر ظفر پیکر میں فرشتوں کا بڑا گروہ  
داخل ہو کر مُدِّد و معاون ہوا۔

حضور علیہ السلام ہی وہ اُمّی ہیں جن کو پینچمیری اور کتاب ملی۔

حضور علیہ السلام ہی کی کتاب کو تخریف سے محفوظ رکھنے کا

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔

حضور علیہ السلام ہی کی کتاب کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے

امور کا جامعہ بنایا کہ اُسکے ہوتے اور کسی آسمانی کتاب کی حاجت نہیں

حضور علیہ السلام ہی کی کتاب کے حفظ کرنیکی توفیق اللہ تعالیٰ

نے آپ کی امت کو دی اور حفظ آسان کر دیا۔ کہ بچے بھی اتنی بڑی کتاب

کو حفظ کر لیتے ہیں۔

حضور علیہ السلام ہی کی کتاب ٹکڑے ٹکڑے بتدیج حرب مصالح

وہ قانع نازل ہوئی۔ سات قرأتوں پر عرب کی ہر بولی کے موافق۔

حضور علیہ السلام ہی کو عرش کا خزانہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔

حضور علیہ السلام ہی کو اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ۔ سورہ فاطمہ۔

آیتہ الکرسی سورہ بقرہ کی پچھلی آیتیں عطا کیں۔

حضور علیہ السلام ہی کو اللہ تعالیٰ نے دائمی معجزہ یعنی قرآن مجید عطا کیا۔

حضور علیہ السلام ہی کو اللہ تعالیٰ نے کثرت معجزات عطا کئے۔

حضور علیہ السلام ہی کو اللہ تعالیٰ نے جمیع معجزات انبیاء سابقین کے عطا کئے کوئی بعینہ کوئی بمثلہ بلکہ علاوہ انکے اور معجزات خاصہ بھی مثل شق القمر پتھر کا سلام کرنا بتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رونا۔ انگلیوں میں سے دودھ اور پانی کا نکلنا۔

حضور علیہ السلام ہی خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کسی پیغمبر کا ہونا ممکن نہیں۔ لہذا اب جو دعویٰ کرے وہ مردود اور کافر ہے آپ ہی کی شریعت قیامت تک باقی ہے۔

حضور علیہ السلام ہی تمام جن و انس کے پیغمبر ہیں۔ حضور علیہ السلام ہی کا وجود جہان کے واسطے رحمت ہے۔ یہاں تک کہ کفار کے لئے بھی اس جہت سے کہ دنیوی عذاب ان سے اٹھالیا گیا۔ حضور علیہ السلام کی عمر کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔

حضور علیہ السلام کے اعضاء مبارک کی اللہ تعالیٰ نے جدا جدا تعریف کی۔ کہیں زبان کی۔ کہیں دل کی۔ کہیں چہرہ کی۔ کہیں آنکھ کی۔ حضور علیہ السلام ہی کو دونوں مرتبے حبیب اور خلیل کے عطا ہوئے۔ حضور علیہ السلام ہی کو دونوں بزرگیاں کلام الہی اور دیدار الہی کی نصیب ہوئیں۔

حضور علیہ السلام ہی کو شریعت اور حقیقت کا مجموعہ عطا ہوا۔ دیکھو

حضرت موسیٰ علیہ السلام حقیقت کی تعلیم پانچکے لئے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس گئے۔

حضور علیہ السلام ہی کا رعب و دبدبہ آپکے اعداء پر اللہ تعالیٰ نے ڈال دیا تھا۔ جہاں کچھ صحابہ چلے جاتے تھے وہیں ایک زلزلہ اور تہلکہ کفار میں پڑ جاتا تھا۔

حضور علیہ السلام ہی کے پاس حضرت اسرافیل علیہ السلام آئے۔

حضور علیہ السلام ہی کو اللہ تعالیٰ نے وصفِ علم میں بہت مجموعی انبیاء سابقین پر فضیلت بخشی۔

حضور علیہ السلام ہی کے سامنے امت کا اعمال نامہ پیر اور جمعرات کو پیش کیا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام ہی کا ہمزاد مسلمان ہو گیا تھا۔

حضور علیہ السلام ہی کی ازواجِ مطہرات تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

حضور علیہ السلام ہی کے صحابہ سوائے پیغمبروں کے سب عالم

سے بہتر ہیں \*

حضور علیہ السلام ہی کا شہر مدینہ تمام روئے زمین کے شہروں

سے بہتر ہے۔

حضور علیہ السلام ہی کا حال قبر میں بعد سوال ربوبیت اللہ تعالیٰ

کے میت سے پوچھا جائیگا۔

حضور علیہ السلام ہی سے ملک الموت نے وقت وفات اذن چاہا۔

حضور علیہ السلام ہی کی ازواج مطہرات امت پر حرام ہو گئیں۔

حضور علیہ السلام ہی کا روضہ عرش اور کعبہ سے افضل ہے۔

حضور علیہ السلام ہی کا ستر کسی نے عمداً نہیں دیکھا۔

حضور علیہ السلام ہی کا براز زمین نکل جاتی تھی۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے واسطے غنیمتیں حلال ہوئیں۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے واسطے تمام روئے زمین مسجد

ہو گئی یعنی جس جگہ چاہیں نماز پڑھ لیں۔ بخلاف اگلی امتوں کے۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کیلئے پانچوں نمازیں فرض ہوئیں۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے واسطے بجائے پانی کے خاک

پاک کرنے والی تیمم میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مقرر ہوئی۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے لئے اذان اور تکبیر مشروع ہوئی۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے واسطے السلام علیکم تحیت و تحفہ

مشروع ہوا۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے واسطے جمعہ اور اس میں ساعت

اجابت مقرر ہوئی۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے واسطے رمضان کا مہینہ  
 روزوں کے لئے مقرر ہوا۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت روزہ دار کے لئے ملائکہ بحکم ربانی  
 استغفار کرتے ہیں۔ جب تک وہ افطار کریں۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت کے لئے در رحمت آخر شب میں  
 کھلتا ہے جو کوئی دعائے اسکی دعا قبول ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ  
 اُس پر رحم فرماتا ہے۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت کے لئے سحری کھانا اور بعد  
 غروب آفتاب کے افطار کرنا مشروع ہے۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت کے واسطے کھانا پینا۔ مجامعت  
 کرنا۔ غروب آفتاب سے صبح تک روزہ دار کو درست ہے۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت کے لئے لیلۃ القدر اپنی فضیلت  
 کے ساتھ مقرر ہوئی۔ یعنی اُس میں عبادت کرنے والے کو ہزار  
 مہینہ سے زائد ثواب ملتا ہے۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت کے واسطے عرفہ کا روزہ دو سال  
 کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت کے لئے عاشورہ کا روزہ ایک

سال کے گناہوں کا کفارہ ہوا۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت کے لئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ  
 مصیبت کے وقت پڑھنا شروع ہوا۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت کے لئے عمامہ میں شملہ چھوڑنا سنت ہوا۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت خاتم الامم ہے۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت پر سے آپ کی برکت سے اور امت  
 کے صدقہ جملہ عالم پر سے دنیوی عذاب اٹھایا گیا۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت سے حدیث النفس (برے خیال،  
 معاف کی گئی۔ بدی کے خیال آنے سے پہلی امتوں کی طرح ناخنوں نہ ہوں گی۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت مرحومہ کے لئے ایک نیکی دس  
 گنا لکھی جاتی ہے اور بدی ایک کی ایک ہے۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت مرحومہ کے لئے توبہ میں قتل کرنے کا  
 حکم منسوخ ہو گیا۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت مرحومہ کے لئے نجاست لگ جانکی  
 جگہ کو کتر ڈالنے کا حکم منسوخ کیا گیا۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت مرحومہ کے لئے چوتھائی مال زکوٰۃ  
 میں دینے کا حکم منسوخ ہو گیا۔



حضور علیہ السلام ہی کی امت مرحومہ کے لئے چار عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حلال ہوا۔

حضور علیہ السلام کی امت مرحومہ کے مردوں کو غیر مذہب اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنا حلال ہوا۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت مرحومہ کے لئے اپنی جائزہ عورت سے بجز وطی کے اور طرح کی مخالفت حلال ہوئی۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت مرحومہ کے لئے قصاص اور دیت میں اختیار دیا گیا۔ بخلاف اہم سابقہ کے کہ انکے لئے فقط قصاص ہی تھا۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت مرحومہ پر شرکھو لانا حرام ہوا۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت پر جاندار چیز کی تصویر کارکھنا حرام ہوا۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت پر سکرات کا پینا حرام ہوا۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کا اجماع خالی از ضلالت ہے۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے علمائے حقانی کا اختلاف رحمت

کا موجب ہے۔ پہلی امتوں کا اختلاف موجب عذاب ہوتا تھا۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کا حلال کھانا پینا عبادت میں داخل ہے

حضور علیہ السلام ہی کی امت کو دنیا میں نیکی کا ثواب ملتا ہے یعنی

بدلہ اور آخرت کے لئے ذخیرہ رہتا ہے۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھوک سے  
 ہلاک نہ کر نیکا وعدہ فرمایا۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے لئے مدد دینے اور آخر الامر دشمن  
 یعنی کفار پر غالب کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی امت عمر و عمل میں کم اور اجر و ثواب میں  
 زیادہ ہے۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت حق گوئی سے خالی نہ رہیگی۔ پہلی امتیں  
 بالکل حق پرستی سے خالی ہو جاتی تھیں کہ اور پیغمبر آ کر راہِ حق ان کو  
 بتاتے تھے۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت میں اقطاب و اوتاد و نجباء و ابدال  
 ہوتے ہیں۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت ہے جس کا بزرگ ایک بڑے ذمی شان  
 پیغمبر کا امام بنیگا یعنی امام ہدی علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے  
 امام ہونگے۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کو اللہ تعالیٰ نے امت وسط اور  
 خیر امت القاب و خطابات سے مشرف فرمایا۔

حضور علیہ السلام ہی پہلے زمین یعنی قبر مبارک میں سے برآمد ہو کر میدان قیامت میں تشریف لائیں گے۔

حضور علیہ السلام ہی کو سب سے پہلے صعقہ قیامت سے افاقہ ہوگا۔ حضور علیہ السلام ہی کی اردلی میں قبر مبارک سے عرضہ قیامت تک ستر ہزار فرشتے ہونگے۔

حضور علیہ السلام ہی کا اسم شریف میدان قیامت میں پہلے پکارا جائیگا۔

حضور علیہ السلام ہی براق پر بروز قیامت سوار کئے جائیں گے۔ حضور علیہ السلام ہی عرش مجید کے داہنے جانب کھڑے ہونگے۔ حضور علیہ السلام ہی کو مقام محمود منعم حقیقی سے عطا ہوگا۔ جہاں آپ کھڑے ہو کر شفاعت کریں گے۔

حضور علیہ السلام ہی کے ہاتھ میں لَوْاءُ الْحَمْدِ ہوگا۔ جسکے نیچے حضرت آدم اور اخیار بنی آدم کھڑے ہونگے۔

حضور علیہ السلام ہی اپنی امت کیلئے رب سے شفاعت عظمیٰ کریں گے۔ حضور علیہ السلام ہی سب انبیاء کے امام اور خطیب ہونگے۔

حضور علیہ السلام ہی کو میدان قیامت میں پہلے سجدہ کرنے کا پھر شفاعت کرنے کا اذن دیا جائیگا۔

حضور علیہ السلام ہی سب سے پہلے دیدار الہی سے مشرف ہونگے۔

حضور علیہ السلام ہی سب سے پہلے پلصراط پر سے گزریں گے۔

حضور علیہ السلام ہی کے چہرہ مبارک اور سر مبارک کے ہر ہر بال میں نور ہے اور ہوگا باقی انبیاء کے واسطے دو نور ہونگے۔

حضور علیہ السلام ہی کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پلصراط

سے گزرتے وقت اہل محشر کو آنکھیں ڈھانک لینے کا حکم ہوگا۔

حضور علیہ السلام ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھڑکھڑائیں گے۔ اور آگے

آگے آپ اور پیچھے پیچھے امت ہوگی۔

حضور علیہ السلام ہی کو حوض کوثر کے اختیارات جناب الہی سے عطا ہونگے

حضور علیہ السلام ہی کو جنت کے درجات میں سے بڑا بلند درجہ جس کا

نام وسیلہ ہے عطا ہوگا۔

حضور علیہ السلام ہی کے منبر مبارک کے پائے جنت کی سیڑھی کے

ساتھ تعبیر کئے گئے ہیں۔

حضور علیہ السلام کے منبر اور قبر شریف کے بائیں کو جنت کی

کیاری فرمایا گیا۔

حضور علیہ السلام ہی کے حکم رسانی پر گواہ نہ طلب کئے جائیں گے

اور پیغمبروں سے گواہ طلب کئے جائیں گے۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت مرحومہ آپ کے بعد اور باقی سب سے پہلے  
قبر سے اٹھائی جائیگی۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے لوگ قیامت کے دن حکمتی پیشانی  
محشر میں کھڑے ہونگے۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے واسطے دو نور ہونگے۔ مانند پہلے  
پیغمبروں کے اور امتوں کے لئے صرف ایک ہی نور ہوگا۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے چہروں میں سجد کی نشانی ہوگی۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے آگے پلصراط پر نور دوڑتا چلیگا۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے واہنے ہاتھوں میں اعمال ثانیہ قدرت  
الہی سے اڑ کر آجائینگے۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت قبروں میں جاتے وقت گنگار ہوگی

اور قبروں سے نکلتے وقت گناہوں سے پاک ہوگی بسبب استغفار و

ایصال ثواب پس ماندگان کے۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کا سب سے پہلے حساب ہو کر جنت

میں دخول ہوگا۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت کے اعمال خیر کے پلڑے بھاری ہونگے۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت پہلے انبیاء کی گواہ ہوگی۔

حضور علیہ السلام ہی کی امت میں سے ستر ہزار شخص بلا حساب و کتاب بہشت میں داخل ہونگے۔

حضور علیہ السلام پر نماز تہجد واجب تھی امت مرحومہ پر واجب نہیں۔  
حضور علیہ السلام ہی پر مسواک کرنا واجب تھا۔ امت مرحومہ پر واجب نہیں۔ صرف سنت ہے۔

حضور علیہ السلام پر باوصف صاحب نصاب نہ ہونیکے قربانی واجب تھی۔ پہلے انبیاء اور انکی امتوں پر واجب نہیں تھی۔ امت مرحومہ کے اغنیاء اور صاحب نصاب پر واجب ہے نہ فقراء پر۔  
حضور علیہ السلام ہی پر مشورہ کرنا واجب تھا۔  
حضور علیہ السلام پر فجر کی دو رکعت سنت واجب تھی۔ امت پر نہیں۔

حضور علیہ السلام پر جمعہ کا غسل واجب تھا۔  
حضور علیہ السلام پر ہی چار رکعتیں زوال کے وقت پر واجب تھیں۔

حضور علیہ السلام ہی پر واجب تھا کہ تنگ دست مسلمان کا قرض ادا فرمائیں۔

حضور علیہ السلام پر ہی بدون کسی طرح کے خلل کے نہایت

خشوع کے ساتھ نماز پڑھنی واجب تھی۔  
 حضور علیہ السلام ہی پر شاہدہ حق باوجود معاشرت خلق کی ہمیشہ  
 جلوہ گر ہوتا تھا۔

حضور علیہ السلام ہی سے کسی حالت میں نماز روزہ اور باقی احکام  
 معاف نہیں ہوتے تھے۔

حضور علیہ السلام ہی کو وحی کی حالت میں دنیا کی ہوش نہیں رہتی تھی۔  
 حضور علیہ السلام پر زکوٰۃ کھانا حرام تھا۔ باقی بنی ہاشم پر بھی آپ کی  
 قرابت کی جہت سے حرام ہے۔

حضور علیہ السلام ہی پر بدبودار چیز کھانا حرام تھا امت کے واسطے  
 مکروہ ہے۔

حضور علیہ السلام پر عموماً قصداً شر کوئی حرام تھی۔  
 حضور علیہ السلام ہی پر کتابیہ عورت کے ساتھ نکاح حرام تھا۔  
 حضور علیہ السلام کو باوجود سورہنے کے بدون جدید وضو کے  
 نماز پڑھ لینا مباح تھی۔

حضور علیہ السلام کو عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنے مباح تھے  
 حضور علیہ السلام ہی کو چھوٹا بچہ گودی میں اٹھا کر نماز پڑھنا درست  
 تھا۔ چنانچہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو گودی میں اٹھا کر آپ نے نماز پڑھی۔

حضور علیہ السلام کو غائب کی نماز جنازہ پڑھنی مباح تھی چنانچہ  
نجاشی شاہ حبش کی نماز جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
مدینہ منورہ میں پڑھی۔

حضور علیہ السلام کو صوم وصال یعنی طے کاروزہ مباح تھا۔  
حضور علیہ السلام کو مکہ معظمہ میں موسم حج کے اندر بدون احرام داخل  
ہونا مباح تھا۔

حضور علیہ السلام ہی کو اجنبی بیگانی عورتوں کے ساتھ تنہائی میں  
بیٹھنا مباح تھا۔

حضور علیہ السلام ہی کو چار عورتوں سے زائد نکاح میں رکھنا مباح تھا  
امت کے واسطے چار تک عورتیں جمع رکھنی حلال ہیں۔ باقی حرام۔

حضور علیہ السلام ہی کو اپنے بدگو کے قتل کرنیکا حکم ہوا۔

حضور علیہ السلام کو ہی پنجوقتہ نماز کا حکم عطا ئے الہی ہوا۔

حضور علیہ السلام ہی کا مال آپکی وفات کے بعد آپکا ملک رہا کہ

اُس میں سے اہلبیت کو نفقہ دیا گیا۔

حضور علیہ السلام ہی پر حاضر وقت کو کسی ظالم کے ظلم کے وقت

جاں نثاری کرنا فرض تھا۔

حضور علیہ السلام ہی پر التحیات میں مخاطب کر کے سلام



بھیجنا اور السلام علیکم ایہا النبیؐ کسنا مامور بہ ہے۔  
 حضور علیہ السلام ہی کے بلانے پر نماز کی حالت میں حاضر ہونا  
 واجب تھا۔ باوجود نہ فاسد ہونے نماز کے۔

حضور علیہ السلام ہی کے آگے چلنا بے اعتنائی سے اور آپ کے  
 حضور میں پکار کر بولنا حرام تھا۔

حضور علیہ السلام کو حجروں کے پیچھے سے اور دور سے پکارنا حرام تھا۔  
 حضور علیہ السلام کا خون اور پیشاب اور پاخانہ پاک تھا۔ بلکہ موجب  
 شفا۔

حضور علیہ السلام ہی کے موئے مبارک بالاتفاق پاک تھے۔  
 حضور علیہ السلام ہی ہر مکروہ کام سے پاک تھے۔  
 حضور علیہ السلام ہی کی ازواج مطہرات میں سے کسی کو قذف کرنا  
 موجب قتل ہے۔

حضور علیہ السلام ہی کی مہر کے کلمات کنندہ اور کسی کو اپنے مہر میں  
 کندہ کرنا حرام ہے۔

حضور علیہ السلام ہی اپنے آگے اور پیچھے برابر دیکھتے تھے۔  
 حضور علیہ السلام ہی رات کو دن کی طرح اور اندھیرے میں روشنی  
 کی طرح دیکھتے تھے۔

حضور علیہ السلام ہی کا آب دہن کھارے پانی کو میٹھا کرتا تھا۔

حضور علیہ السلام ہی کی بغل مبارک خوشبودار سفید رنگ تھی خوشبو کی جگہ بدبو اور گورے رنگ کی جگہ کالا رنگ کبھی نہیں ہوتا تھا۔

حضور علیہ السلام ہی کی چشم مبارک آرام کے وقت بغیر چشم دل کے سوتی تھی۔ یعنی آپ کا سونا آرام کا تھانا غفلت کا۔

حضور علیہ السلام ہی کا پسینہ مبارک نہایت خوشبو ناک تھا۔

حضور علیہ السلام چلنے بیٹھنے کے وقت تمام لوگوں سے اونچے معلوم ہوتے تھے۔

حضور علیہ السلام ہی کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔

حضور علیہ السلام ہی کے جامہ مبارک پر کبھی کبھی نہیں بیٹھتی تھی۔

حضور علیہ السلام ہی کے لئے چلتے وقت زمین سکر جاتی تھی۔

حضور علیہ السلام ہی کو چالیس آدمی کی قوت عنایت ہوئی تھی۔

حضور علیہ السلام ہی کی نسل میں حضرت آدم علیہ السلام تک

کبھی زنا نہیں ہوا۔

حضور علیہ السلام ہی کی پیدائش کے وقت تمام روئے زمین کے

بت جھک گئے۔

حضور علیہ السلام ہی کی پیدائش کے وقت سر بسجود ہوئے

اور انگشت مبارک آسمان کی طرف اٹھائی۔

حضور علیہ السلام ہی کا جھولا فرشتے جھلاتے تھے۔

حضور علیہ السلام ہی سے چاند جھولی میں باتیں کرتا۔ اور آپ کے

اشارہ کے موافق جھک جاتا تھا۔ آپ ہی موسم گریا میں دھوپ کے

وقت ابرسائیہ کرتا تھا۔

حضور علیہ السلام ہی کی جانب میوہ دار اور سائیہ کا درخت جھک جاتا

تھا۔ جب آپ اس طرف متوجہ ہوتے تھے۔

حضور علیہ السلام ہی کو خدائے تعالیٰ بھوک پیاس کی حالت میں

اپنے نوز سے سیر و سیراب کر دیتا تھا۔

حضور علیہ السلام پر مسلمانوں نے بدون امام کے گروہ گروہ بغیر

دعا ماثورہ کے نماز جنازہ پڑھی۔

حضور علیہ السلام ہی بغیر دفن کے تین روز تک رکھے گئے بخلاف

اور لوگوں کے کہ ان کو جلدی دفن کر دینے کا حکم ہے۔

حضور علیہ السلام ہی کی لحد مبارک میں چادر پھائی گئی تھی۔

حضور علیہ السلام ہی کی وفات شریف کے دن روئے زمین پر بندھرا

ہو گیا۔

حضور علیہ السلام ہی کی قبر شریف پر ایک فرشتہ اس خدمت پر

مامور ہے کہ درود شریف بکھینے والوں کے درود شریف آپ کو پہنچاتا ہے  
حضور علیہ السلام ہی اہل دل کے درود شریف کو بلا واسطہ خود  
سنتے ہیں۔

حضور علیہ السلام ہی کی خدمت میں امت مرحومہ کے اعمال پیش  
کئے جاتے ہیں۔

حضور علیہ السلام ہی قبر شریف میں اپنی امت مرحومہ کے واسطے  
بخشش چاہتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کے وجود مبارک کو ہر ایک قبر میں میت پر  
حاضر کر کے پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون شخص ہے۔

حضور علیہ السلام ہی کی زیارت خواب میں واقعی زیارت ہے اس  
لئے کہ شیطان کو مجال نہیں کہ آپ کی شکل بنے۔

حضور علیہ السلام ہی کے حکم کا اتثال جو خواب میں ہو واجب ہے  
حضور علیہ السلام ہی کی احادیث شریفہ کا پڑھنا مانند قرآن شریف  
کے موجب ثواب و ازدیاد برکت ہے۔

حضور علیہ السلام ہی کے اسم مبارک کے ساتھ نام رکھنا برکت  
دنویہ و اخرویہ کا موجب ہے۔ اور باعث ثواب۔

حضور علیہ السلام ہی کی حدیث شریف پڑھتے وقت غسل کرنا

خوشبو لگانا مستحب ہے۔

حضور علیہ السلام ہی کی حدیث شریف پڑھتے وقت پڑھنے والے کو کسی کی تعظیم کے واسطے اٹھنا نہیں چاہیے۔

حضور علیہ السلام ہی کی حدیث شریف کے حامل حضرات محدثین کے چہرے قیامت کو روشن و نورانی ہونگے۔

حضور علیہ السلام ہی کی زیارت سے حالت ایمان میں گواہک سحظہ ہی ہو صحابی کا درجہ حاصل ہوتا تھا۔

يَا شَفِيْعُ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِيْ اَنْتَ فِي الْاَضْطِرِّ اِمْعَدْ

دوستگیری کیجئے میرے دلی کشمکش میں تم ہو میرے نبی

لَيْسَ لِيْ مَلْجَا سِوَاكَ اَعِزُّ

مَسْنِي الصُّرُ سَيِّدِيْ سَنَدِيْ

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ

كُنْ مُخِيْتًا فَاَنْتَ لِيْ مَدَدِيْ

ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف

لَيْسَ لِيْ طَاعَةٌ وَّلَا عَمَلٌ

کچھ عمل ہے اور نہ طاعت میرے پاس

يَا رَسُوْلَ اِلٰهِ يَا بَابَكَ لِيْ

میں ہوں بس اور آپکا دریا رسول

مِنْ عَمَامِ الْخَمُوْمِ مُلْتَحِدِيْ

ابرغم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

جُدُّ بَلْقِيَاكَ فِي الْمَنَامِ وَكُنْ سَا تِرًا لِلذُّنُوبِ وَالْفَنَدِي

خواب میں چہرہ دکھا دیجے مجھے اور میرے عیبوں کو کر دیجے خفی

أَنْتَ عَافٍ أَبْرَخَلْتُكَ اللَّهُ وَمُقِيلٌ الْعَثَارِ وَاللَّدِي

در گذر کرنا خطا و عیب سے سب سے بڑھ کر یہ خصلت آپ کی

رَحْمَةٌ لِلْعِبَادِ قَاطِبَةٌ بَلْ خُصُوصًا لِلْكَلِّ ذِي أُودِي

سب خلائق کیلئے رحمت ہیں آپ خاص کر جو ہیں گنہگار و غوی

يَتَنِي كُنْتُ تُرْبَ طَيْبَتِكُمْ فَالْتَمَمْتُ النِّعَالَ ذَاكَ قَدِي

کاش ہو جاتا مدینہ کی میں خاک خاک بوسی ہوتی کافی آپ کی

فَأُصَلِّيَ عَلَيْكَ بِالسَّلِيمِ صُحْفًا عِنْدَ حَضْرَةِ الصِّدِّيقِ

آپ پر ہوں رحمتیں بے انتہا حضرت حق کی طرف سے دائمی

بِعَدَادِ الرِّمَالِ وَالْأَنْفَاسِ وَالنَّبَاتِ الْكَثِيرِ مِنْتَضِي

جس قدر دنیا میں ہیں بیت اور سانس اور بھی ہے جس قدر روئیدگی

وَعَلَى الْأَلِّ كُلِّهِمْ أَبَدًا بِالْغَا عِنْدَ مَنْتَهَى الْأَمَدِ

اور تمہاری آل پر اور اصحاب پر تا بقائے عمر دار اُخروی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۹۷۵ء

۶ مارچ

بقلم محمد انور خوشنویس امین آبادی  
حال دار دلا ہور چوک منی

# اشتماء

## نماز حنفی مدلل

اس کتاب میں دلائل قرآن و حدیث سے

عام مسائل نماز مذہب حنفیہ کے ہر ایک

مسئلہ کو ثابت کیا گیا ہے اور بالتصریح خلافتی

مسائل کے متعلق بحث کی گئی ہے نہایت

جامع و مفید کتاب ہے قیمت . . . . .

ملنے کا پتہ

ملک دین محمد تاجر کتب کشمیری بازار لاہور

ہماری تجارت تھوڑے منافع

اور

زیادہ بکری پر منحصر ہے

لہذا

ہماری دوکان میں ہر قسم کی کتابیں عربی فارسی اردو و درسی -  
 طبی کے علاوہ ہر قسم کے قرآن مجید مترجم و معراجی نظم و نیز ہر قسم کی  
 حائلیں - قاعدے - سیپارے پنجسورے اور وظائف و قطععات  
 ہر قسم مل سکتے ہیں۔

المشاہد

ملک دین محمد تاجر کتب کشمیری بازار

لاہور



۲۲۷	متفرق مضامین	۱۷۷	وفود کا طائر ہونا
۲۲۸	سہرا ری - اولاد	۱۷۸	فہرست وفود
۲۲۹	غلام و کنیز اور	۱۸۰	ارض الموت و وفات
۲۳۰	مردان، عارضین	۱۹۰	زیارت روضہ مقبرہ
۲۳۱	کاتبین	۱۹۷	حیات النبی
۲۳۲	ضارب المغان اور شعراء خطباء	۱۹۵	وہب زیارت روضہ مبارک
۲۳۳	کاحلیہ مبارک	۲۰۱	آداب زیارت
۲۳۷	آب کی قوت بصیرت		

~~۱۹۷~~

۲۳۷	آب کا طعام
۲۳۸	آب کی سنگی معیشت
۲۳۹	آب کی قوت بیداری
۲۴۰	آب کا کلام
۲۴۱	آب کا بوس
۲۴۲	آب کا افراق
۲۴۸	حضور علیہ السلام کے فضائل

۱۱۵	حیدر علیہ کی اصلاح	۶۷	حضرت عمر کا حکم
۱۱۹	ظہوظ اور تحریک ہری دولت کا حکم	۷۱	عمر نامہ قریشی
۷	شاہ روم پر قتل کے نام خط	۷۲	مشعب ابی طالب
۱۲۱	سیرت فاروقی کے نام فرمان	۷۳	وفات ابوطالت
۱۲۳	نجاشی کے نام فرمان	۷۵	وفات صدیق اکبری
۱۲۶	مقوقس کے نام فرمان	۷	نکاح عائشہ و سوره
۱۲۸	منذر بن سواد کے نام فرمان	۷۶	طائف میں دعوت اسلام
۱۳۰	شاہ عثمان کے نام فرمان	۷۷	ضیاء کا مسلمان ہونا
۱۳۱	شاہ حکامہ کے نام فرمان	۷۸	عقبہ اولیٰ
۷	شاہ دمشق کے نام فرمان	۸۰	عقبہ ثانیہ
۱۳۳	جد غسانی اور شاہ عین کے نام فرمان	۸۱	مخراج شریف
۷	خیر کی لڑائی	۸۸	ہجرت مدینہ طیبہ
۱۳۴	فتح مکہ معظمہ	۹۱	غزوات نبویہ
۱۴۴	غزوہ حنین	۹۴	غزوہ بدر
۱۵۱	غزوہ تبوک	۱۰۱	غزوہ موتی
۱۵۲	سید ضرار	۱۰۳	فاطمہ زہراء کا نکاح
۱۵۴	فرضیت حج - وفات ام کلثوم	۱۰۴	غزوہ احد
۷	حجۃ الوداع	۱۱۱	بیت معونہ کی لڑائی
		۱۱۳	صدق کی لڑائی

